سُبْحٰنَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَه

دیکھی ہوئی دنیا

جلد سوم

جورڈن	موتہ	بحرِ میت	مسجدِ اقصیٰ	دجال کا مقتل: لُد	بحیرۂ طبریہ
قاہرہ	اسکندریہ	طورِ سینا	بحرِ قلزم	جنّتی ندی: نیل	وادئ تیہ

اور دیگر متبرک مقامات کی ایمان افروز و معلومات افزا کارگزاری

مفتی محمود بن مولانا سلیمان حافظ جی بارڈولی دامت برکاتہم

استاذ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، گجرات

ناشر

نورانی مکاتب

تفصیلات

نام کتاب:..............................دیکھی ہوئی دنیا (جلد سوم)

مرتب:..............................مفتی محمود صاحب بارڈولی دامت برکاتہم

ناشر: ....نورانی مکاتب(www.nooranimakatib.com)

صفحات:..............................۲۸۸

طبع اول..............................رجب المرجب ۱۴۳۹ھ

ملنے کے پتے

مولانا یوسف صاحب آسنوی، سملک، محمودنگر، ڈابھیل۔ 98240,96267

Email id: yusuf_bhana@hotmail.com

ادارۃ الصدیق ڈابھیل، گجرات۔ 99133,19190 \ 99048,86188

جامعہ دارالاحسان، بارڈولی، سورت، گجرات

جامعہ دارالاحسان، نواپور، نندوربار، مہاراشٹر

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
۞	پیش لفظ	۲۵
۞	پیش خدمت: حضرت الاستاذ قاری احمد اللہ صاحب بھاگلپوری	۲۹
۞	**مقدمہ**	۳۰
۞	**سفر میں پیش آنے والے کچھ متفرق واقعات**	۳۰
۱	سلام سے اسلام	۳۰
۲	کانگارو (Kangaroo) نام کا ایک جانور	۳۰
۳	آسٹریلیا اور بیرون کے دیگر مقامات کے میزبان	۳۱
۴	اصل آسٹریلیائی آدی باسی قوم کے نبیوں جیسے اخلاق	۳۱
۵	حضرت مدنیؒ کے ایک شاگردِ خاص مولانا بشیر کی عجیب مجاہدانہ دینی محنت	۳۳
۶	ہرے بھرے درختوں کے درمیان کھولتا ہوا پانی اور دھواں	۳۴
۷	پینگوئن (Penguin) ایک عجیب وغریب قسم کا پرندہ	۳۵
۸	سطحِ سمندر پر شیشے کی ہوٹل	۳۵
۹	جہاں سب سے پہلے سورج طلوع ہوتا ہے	۳۶
۱۰	پناما میں دو سمندروں کے سنگم کا قابلِ دید نظارہ	۳۶

۱۱	دو جہازوں کے درمیان ایک ملک کی حاضری ونماز باجماعت کی سعادت	۳۷
۱۲	باربادوز میں ایک عجیب وغریب غار	۳۸
۱۳	سمندر کے اندر عجیب وغریب مخلوقات	۳۸
۱۴	نشہ آور چیزوں کی خطرناک عادت	۳۸
۱۵	اسلامی لباس کا عمدہ اثر: پہلا واقعہ	۴۰
۱۶	دوسرا واقعہ	۴۰
۱۷	حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم کا چہرہ دیکھ کر ایک ایئر ہوسٹس کے ایمان لانے کا عجیب واقعہ	۴۱
۱۸	ہمارے حضرت کے متعلق امام الفن قاری سلیمان کے عجیب کلمات	۴۳
۱۹	ہوائی جہاز میں ملنے والے کھانے کے متعلق ایک بہترین مشورہ	۴۴
۲۰	ہوائی جہاز میں ملنے والے کھانے کی قدردانی کا ایک واقعہ	۴۴
۲۱	دوسرا واقعہ	۴۵
۲۲	تیسرا واقعہ	۴۵
۲۳	سفر کے متعلق چند ضروری ہدایات	۴۶

مصر کے سفر کی کارگزاری

۲۴	رفقائے سفر کے اسمائے گرامی	۵۰
۲۵	بخارا، سمرقند کی کارگزاری کی مقبولیت	۵۲
۲۶	مصر جانے کی چاہت اور مصر کا سفر	۵۳

۲۷	مصر سے ہمارا ایمانی وروحانی رشتہ اور قرآن میں مصر کا تذکرہ	۵۳
۲۸	وادیٔ سینا بھی مصر میں ہے	۵۵
۲۹	مصر نام کی وجہ	۵۵
۳۰	مصر سے ایمان تازہ کرنے والا روحانی رشتہ	۵۶
۳۱	یوسف علیہ السلام کا پورا واقعہ مصر میں پیش آیا	۵۷
۳۲	موسیٰ علیہ السلام مصر میں پیدا ہوئے	۵۷
۳۳	حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں	۵۸
۳۴	حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات اور دفن کا عجیب واقعہ	۵۹
۳۵	بنی اسرائیل مصر میں	۶۰
۳۶	حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی مصر میں وفات پائی	۶۰
۳۷	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پہلی مرتبہ مصر سے نکلنا	۶۰
۳۸	قارون کے دھنسنے کا واقعہ مصر میں پیش آیا	۶۱
۳۹	مصر کی ایک اور شخصیت ''ہامان'' کا قرآنی تذکرہ	۶۱
۴۰	لفظِ فرعون کی ایک تحقیق	۶۲
۴۱	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے فرعون کا نام	۶۳
۴۲	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کا واقعہ بھی مصر میں پیش آیا	۶۳
۴۳	جادوگر اور مصر	۶۴
۴۴	آج کل مصر میں جادوگر ہیں؟	۶۴

۴۵	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے جادوگر	۶۵
۴۶	قرآن میں ایک مصری مردِ مؤمن کی یادیں	۶۵
۴۷	سامری اور مصر	۶۶
۴۸	سامری کی تحقیق	۶۶
۴۹	بنی اسرائیل ایک زمانے تک مصر میں رہے	۶۷
۵۰	حضرت لقمان علیہ السلام کا مزار بھی مصر میں ہے	۶۷
۵۱	دنیا کی سب سے بڑی جنتی ندی: نیل بھی مصر میں ہے	۶۸
۵۲	دریائے نیل جاری ہونے کا ایمان افروز واقعہ	۶۸
۵۳	قاہرہ ہوائی اڈے پر	۷۰
۵۴	سفر کے موقع پر دعا کروانا حدیث سے ثابت ہے	۷۱
۵۵	سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے بنوائے ہوئے قلعے میں	۷۱
۵۶	بیرِ یوسف	۷۲
۵۷	مصریوں کے جیم کو گاف سے بدلنے پر ایک لطیفہ	۷۲
۵۸	جبلِ مُقَطَّم کی فضیلت	۷۳
۵۹	ایک قابلِ توجہ بات	۷۳
۶۰	اہلِ بیت کے مزارات پر	۷۵
۶۱	جیزہ: یوسف علیہ السلام کے زمانے کا اصل مصر	۷۵
۶۲	فسطاط شہر بننے کا عجیب قصہ: اسلام میں پرندوں کے حقوق کی رعایت	۷۶

۶۳	اہرامِ مصر کی زیارت	۷۷
۶۴	اہرام کب بنے؟	۷۷
۶۵	اہرام کی عجیب وغریب تفصیل: دو (۲) ٹن کا ایک پتھر	۷۸
۶۶	سات سو پچپن (۷۵۵) فٹ اونچائی	۷۸
۶۷	صدیاں گذر گئیں؛ لیکن معمولی شگاف تک نہیں پڑا	۷۸
۶۸	ابوالہول کا مجسمہ	۷۹
۶۹	برِّ اعظم افریقہ میں قائم ہونے والی سب سے پہلی مسجد	۷۹
۷۰	اس مسجد کی روحانیت وبرکات کا حال	۸۰
۷۱	مصر کا ایک گاؤں جہاں کا ہر بچہ حافظِ قرآن ہے	۸۰
۷۲	وَّاٰوَیْنٰهُمَآ اِلٰی رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ	۸۳
۷۳	مصر کے میوزیم میں	۸۵
۷۴	فرعون اور اس کی لاش	۸۶
۷۵	ایک حبشی عورت کا ایمانی جذبہ	۸۸
۷۶	جامعِ ازہر	۸۹
۷۷	جامعۃ الازہر؛ ازہر یونیورسیٹی	۸۹
۷۸	وکیل الازہر سے ملاقات	۹۰
۷۹	جامع الحسین رضی اللہ عنہ	۹۱
۸۰	مصحفِ عثمانی اور آپ ﷺ کا عمامۂ مبارک	۹۱

۸۱	علامہ بدرالدین عینیؒ، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے مزارات	۹۱
۸۲	شرم الشیخ کی طرف	۹۲
۸۳	بحرِ قلزم جس میں فرعون غرق کیا گیا تھا	۹۲
۸۴	باری تعالیٰ کی عجیب حکمت	۹۳
۸۵	عجیب انداز کے راستے	۹۳
۸۶	بحرِ قلزم کے کنارے ’’سمکِ موسیٰ‘‘ کی خواہش	۹۴
۸۷	’’کوہِ طور‘‘ کی طرف	۹۵
۸۸	رات کو تقریباً ایک بجے پہاڑ پر چڑھنا شروع کیا	۹۵
۸۹	رات کو پہاڑ پر چڑھنے کی حکمت	۹۶
۹۰	کوہِ طور پر چڑھتے ہوئے سورۂ طٰہٰ کی تلاوت کی لذت	۹۶
۹۱	اس درخت کی زیارت جس پر اللہ کی تجلی کا نور اترا تھا	۹۷
۹۲	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملنے کا واقعہ	۹۸
۹۳	بیوی کو جمع کے صیغے سے خطاب	۹۸
۹۴	فاخلع نعلیک کی وجہ اور اس پر عمل کی سعادت	۱۰۰
۹۵	زیتون کے درخت	۱۰۱
۹۶	مدین کا کنواں	۱۰۱
۹۷	جس زیتون کے تیل کا ذکر قرآن میں ہے اس کی خریداری کی سعادت	۱۰۲
۹۸	سونے کا بچھڑا	۱۰۳

۹۹	سامری اور اس کے بچھڑا بنانے کا قصہ	۱۰۳
۱۰۰	اس پڑیا میں کونسی مٹی تھی؟	۱۰۴
۱۰۱	سامری کی پرورش حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کی تھی	۱۰۴
۱۰۲	آواز والا بچھڑا	۱۰۵
۱۰۳	بچھڑے کی تصویر والا پتھر	۱۰۶
۱۰۴	مقامِ ہارون علیہ السلام کی زیارت	۱۰۶
۱۰۵	مقامِ صالح علیہ السلام کی زیارت	۱۰۶
۱۰۶	آبارِ موسیٰ	۱۰۷
۱۰۷	عیونِ موسیٰ	۱۰۷
۱۰۸	وادئ تیہ میں	۱۰۸
۱۰۹	جیل میں بھی نوازشاتِ الٰہیہ	۱۰۹
۱۱۰	نہرِ سوئیز (Suez Canal)	۱۰۹
۱۱۱	اسکندریہ شہر	۱۱۰
۱۱۲	اسکندریہ کا کتب خانہ	۱۱۰
۱۱۳	صاحبِ قصیدہ بُردہ علامہ بوصیریؒ کے شیخ کے مزار پر	۱۱۱
۱۱۴	''سمکِ موسیٰ'' کھانے کی سعادت	۱۱۱
۱۱۵	حضرت لقمان علیہ السلام اور حضرت دانیال علیہ السلام کے مزار پر	۱۱۲
۱۱۶	قاہرہ میں: درخت سے کاغذ	۱۱۳

۱۱۷	سیدنا حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا مزار	۱۱۳
۱۱۸	فاتحِ مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک	۱۱۴
۱۱۹	دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے مزارات	۱۱۴
۱۲۰	امام زیلعیؒ، عزالدین ابن عبدالسلامؒ اور علامہ سیوطیؒ کے مزارات	۱۱۵
۱۲۱	سید احمد کبیر رفاعیؒ کے مزار پر	۱۱۵
۱۲۲	سید احمد کبیر رفاعیؒ کی کرامت	۱۱۵
۱۲۳	علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ	۱۱۵
۱۲۴	جو میری قبر پر مصافحہ کرے اس کی بھی مغفرت	۱۱۶
۱۲۵	دیگر ائمہ واصحابِ امام مالک کے مزارات پر حاضری	۱۱۷
۱۲۶	حضرت یحیٰ اندلسی مالکیؒ	۱۱۷
۱۲۷	اسپین سے ہاتھی دیکھنے نہیں آیا، حدیث پڑھنے آیا ہوں	۱۱۷
۱۲۸	ذوالنّون مصریؒ کے مزار پر	۱۱۸
۱۲۹	ابنِ عطا اسکندریؒ کے مزار پر	۱۱۹
۱۳۰	ابن عطاء الاسکندریؒ کے حالاتِ زندگی: نام ونسب	۱۱۹
۱۳۱	مذہب اور علمی مقام	۱۱۹
۱۳۲	مشائخ وتلامذہ	۱۱۹
۱۳۳	کرامات	۱۲۰
۱۳۴	وفات	۱۲۱

۱۳۵	احناف کے بیرسٹر ابن ہمامؒ کے مزار پر	۱۲۱
۱۳۶	امام شاطبیؒ کے مزار پر	۱۲۲
۱۳۷	کتّے سے بچنے کا مجرب وظیفہ	۱۲۳
۱۳۸	امام شاطبیؒ کے مختصر حالات وتعارف	۱۲۳
۱۳۹	حصولِ علم اور تعلیمی اسفار	۱۲۴
۱۴۰	تدریسی زندگی کے چند گوشے	۱۲۴
۱۴۱	ایک عظیم الشان تالیف ''شاطبیہ''	۱۲۵
۱۴۲	اوصاف وکمالات	۱۲۵
۱۴۳	وفات	۱۲۷
۱۴۴	امام ورش، وکیع بن الجراح، شیخ زکریا انصاریؒ کے مزارات پر	۱۲۷
۱۴۵	ابن حجر عسقلانیؒ کا مزار	۱۲۸
۱۴۶	امام طاہر ابن غلبونؒ کے مزار پر	۱۲۸
۱۴۷	امام طاہر ابن غلبون کی بیٹی کا عبرت ناک واقعہ	۱۲۸
۱۴۸	مصر کو آج پھر سے ایک یوسف کی ضرورت ہے	۱۲۹

شام اور فلسطین کی کارگزاری

۱۴۹	شام اور فلسطین کے سفر کے رفقا	۱۳۲
۱۵۰	ملکِ شام	۱۳۴
۱۵۱	ملکِ شام کے فضائل	۱۳۴

۱۵۲	دینی و دنیوی برکات	۱۳۵
۱۵۳	اہلِ شام کی کفالت	۱۳۵
۱۵۴	شام کے لیے برکت کی دعا اور اس میں معجزہ	۱۳۶
۱۵۵	شام کے لیے خوش خبری	۱۳۶
۱۵۶	فتنوں کے زمانے میں ایمان شام میں	۱۳۷
۱۵۷	بیت المقدس اسلامی مملکت کا جز	۱۳۷
۱۵۸	بیت المقدس انبیاء علیہم السلام کا مسکن و محشر کی سرزمین	۳۷
۱۵۹	دوسرے فضائل	۱۳۸
۱۶۰	ملکِ شام سے دل چسپی کا سبب اور سفر کی خواہش	۳۹
۱۶۱	مسجدِ اقصیٰ کے چند فضائل قرآن و حدیث کی روشنی میں	۱۴۰
۱۶۲	شنیدہ کے بُوَد مانندِ دیدہ	۱۴۱
۱۶۳	ہمارا ملکِ شام کا سفر	۱۴۲
۱۶۴	''پناما'' اور ''ملاوی'' میں تفصیلی کارگزاری	۱۴۲
۱۶۵	متبرک مقامات کی زیارت کے لیے رہنما اصول	۱۴۳
۱۶۶	ایک اہم کام	۱۴۳
۱۶۷	ترتیب وار سفر کی کارگزاری	۱۴۴
۱۶۸	اللہ تعالیٰ آخرت کا امگریشن بھی آسانی سے پار فرمادے!	۱۴۴
۱۶۹	آج کے دن ہمارا پروگرام کیا رہے گا؟	۱۴۴

۱۷۰	پہلی زیارت: اصحابِ کہف کے غار کی طرف	۱۴۵
۱۷۱	اصحابِ کہف اور ان کی غار کا پس منظر اور ان کا زمانہ	۱۴۵
۱۷۲	عقیدہ کی بات	۱۴۸
۱۷۳	کیا یہی اصحابِ کہف کا غار ہے؟	۱۴۸
۱۷۴	ایک تفسیر وحدیث کے ماہر شامی عالم کی غار میں ملاقات	۱۴۹
۱۷۵	غار کی حالت	۱۵۰
۱۷۶	اصحابِ کہف کے تبرکات	۱۵۱
۱۷۷	غار کا پیچھے کا دروازہ	۱۵۱
۱۷۸	ایمان کی خاطر قربانی دینے کا بدلہ: نظامِ کائنات ان کے تابع کر دیا گیا	۱۵۱
۱۷۹	کتے کے غار میں نہ جانے کا ایک عجیب تفسیری نکتہ	۱۵۲
۱۸۰	اصحابِ کہف کی یادگار مسجد	۱۵۴
۱۸۱	اس مسجد کی حالت اور بندے کی ایک خوش نصیبی	۱۵۴
۱۸۲	اصحابِ کہف کے مقام پر نئی مسجد	۱۵۵
۱۸۳	دین کی خاطر اپنے جذبات کو قربان کرنے والے جوانوں کی الخ	۱۵۵
۱۸۴	حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے مزار پر	۱۵۵
۱۸۵	حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کا مختصر تعارف	۱۵۶
۱۸۶	زمانۂ بعثت	۱۵۶
۱۸۷	حضرت یوشع علیہ السلام کا قرآن میں دو جگہ ذکر	۱۵۶

۱۸۸	یوشع علیہ السلام کے لیے سورج کا غروب ہونے سے رُک جانا	۱۵۷
۱۸۹	حضرت یوشع علیہ السلام کی وفات	۱۵۸
۱۹۰	حضرت یوشع علیہ السلام کے مزار کی تحقیق	۱۵۹
۱۹۱	اتنا لمبا مزار کیوں؟	۱۵۹
۱۹۲	پہاڑ پر سے زیتون کے درخت کا پر کیف منظر	۱۶۰
۱۹۳	سات عدد زیتون	۱۶۱
۱۹۴	زیتون کے سات قرآنی مقامات	۱۶۱
۱۹۵	مسجدِ اقصیٰ کے گنبد کا دل کش منظر	۱۶۲
۱۹۶	جورڈن کا جائے وقوع	۱۶۲
۱۹۷	عمواس کا جائے وقوع	۱۶۳
۱۹۸	طاعونِ عمواس	۱۶۳
۱۹۹	عمواس کے دونوں حصوں کی زیارت کا شرف	۱۶۴
۲۰۰	پیارے صحابہ کے مزار کی طرف	۱۶۴
۲۰۱	حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف ومناقب	۱۶۴
۲۰۲	ایمان کی کفر پر جیت: بیٹے کے ہاتھ باپ کا قتل	۱۶۵
۲۰۳	اَمینُ ھذہ الامّۃ کا لقب	۱۶۵
۲۰۴	جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی نگاہ میں آپ کا مقام	۱۶۶
۲۰۵	ملکِ شام کی فوج کے امیر	۱۶۶

۲۰۶	حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا دل دہلا دینے والا ایک واقعہ	۱۶۷
۲۰۷	طاعون سے بچانے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط	۱۶۸
۲۰۸	ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا جواب	۱۶۹
۲۰۹	جواب پڑھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو	۱۷۰
۲۱۰	حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی وفات	۱۷۰
۲۱۱	حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر	۱۷۱
۲۱۲	حضرت ضرار بن اَزْوَر رضی اللہ عنہ کا تعارف	۱۷۱
۲۱۳	حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی وفات کہاں ہوئی؟	۱۷۱
۲۱۴	حضرت ضرار رضی اللہ عنہ تحفظِ ختمِ نبوت کے محاذ پر	۱۷۲
۲۱۵	عربوں کی ایک اچھی عادت	۱۷۴
۲۱۶	موتہ کا تعارف	۱۷۴
۲۱۷	غزوۂ موتہ کا سبب	۱۷۵
۲۱۸	اشارۂ شہادت	۱۷۵
۲۱۹	غزوۂ موتہ کے تینوں امیروں کا مختصر تعارف: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ	۱۷۶
۲۲۰	ابتدائی حالات	۱۷۶
۲۲۱	حضرت زید رضی اللہ عنہ دربارِ رسالت میں	۱۷۶
۲۲۲	حضرت زید رضی اللہ عنہ اسلام کے سایہ میں	۱۷۷
۲۲۳	حضرت زید رضی اللہ عنہ کی ایک نرالی شادی	۱۷۷

۲۲۴	حضرت زید رضی اللہ عنہ کے والد کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری	۱۷۷
۲۲۵	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اختیار دینا	۱۷۸
۲۲۶	اس غلامی پر سینکڑوں آزادیاں قربان	۱۷۹
۲۲۷	صرف دعوۂ محبت کافی نہیں	۱۷۹
۲۲۸	حضرت زید رضی اللہ عنہ کی والد کی حیرت	۱۸۰
۲۲۹	آزادی کا پروانہ اور زید ابن محمد بننے کی سعادت	۱۸۰
۲۳۰	صرف ایک صحابی حضرت زید رضی اللہ عنہ کا نام صراحتاً قرآن میں	۱۸۲
۲۳۱	دوسرے امیر لشکر: حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا تعارف	۱۸۲
۲۳۲	نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی جان دار تقریر	۱۸۴
۲۳۳	اسلام کا عمدہ تعارف	۱۸۴
۲۳۴	تیسرے امیر لشکر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ	۱۸۵
۲۳۵	اخلاق وعادات	۱۸۶
۲۳۶	فضل وکمال	۱۸۶
۲۳۷	ان کی شاعری کا واقعہ	۱۸۷
۲۳۸	جامعِ موتہ میں جمعہ کی نماز کی سعادت	۱۸۸
۲۳۹	حضرت جعفر، عبداللہ بن رواحہ، زیدؓ کے مزارات پر دلوں کی کیفیت	۱۸۸
۲۴۰	ایک نعمت غیر مترقبہ: اسلامی وضع قطع کی برکات	۱۸۹
۲۴۱	مدین کے قریب	۱۹۰

۲۴۲	موتہ کا میدان اور قاصدِ رسول حضرت حارث بن عمیرؓ کا مزار	۱۹۱
۲۴۳	بحرِ میت	۱۹۲
۲۴۴	بحرِ میت کا تعارف	۱۹۲
۲۴۵	جدید محققین کی رائے	۱۹۳
۲۴۶	سدوم	۱۹۴
۲۴۷	حضرت لوط علیہ السلام	۱۹۴
۲۴۸	اللہ کے عذاب کو دعوت دینے والی قومِ لوط کی کچھ برائیاں الخ	۱۹۵
۲۴۹	مال لوٹنے کی عجیب چال بازی	۱۹۷
۲۵۰	عجیب طرح کی ناانصافی	۱۹۸
۲۵۱	قومِ لوط پر عذاب	۱۹۹
۲۵۲	بحرِ میت کی طرف	۱۹۹
۲۵۳	افسوس! عذاب کی جگہ تفریح گاہ	۲۰۰
۲۵۴	مجرموں کے نام لکھے ہوئے پتھر	۲۰۰
۲۵۵	آج بھی عذاب کے اثرات	۲۰۱
۲۵۶	حضرت شعیب علیہ السلام کے مزار کی طرف	۲۰۱
۲۵۷	مدین اور اصحابِ ایکہ ایک ہیں یا الگ الگ؟	۲۰۲
۲۵۸	حضرت شعیب علیہ السلام کی قبر	۲۰۳
۲۵۹	مدین	۲۰۴

۲۶۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خسر کون ہیں؟	۲۰۴
۲۶۱	مدین جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس سال گذارے	۲۰۷
۲۶۲	قرآن میں مدین کا ذکر	۲۰۷
۲۶۳	فلسطین	۲۰۸
۲۶۴	فلسطین کا قضیہ	۲۰۹
۲۶۵	فلسطین پر یہودیوں کا قبضہ کس طرح ہوا؟	۲۱۰
۲۶۶	فلسطین ترکوں کی عمل داری میں	۲۱۱
۲۶۷	سلطنتِ عثمانیہ کی حمیت وغیرتِ ایمانی: تاریخی جواب	۲۱۱
۲۶۸	یہودیوں کا انگریزوں سے معاہدہ	۲۱۲
۲۶۹	انگریز کی طرف سے یہودی ریاست کی تشکیل کا اعلان	۲۱۲
۲۷۰	مسلمانوں سے زمینیں خریدنے میں پانی کی طرح پیسہ بہانا	۲۱۳
۲۷۱	مقامی علما کی مخالفت اور دیگر ممالک کے علما سے فتویٰ طلب کرنا	۲۱۳
۲۷۲	جورڈن کی موجودہ دینی حالت اور اس تبدیلی کی اہم وجہ	۲۱۴
۲۷۳	ایک درد بھری اپیل: خدارا موبائل وانٹرنیٹ کے غلط استعمال الخ	۲۱۵
۲۷۴	نہرِ اُردن	۲۱۷
۲۷۵	سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا	۲۱۹
۲۷۶	شہر اریحہ کا تعارف	۲۲۱
۲۷۷	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعابِ دہن ہر بیماری کے لیے شفا	۲۲۲

۲۷۸	ملکِ شام کی برکت کا نظارہ	۲۲۲
۲۷۹	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مزار	۲۲۲
۲۸۰	مقامِ موسیٰ علیہ السلام	۲۲۳
۲۸۱	عداوت کی وجہ سے اس جگہ موسیٰ علیہ السلام کی قبر کا انکار	۲۲۴
۲۸۲	گجراتی میں بات کرنے کا فائدہ	۲۲۵
۲۸۳	''مادب'' جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوئی تھی	۲۲۶
۲۸۴	بیت المقدس کا تعارف	۲۲۶
۲۸۵	مسجدِ اقصیٰ کی عجیب وغریب تعمیر	۲۲۷
۲۸۶	مسجد کے افتتاح کی تقریب اور دعا	۲۲۸
۲۸۷	مسجد کے افتتاح کی خوشی میں دعوت	۲۲۸
۲۸۸	مسجد میں داخل ہونے والے کے لیے سلیمانؑ کی پانچ دعائیں	۲۲۹
۲۸۹	مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر اور سلیمانؑ کی وفات کے متعلق دوسری روایت	۲۳۰
۲۹۰	جناتوں پر دیمک کا احسان	۲۳۰
۲۹۱	بیت المقدس اور مسجدِ اقصیٰ میں فرق	۲۳۱
۲۹۲	برکت کا ایک نمونہ	۲۳۱
۲۹۳	مسجدِ اقصیٰ میں ظہر کی نماز کی سعادت	۲۳۱
۲۹۴	اصل مسجدِ اقصیٰ	۲۳۲
۲۹۵	نور کا دریا	۲۳۳

۲۹۶	جنات حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع	۲۳۳
۲۹۷	تانبے کا چشمہ	۲۳۳
۲۹۸	تیل کا کنواں اور مسجدِ اقصیٰ کے لیے تیل بھیجنے کی فضیلت	۲۳۴
۲۹۹	مسجدِ مروان بن عبدالملک اور مسجدِ براق	۲۳۴
۳۰۰	اس گہوارے کی زیارت جہاں عیسیٰؑ نے سب سے پہلے کلام کیا تھا	۲۳۵
۳۰۱	حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے محراب (کمرہ) کی زیارت	۲۳۷
۳۰۲	قبۃ الصخرہ	۲۳۸
۳۰۳	قدرتی چٹان	۲۳۸
۳۰۴	دنیا پرست پادریوں کے مذموم کردار کی ایک جھلک	۲۳۹
۳۰۵	قبۃ الصخرہ کی تعمیر	۲۳۹
۳۰۶	قبۃ الصخرہ کی کیفیت اور خوب صورتی	۲۴۰
۳۰۷	مسجدِ قبۃ الصخرہ	۲۴۱
۳۰۸	مجاہدِ اعظم مولانا محمد علی جوہرؒ کا مزار	۲۴۲
۳۰۹	حضرت سلیمان علیہ السلام کا مزار اور جیل خانہ	۲۴۲
۳۱۰	چٹان کے نیچے ایک قدرتی غار	۲۴۲
۳۱۱	قبۃ الصخرہ کے فضائل	۲۴۳
۳۱۲	ایک بہت بڑی غلط فہمی کا ازالہ	۲۴۴
۳۱۳	حضرت سلیمان علیہ السلام کا محراب وتخت	۲۴۵

۳۱۴	چرچ اور مسجدِ عمر رضی اللہ عنہ	۲۴۵
۳۱۵	چرچ کی چیزوں کے متعلق عیسائیوں کے عقیدے	۲۴۶
۳۱۶	بیت المقدس آج کسی عمرِ ثالث کے انتظار میں!!!	۲۴۷
۳۱۷	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نصاریٰ کے ساتھ کیے گئے معاہدہ کا مضمون	۲۴۷
۳۱۸	سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کا مختصر تعارف	۲۴۸
۳۱۹	آہ! اے صلاح الدین ایوبی!!!	۲۵۰
۳۲۰	سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی خانقاہ کی طرف	۲۵۰
۳۲۱	حضرت عبادبن صامت رضی اللہ عنہ اور شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کے مزار پر	۲۵۰
۳۲۲	حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کا تعارف	۲۵۱
۳۲۳	حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کا تعارف	۲۵۱
۳۲۴	حضرت شمویل علیہ السلام کا مزار	۲۵۳
۳۲۵	۱۵ر تاریخ اتوار کا دن: مدینۃ الخلیل کی طرف	۲۵۳
۳۲۶	حالات خراب ہونے کے باجود وہاں جانے کا شوق	۲۵۳
۳۲۷	کرفیو جیسے ماحول میں اطمینان سے مدینۃ الخلیل میں داخلہ	۲۵۴
۳۲۸	مسجدِ ابراہیمی میں بابرکت ہال	۲۵۵
۳۲۹	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر شریف کی زیارت کے آداب	۲۵۵
۳۳۰	سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام	۲۵۶
۳۳۱	سیدنا حضرت اسحاق علیہ السلام	۲۵۷

۳۳۲	وہ خوش نصیب عورت جو ایک نبی کی بیوی، ایک نبی کی بہو اور ا لخ	۲۵۸
۳۳۳	سیدنا حضرت یعقوب علیہ السلام	۲۵۸
۳۳۴	سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام	۲۶۰
۳۳۵	حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا ہمارے لیے عبرت	۲۶۰
۳۳۶	حضرت شمعون علیہ السلام کا مزار	۲۶۲
۳۳۷	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی جگہ کی زیارت	۲۶۲
۳۳۸	حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی قبر و عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھائے جانے کی جگہ	۲۶۳
۳۳۹	حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۲۶۳
۳۴۰	نزولِ وحی اور دعوت وتبلیغ کا آغاز	۲۶۴
۳۴۱	خطبۂ کوہ	۲۶۴
۳۴۲	آسمان پر اٹھائے جانے کے وقت آپ علیہ السلام کی عمر	۲۶۴
۳۴۳	بنی اسرائیل کی شرارت، آپ علیہ السلام کی بددعا سے خنزیر بن جانا	۲۶۵
۳۴۴	حضرت زکریا علیہ السلام کا مزار	۲۶۵
۳۴۵	حضرت داؤد علیہ السلام کے مزار کی زیارت	۲۶۵
۳۴۶	سیدنا حضرت داؤد علیہ السلام کا مختصر تعارف	۲۶۶
۳۴۷	حضرت سلیمان علیہ السلام کی قبر مبارک اور مختصر تعارف	۲۶۷
۳۴۸	جنتی دسترخوان اترنے کی جگہ	۲۶۷
۳۴۹	۱۶ رتاریخ: دعوت وتبلیغ سے جڑے ہوئے ایک ساتھی کی ملاقات	۲۶۹

۳۵۰	اسرائیل کا پایۂ تخت: تل ابیب کی طرف	۲۶۹
۳۵۱	تل ابیب میں دعوت و تبلیغ کا مرکز	۲۷۰
۳۵۲	’’لد‘‘ شہر	۲۷۰
۳۵۳	بابِ لد پر لکھا ہوا جملہ: هنا يخرج ملك السلام	۲۷۱
۳۵۴	دجال کا تعارف	۲۷۱
۳۵۵	دجال صرف چالیس دن دنیا میں رہے گا	۲۷۱
۳۵۶	نبوت و خدائی کا دعویٰ	۲۷۲
۳۵۷	لوگوں کی آزمائش کے لیے خرقِ عادت چیزوں کا ظہور	۲۷۲
۳۵۸	مکہ اور مدینہ میں داخلہ سے روک دیا جائے گا	۲۷۳
۳۵۹	ایک بزرگ کا دجال سے مناظرہ	۲۷۳
۳۶۰	یہودیوں کے غرقد نامی درخت کے اگانے کی مہم کی وجہ	۲۷۵
۳۶۱	دجال کے قتل ہونے کی جگہ کی زیارت	۲۷۵
۳۶۲	وہ کنواں جس میں قتل کے بعد دجال کو ڈالا جائے گا	۲۷۶
۳۶۳	عمواس شہر کی زیارت	۲۷۶
۳۶۴	طاعونِ عمواس میں شہید ہونے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مزارات پر	۲۷۷
۳۶۵	صحابہ رضی اللہ عنہم کے مزار پر دعا کا عجیب منظر	۲۷۷
۳۶۶	حضرت صالح علیہ السلام کے مزار مبارک کی زیارت	۲۷۸
۳۶۷	امام الحدیث ’’امام نسائیؒ‘‘ کے مزار کی زیارت	۲۷۸

۳۶۸	۱۷رتاریخ اس سفر کا آخری دن	۲۷۸
۳۶۹	حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا گاؤں ''ناصرہ''	۲۷۹
۳۷۰	یافہ اور حضرت یونس علیہ السلام	۲۷۹
۳۷۱	حضرت یونس علیہ السلام کا مزار	۲۸۰
۳۷۲	حضرت الیاس علیہ السلام کے مزار مبارک کی زیارت	۲۸۱
۳۷۳	اسلام کے بہت بڑے جرنیل سلطان صلاح الدین کی یادگار میدانِ جنگ	۲۸۱
۳۷۴	بحیرۂ طبریہ کی طرف۔طبریہ شہر	۲۸۲
۳۷۵	بحیرہ طبریہ: جہاں عیسیٰ علیہ السلام نے بہت سے معجزات دکھائے	۲۸۲
۳۷۶	یاجوج ماجوج بحیرۂ طبریہ کا سب پانی پی جائیں گے	۲۸۳
۳۷۷	بحیرۂ طبریہ کا خشک ہوجانا دجال کے نکلنے کی ایک علامت	۲۸۳
۳۷۸	اس وقت بحیرۂ طبریہ کی حالت: پانی سوکھ رہا ہے	۲۸۴
۳۷۹	بیسان کا نخلستان	۲۸۴
۳۸۰	بیسان کے متعلق حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کو دجال کا سوال	۲۸۵
۳۸۱	اس وقت بیسان کا حال: کہیں پر کھجور نظر نہیں آئے	۲۸۵
۳۸۲	عینِ زغر	۲۸۶
۳۸۳	طالوت اور جالوت کے جنگ کا میدان اور امام طبرانیؒ کا وطن	۲۸۶
۳۸۴	جنگِ یرموک کا میدان	۲۸۷
۳۸۵	مجموعی تأثرات	۲۸۸

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدُ للهِ الذي قال: فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ﴿۱۳۷﴾(اٰل عمران)

وقال:اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ﴿۴۶﴾ (الحج)

وقال:اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴿۹﴾ (الروم)

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ۭ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ﴿۱۸﴾(سبا)

وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ قَالَ:اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِاُمَّتِيْ فِيْ بُكُوْرِهَا. وَكَانَ إِذَا بَعَثَ سَرِيَّةً أَوْ جَيْشاً بَعَثَهُمْ مِنْ اَوَّلِ النَّهَارِالخ . (رواه ابو داؤد عن صخر بن وداعة رضي الله عنه)

وَ قَالَ لَوْ اَنَّ النَّاسَ يَعْلَمُوْنَ مِنَ الوَاحِدَةِ مَا أَعْلَمُ،مَا سَارَ رَاكِبٌ بِلَيْلٍ وَحْدَهُ. (رواه البخاري عن ابن عمر رضي الله عنه)

وَ قَالَ :الرَّاكِبُ شَيْطَانٌ.وَالرَّاكِبَانِ شَيْطَانَانِ. وَالثَّلَاثَةُرَكْبٌ. (رواه الترمذي عن عمرو بن شعيب، عن ابيه، عن جده﷛)

وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ بَذَلُوْا جُهُوْدَهَمْ لِنَشْرِ الدِّيْنِ الْقَوِيْمِ فِيْ زَوَايَا الْعَالَمِ. أمّابعد!

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بے شمار احسانات جو اس گنہ گار بندے پر ہیں، جس کا حقِ احسان میں کبھی بھی ادا نہیں کرسکتا، ان میں سے ایک بہت بڑا احسان یہ ہے کہ اللہ نے محض اپنے فضل سے اپنے دین کی نسبت پر دنیا کے بہت سارے ممالک میں سفر کا موقع عنایت فرمایا۔

الحمدللہ! ایک طویل عرصے سے آرزو اور تمنا تھی کہ: ارضِ مقدس، فلسطین اور ملکِ شام کی زیارت کریں، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ۲۰۱۵ء میں یہ سعادت عطا فرمائی، رفقا کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ یہ پورا سفر ہوا، جورڈن، فلسطین، اسرائیل پہلی مرتبہ، پھر وہاں سے ترکی دوسری مرتبہ حاضری ہوئی، رفقا کی جماعت کی بھارت واپسی ہوئی اور بندہ وہاں سے پناما پہنچا، وہاں بھی سفر کی کارگزاری کے بیانات نو(۹) دن جاری رہے۔

پھر سفر سے واپسی کے بعد سورت کے ہمارے مخلص ساتھی محترم اسماعیل بھائی جانو اور محترم اختر بھائی میمن کے اصرار پر سورت کی مشہور چوڈگر مسجد میں کارگزاری کی مجلس ہوئی، بہت بڑی تعداد میں لوگوں نے شوق ورغبت کے ساتھ اس میں شرکت کی، بعد میں پہلے کی طرح اشاعت پر بھی احباب اصرار ہوا اور کئی احباب بار بار اس کا شدید تقاضا کرتے رہے؛ لیکن: قد جعل اللّٰہ لکل شیئ قدرا.(الطلاق:۳)

ترجمہ: پکی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔

اسی درمیان جنوری ۲۰۱۶ء میں مصر کا سفر ہو گیا، اس کی بھی کارگزاری کی مجلس ہوئی، دونوں کارگزاریوں کو قلمبند کرنا اور اس کو مرتب کرنا ایک بہت بڑا کام تھا، اور اس دوران ترجمۂ قرآن مجید اور حواشی کا کام جاری ہونے کی وجہ سے تاخیر در تاخیر ہوتی رہی، اب الحمد للہ! یہ کام اللہ تعالیٰ کے فضل اور مخلصین کی دعاؤں اور محنتوں کی برکت سے پایۂ تکمیل تک پہنچا، حق تعالیٰ اس کو قبول فرماوے، اپنی رضا کا ذریعہ بناوے۔

قوم وملت کا درد رکھنے والے نوجوان عالمِ دین مفتی عمران میمن تھراد مدظلہ العالی (استاذ جامعہ ڈابھیل) اور دیگر مخلصین۔جن کا اعلیٰ درجے کا اخلاص اور ان کا حکم مجھے ان کے نام کی صراحت سے مانع بن رہا ہے۔کا بھرپور تعاون رہا، اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے، ان کو اور ان کی نسلوں کو اپنے دین کی مقبول خدمات کے لیے قبول فرماوے، اور دارین کی دولت سے مالا مال فرماوے، ان کے وجود کو میرے دینی کاموں میں تعاون کے ساتھ اللہ تعالیٰ طویل فرماوے، آمین۔

ابھی ۲۰۱۷ء دسمبر کے مہینے میں مشفقی واستاذی ومرشدی حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ اور محترم کرم فرما قاری عبد الحنان صاحب زید مجدہم کے ساتھ نیوزی لینڈ کا دوسرا، اور آسٹریلیا، بالی (انڈونیشیا) کے پہلے سفر کی سعادت حاصل ہوئی، تو وہاں احباب تقاضا کرنے لگے کہ ان ممالک کے سفر کی تقریری وتحریری کارگزاری کب تک آئے گی؟

اس سفر کی چند جھلکیاں اس تیسری جلد کے شروع میں پیش کر دی گئی ہے، حق تعالیٰ تمام میزبانوں کو جزائے خیر عطا فرمائے، اور اس کارگزاری کی اشاعت میں جن کا بھی حصہ

ہے سب کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

ہمارے نورانی مکاتب کے ناظمِ مکرم (Organizer) اور شعبۂ نشر واشاعت کے صدر حضرت الحاج مولانا حافظ یوسف ابن حافظ صدیق بھانا صاحب کو اللہ جزائے خیر عطا فرمائے، ان کی دل چسپی سے اس کی اشاعت ہو رہی ہے۔ فقط والسلام۔

فقط والسلام

العبد: محمود بارڈولی

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل

مورخہ: ۲۷/رجب ۱۴۳۹ھ

مطابق: ۱۵/اپریل ۲۰۱۸ء

پیش خدمت

امام الفن حضرت الاستاذ قاری ومقری احمد اللہ صاحب قاسمی بھاگلپوری دامت برکاتہم العالیہ

درجۂ عربی دوم سے لے کر دورۂ حدیث شریف تک حضرت سے تجوید وقرأت پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی، درجۂ عربی دوم ہی سے حضرت الاستاذ نے تجوید کے گھنٹے میں اور دیگر اوقات میں بندے کو حدر سنانے کا موقع عنایت فرمایا، ماشاء اللہ! بہت ہی محبت اور محنت کے ساتھ تجوید اور قرأتِ سبعہ بھی پڑھائی، اور دوسری بھی بہت ساری خصوصی؛ بلکہ اخص الخصوص عنایات اور شفقتیں آج تک برابر جاری وساری ہیں، حضرت الاستاذ کا تفصیلی تذکرہ بندے نے اپنے والدِ مرحوم کی سوانح ''فیضِ سلیمانی'' میں از صفحہ: ۸۹ تا صفحہ: ۱۰۰ کیا ہے، وہاں تفصیل ملاحظہ فرمالیں۔

اللہ کے فضل سے وجود میں آنے والی اس تیسری جلد کا ثواب حضرت الاستاذ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ عافیت کے ساتھ حضرت الاستاذ کے سایہ کو تادیر قائم فرماوے، آمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

سفر کے دوران پیش آنے والے کچھ متفرق واقعات

سلام سے اسلام

ابھی ۱۷۰۲ء میں آسٹریلیا(Australia)اور نیوزی لینڈ(New Zealand) کے سفر میں ساتھیوں نے ایک عجیب قصہ سنایا کہ: ہمارے ایک مسلمان بھائی نے کسی کو مسلمان سمجھ کر سلام کیا؛ حالاں کہ وہ مسلمان نہیں تھا۔

سامنے والے نے پوچھا کہ: آپ نے مجھے کیا کہا؟

انھوں نے جواب میں سلام کا ترجمہ انگریزی میں سمجھایا، اس پر وہ سامنے والا ۔جو عیسائی تھا۔ ایمان لے آیا اور کہنے لگا کہ: ہم لوگ ہمارے ہم مذہب لوگوں سے جب ملتے ہیں تو ہاو(how)یا ہیلو(hello)وغیرہ کہتے ہیں اور تمھارے مذہب میں کتنی اچھی چیز ہے کہ ملاقات کے وقت آپس میں ایک دوسرے کو تین دعائیں دیتے ہیں: ① سلامتی ② رحمت ③ اور برکت۔ اور آج ان تینوں کی بہت ضرورت ہے۔

اس واقعے نے ان کو اسلامی تعلیمات کے مطالعہ کی طرف آمادہ کیا، الحمد للہ! اور وہ مسلمان بھی ہو گئے۔

کانگارو(Kangaroo)نام کا ایک جانور

آسٹریلیا میں کانگارو(Kangaroo)نام کا ایک جانور ہے، اس کے پیٹ

کے باہری حصے میں اللہ تعالیٰ نے قدرتی طور پر ایک تھیلی رکھی ہے، ولادت کے بعد اس کے بچے اس کے ساتھ کھیلتے ہیں اور جب ماں کے دوڑنے کا وقت آتا ہے تو وہ بچے اس تھیلی میں چھپ جاتے ہیں اور ماں ان کو لے کر چلتی ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عجیب و غریب قدرت کا کرشمہ ہے۔

آسٹریلیا اور بیرون کے دیگر مقامات کے میزبان

آسٹریلیا کے سفر میں ڈاکٹر قاسم صاحب ماکڑا ہمارے میزبان تھے، بہت ہی اللہ والے، خداترس آدمی ہیں، ہمارے حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسنؒ کے مرید ہیں، حضرتؒ ہی نے ان کا نکاح پڑھایا تھا۔

دیگر مقامات کے احباب حسبِ ذیل ہیں:

برزبن (Brisbane): ① مولانا امتیاز صاحب خیرگاؤں والے۔

② قاری فیضان صاحب (فاضلِ جامعہ ڈابھیل)۔

③ مولوی ابوبکر متالا۔

④ محمد بھائی منگیرا۔

⑤ مولانا عزیر صاحب۔

میلبون (Melbourne): ① مفتی زیاد راوت صاحب۔

② عمران بھائی بدات، یہ میرے بہنوئی مولانا عبد الصمد جسات صاحب کے داماد ہوتے ہیں اور بڑی بات یہ ہے کہ ہوائی جہاز بنانے والی مشہور کمپنی بوئنگ (Boieng) میں بڑے اونچے عہدے پر ہیں۔

پرتھ (Perth): ① حافظ زکریا صاحب۔

② تاشقند فیملی کے احباب۔

③ مفتی شبیر صاحب (افریقہ والے)

سڈنی (Sydney):

① عدنان بھائی سورت حکیم چیچی والے۔

② مولانا تھانوی صاحب۔

اصل آسٹریلیائی آدی باسی قوم کے نبیوں جیسے اخلاق

برزبن میں تین دن قیام رہا، ڈاکٹر قاسم صاحب کے یہاں جمعہ کے بعد کھانے میں مولانا یوسف صاحب پیر بھی تشریف لے آئے، انھوں نے وہاں کے اصل آسٹریلیائی آدی باسی قوم کے متعلق عجیب عجیب باتیں سنائی کہ: یہاں کے اصل آدی باسی لوگوں کے اخلاق اتنے اچھے اور عمدہ ہیں کہ ہمیں یقین ہوتا ہے کہ کسی نبی کی امت ہوگی؛ یعنی ان کے اخلاق بالکل نبیوں جیسے ہیں؛ لیکن یوروپی سفید لوگ آئے اور انھوں نے اپنی حکومت جمادی، اور یہ اصلی لوگ دب گئے۔

آسٹریلیا کے متعلق مولانا پیر صاحب وغیرہ نے بتلایا: سب سے پہلے یہاں افغانستان کے علاقے کے مسلمانوں کو لایا گیا تھا، یہ ملک بہت بڑا ہے، آبادی بہت کم ہے اور ریگستانی علاقے ہیں تو راستہ بنانے کے لیے افغانی پٹھانوں کو لایا گیا تھا، وہ اونٹ کے ساتھ یہاں آئے تھے، یہاں ان کی قبریں بھی ہیں، انھوں نے آکر یہاں اسلام پھیلایا۔

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے ایک شاگردِ خاص مولانا بشیر دیوان لاجپوری کی عجیب مجاہدانہ دینی محنت

نیوزی لینڈ میں بابو بھائی اکلیرا والے- پہلے اور دوسرے دونوں سفر کے میزبانِ خاص- کے بچوں کے نانا مولانا بشیر صاحب دیوان لاجپوری شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے شاگردِ خاص ہیں، انھوں نے بڑی مشقت اور پابندی کے ساتھ فیجی میں عجیب وغریب دینی خدمات انجام دی، تقریباً پینتیس (۳۵) سال تک وہاں کے جنگل کو آپ نے اپنی دینی محنتوں سے آباد کیا۔

ان کی نماز کی پابندی کا حال یہ ہے کہ پینتیس (۳۵) سال تک کبھی تکبیرِ اولیٰ فوت نہیں ہوئی، اذان سے پہلے مسجد میں آنا اور تمام مصلیوں کے چلے جانے کے بعد مسجد سے جانا، لوگوں کو مسائل کی رہنمائی کرنا، جب لوگ مسائل کے سلسلے میں الجھتے تو کہتے کہ: ابھی نماز کا وقت آئے گا اور مولانا اذان سے پہلے مسجد میں تشریف لے آتے ہیں تو ان سے ہم کو مسائل سیکھنے کو ملیں گے، لوگ نماز کا انتظار کرتے ہیں۔

آپ کی برکت سے پورے فیجی میں مکاتب قائم ہوئے، طلبہ دوسرے ممالک کے دار العلوم میں پڑھنے گئے، پھر فیجی ہی میں بڑے بڑے دار العلوم بن گئے، علما تیار ہوئے اور یہی فضا انھوں نے یہاں نیوزی لینڈ میں آکر بھی قائم فرمائی، ۱۹۵۵ء میں آپ فیجی تشریف لے گئے تھے۔ آپ کے اردو بیانات بھی شائع ہوئے ہیں۔

اور نیوزی لینڈ میں حسین بھائی پارکر، اشرف بھائی صوفی، قاری محمد صاحب پٹیل وغیرہ حضرات نے بھی بڑی خدمت کی۔

اس دوسرے سفر کے موقع پر قاری یوسف صاحب بھولا مدظلہ حضرت دامت برکاتہم کی صحبت سے مستفید ہونے کے لیے باقاعدہ امریکہ سے سفر کر کے نیوزی لینڈ تشریف لائے، ان کے لطائف اور ظرائف سے سفر میں خوب لطف رہا۔

ہرے بھرے درختوں کے درمیان کھولتا ہوا پانی اور دھواں

۲۰۰۷ء کے نیوزی لینڈ (New Zealand) کے پہلے سفر کے موقع پر بابو بھائی ہم کو روٹروا (Rotorua) لے گئے، یہ علاقہ بہت عجیب وغریب ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے جہنم میں آگ کے ساتھ درخت اُگائے ہیں اسی طرح وہاں ہرے بھرے درخت بھی ہیں، بیچ بیچ میں گرم گرم کھولتا ہوا پانی ہے جس میں سے پانی کھولنے کی ڈراؤنی آوازیں بھی نکلتی ہیں اور دھواں بھی خوب نکلتا ہے؛ گویا یہ دنیا میں جہنم کا ایک نمونہ ہے، جب قرآن میں یہ آیت نازل ہوئی کہ جہنم میں زقوم کا ایک درخت ہوگا:

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِیْمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۶﴾ (الدخان)

ترجمہ: یقینی بات ہے کہ زقوم کا درخت، (بڑے) گنہگار (یعنی کافر) کا کھانا ہوگا، (وہ زقوم) سیاہ تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا، وہ (لوگوں کے) پیٹوں میں کھولتے ہوئے پانی کی طرح جوش مارے گا۔

تو مشرکینِ مکہ نے انکار کر دیا تھا کہ: آگ میں کیسے درخت اُگ سکتا ہے؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی اس کا ایک نمونہ دکھا دیا۔

پینگوئن (Penguin) ایک عجیب وغریب قسم کا پرندہ

سن ۲۰۰۷ء کے نیوزی لینڈ کے سفر کے موقع پر ہمارے بارڈولی کے ایک داماد محترم یونس بھائی بھیکو صاحب ہمارے حضرت مفتی احمد صاحب اور مجھے پینگوئن (Penguin) دکھانے لے گئے۔

پینگوئن ایک عجیب وغریب بڑا پرسکون قسم کا پرندہ ہے، اس کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے جیسے کہ کوئی بڑے مولانا شیروانی پہن کر جلوہ افروز ہو، اس کا خوش نما منظر ہوتا ہے، وہ پینگوئن پرندے چڑیاں گھر میں پال کر رکھے ہوئے ہوتے ہیں، ان کے ہر ایک کے گلے میں نمبر ہوتے ہیں، روزانہ ہر ایک کو تین تین مچھلیاں کھلائی جاتی ہے، عجیب نظام ہے، جب ان کا نگران مچھلی لے کر آتا ہے تو پرندہ اپنی ترتیب کے مطابق نمبروار سامنے آتا ہے، جب اس کو تین لقمے دے دیے جاتے ہیں تو وہ واپس چلا جاتا ہے، ہر ایک اپنے نمبر کی ترتیب سے آتا ہے اور تین لقمے کھا کر واپس چلا جاتا ہے، کاش! ایسی ترتیب اور قناعت ہم انسانوں میں بھی آجاوے!!!

سطحِ سمندر پر شیشے کی ہوٹل

نیوزی لینڈ کے پہلے سفر کے موقع پر محترمہ ”حفصہ بہن بودی“ کے شوہر ہم کو ایک ہوٹل لے گئے، جو سمندر کی سطح کے برابر اور اس سے نیچے پوری شیشے کی بنی ہوئی تھی، وہاں بیٹھ کر چائے ناشتہ کرتے ہوئے سمندر کی چیزوں کو دیکھنے کا عجیب لطف آتا ہے، پانی ہوٹل کی چہار دیواری کے ساتھ لگا ہوا رہتا ہے۔

جہاں سب سے پہلے سورج طلوع ہوتا ہے

نیوزی لینڈ میں وِیلنگ ٹن (Wellington) کے آگے ''اِنور کارگل'' نام کی ایک جگہ ہے، کہتے ہیں کہ: دنیا میں کعبۃ اللہ سے سب سے دور مسجد وہاں تعمیر کی گئی ہے اور فیجی میں ٹویِنی (Taveini) ایک جزیرہ ہے، اِنور کارگل اور ٹویِنی ان دونوں کے متعلق یہ بات کہی جاتی ہے کہ: روزانہ سورج سب سے پہلے انہی دو جگہوں پر طلوع ہوتا ہے اور اِنور کارگل کے آگے جاکر ساؤتھ پول کا بورڈ آتا ہے؛ یعنی اب یہاں سے دنیا ختم۔

کچھ لوگ فیجی اور نیوزی لینڈ کے ان علاقوں میں جماعت میں جاتے ہیں، وہ وہاں جانے کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں اور جاکر دعا کرتے ہیں: اے اللہ! دنیا کی جانبِ مشرق میں تیرے دین کی اشاعت کے لیے سفر کرتے کرتے دنیا کے آخری شرقی کنارے تک پہنچ گئے اب اس کے آگے کوئی زمین نہیں ہے، اگر ہوتی تو وہاں بھی دین کی اشاعت کے لیے جاتے، ایسے جذبات کے لوگ بھی یہاں آتے ہیں۔

پناما میں دو سمندروں کے سنگم کا قابلِ دید نظارہ

پناما میں دو سمندر: بحرِ اٹلانٹک (Atlantic Ocean) اور بحرِ پیسافک (Pacific Ocean) کو جوڑنے کا جو نظام ہے وہ اللہ نے انسان کو عقل کی جو نعمت دی ہے اس کی عجیب وغریب طاقت کا ایک کرشمہ ہے، ایک سمندر اونچا، دوسرا سمندر نیچا، دونوں کو برابر کرنے کا جو نظام ہے وہ عجیب وغریب اور قابلِ دید ہے۔

میرے مخلص میزبان: حاجی زبیر سامرو دوالے اور حاجی ابراہیم نواپور والوں نے بہت اچھی طرح وہاں کی سیر کروائی۔

دو جہازوں کے درمیان ایک ملک کی حاضری اور نماز باجماعت کی سعادت

آسٹریلیا سے واپسی میں پرتھ سے ایک جہاز کے ذریعے انڈونیشیا کے جزیرہ ''بالی'' پہنچے، یہ بحرِ ہند میں واقع ایک نہایت خوب صورت جزیرہ ہے جہاں لوگ بکثرت سیر وسیاحت کے لیے آتے ہیں۔

فجر کی نماز پرتھ میں ادا کی، اور وہاں سے بالی پہنچے، امگریشن اور ویزا کی کارروائی بفضل اللہ! بہت ہی آسانی سے چند منٹوں میں مکمل ہوگئی، اس کے بعد ایک کار کے ذریعے ایئر پورٹ سے چند کلو میٹر کے فاصلے پر ایک مسجد گئے، وہاں جاکر فارغ ہوئے، مختصر آرام کیا۔

مسجد کے اذان کے مائک میں زور زور سے قرآنِ مجید کی قرأت جاری تھی؛ تاکہ راستے سے گذرنے والے بھی سن سکیں۔

تھوڑی دیر میں اذان ہوئی اور ہم نے باجماعت نماز ادا کی، پھر وہاں سے ایئر پورٹ پہنچے، ایئر پورٹ پر عصر کی نماز اور کھانے سے فارغ ہوئے اور وہاں سے ایئر ایشیا (Air Asia) کا ہوائی جہاز ملیشیا ہوتے ہوئے بمبئی کے لیے تھا، اس جہاز نے ہمارے ملک میں مسافروں کو لے کر چلنے والا بڑا آٹو رکشا (ہوائی) کا احساس کروایا۔

حضرت مدظلہ فرمانے لگے: یہ بھی اس طرح کا شاید پہلا موقع تھا کہ دو جہاز کے درمیان (Transit) کسی ملک کی مسجد میں جاکر باجماعت نماز ادا کی۔

باربادوز میں ایک عجیب وغریب غار

بارباڈوز میں ایک عجیب وغریب غار ہے، حافظ اعزاز صاحب کاریا اور حاجی محمد علی بھائی بھانا کے اصرار پر پہلے سفر کے موقع پر وہاں جانا ہوا، اس غار میں باقاعدہ چھوٹی چھوٹی گاڑیاں چلتی ہیں، اس میں سفید برف کی شکل میں ایک عجیب وغریب قدرتی مادہ بھی جمتا ہے، یہ اللہ کی قدرت ہے۔

کہتے ہیں کہ: ہریسن (Harrison) نام کا کوئی شخص تھا، اس کی بھینس گم ہو گئی تھی، وہ اس کو ڈھونڈنے کے لیے نکلا تھا اور غار دریافت ہوا، تب سے اس کا نام ہریسن کیو (Harrison Cave) بن گیا۔

سمندر کے اندر عجیب وغریب مخلوقات

بارباڈوز کے سفر میں سب مرین (Submarine) کے اندر بیٹھنے کا بھی اتفاق ہوا، پانی کے کافی اندر تقریباً ۱۲۰ میٹر کی گہرائی تک وہ سب مرین میں بٹھا کر لے جاتے ہیں۔

اس میں بیٹھنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ سمندر کے اندر کیسی عجیب وغریب اللہ تعالیٰ کی مخلوقات ہیں، قسم قسم کی مچھلیاں، قسم قسم کے جانور، قسم قسم کے پتھر اور سمندر کی تہہ کی زمین، یہ عجیب اللہ کی قدرت کے نمونے ہیں۔

نشہ آور چیزوں کی خطرناک عادت

بہت سے ملکوں میں منشیات (drax) پر بڑی پابندی ہے؛ البتہ غیر قانونی

طور پر اس کا خوب رواج ہے، ہاں! اگر کسی بیماری یا کسی اور ضرورت کے موقع پر ڈاکٹر خاص مقدار میں اس کو تجویز کرے تو اتنی مقدار کی قانوناً اجازت ہوتی ہے۔

ایک مسلم ڈاکٹر صاحب کے پاس دو مسلم بچے ڈرگس کی اجازت کا کاغذ لکھوانے کے لیے آئے؛ لیکن ڈاکٹر صاحب نے ان کو لکھ کر نہیں دیا؛ کیوں کہ واقعی ان بچوں کو ضرورت بھی نہیں تھی، ڈاکٹر صاحب نے ان کی خیر خواہی میں نہیں لکھا، بات پوری ہو گئی، کچھ دنوں کے بعد ڈاکٹر صاحب کی گاڑی کے ٹائر (Tire) کٹ گئے، ڈاکٹر صاحب بہت حیران ہوئے کہ کس نے میری گاڑی کے ٹائر کاٹ دیے، پھر انھوں نے اس کو ٹھیک کروا دیے۔

کچھ دنوں کے بعد پھر ان کی گاڑی کے ٹائر کاٹ دیے گئے، ڈاکٹر صاحب بہت حیران ہوئے کہ: یہ کیا شرارت ہو رہی ہے؟ میں تو ہر ایک کے ساتھ خدمت کا برتاؤ کرتا ہوں، کسی کو میری طرف سے تکلیف نہیں پہنچتی ہے۔

تحقیق کرنے کے بعد (c.c.tv) کیمرہ وغیرہ کے ذریعے ان کو پتہ چلا کہ وہی دو بچے۔جن کو ڈرگس کا کاغذ لکھنے کو منع کر دیا تھا۔یہ حرکت کر رہے ہیں۔

اندازہ لگاؤ کہ ڈرگس کا ماحول کتنا خطرناک ہے جس کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب کو نقصان اٹھانا پڑا!

یہ نشہ والی چیزوں کی عادت اتنی خطرناک ہوتی ہے کہ انسان اپنی عادت پوری کرنے کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے؛ اس لیے دعا، دوا، اور تدبیر کے ذریعے اس سے بچنے بچانے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

اسلامی لباس کا عمدہ اثر: پہلا واقعہ

میلبون (Melbourne) کے ایئر پورٹ پر تھے، کچھ غیر مسلم عیسائی لڑکیوں نے حضرت اقدس مفتی صاحب مدظلہ، قاری عبدالحنان صاحب، مولانا امتیاز صاحب خیر گامی اور بندہ محمود وغیرہ کو دیکھا، ہمارے اسلامی مکمل لباس دیکھے، جناب احمد بھائی منگیرا اوکلینڈ (Auckland) والے، وہ تو عمامہ کے ساتھ تھے۔

وہ عیسائی لڑکیاں ۔ جو بہت عجیب وغریب لباس پہنے ہوئی تھیں ۔ ہمار کپڑے دیکھ کر کہنے لگیں: آپ لوگ بہت ہی اِسمارٹ (Smart) اور بہت ہی اچھے نظر آرہے ہو، اور بہت ہی متأثر ہو کر بار بار اسلامی لباس کی تعریف کرنے لگیں۔

یہ تو انھوں نے ہمارے ظاہری لباس کو دیکھ کر کہا، اگر وہ ہمارے حقیقتِ اسلام کو دیکھتے تو پتہ نہیں کتنے متاثر ہوتے؟

دوسرا واقعہ

بندے کے ساتھ اِس سے پہلے اِس طرح کا ایک اور واقعہ پیش آیا، جب ۱۹۹۹ءختم ہو کر ۲۰۰۰ء کا سن شروع ہو رہا تھا، اس رمضان میں پہلی مرتبہ پناما کا سفر ہو رہا تھا، عید کے دن حافظ رشید صاحب (کالا کاچھا والے)، ہمارے بارڈولی کے بھائی اسماعیل پٹیل وغیرہ کے ساتھ نہر وغیرہ کی طرف تفریح کے لیے جانا ہوا۔

ظہر کی نماز پڑھنے کے لیے ہم لوگ ایک جگہ رکے، اور ایک گارڈن میں باجماعت نماز پڑھی، وہاں بہت ساری عیسائی لڑکیاں جمع ہو کر اپنے مبائل میں ہماری نماز کے فوٹو لینے لگیں، پھر ہم جب پناما کینل پر پہنچے تو عیسائی لڑکیوں نے آکر باقاعدہ

پناما کی زبان میں درخواست کی، حافظ رشید صاحب نے ہم کو سنایا کہ: وہ یوں کہہ رہی ہیں کہ: آپ کا یہ اسلامی لباس ہم کو بہت اچھا لگ رہا ہے، ہم لوگ چاہتے ہیں کہ: ہم آپ کے ساتھ ایک فوٹو (Selfie) لیویں۔

ہم نے ان کو معذرت کردی اور اسلام کی تعلیمات سے ان کو روشناس کرایا۔

اِس سے اندازہ لگاؤ کہ ہمارے اسلامی لباس کا کتنا عمدہ اثر ہوتا ہے!!!

حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم کا چہرہ دیکھ کر ایک ایئر ہوسٹس کے ایمان لانے کا عجیب واقعہ

جس سال فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کا رمضان دارالعلوم زکریا ساؤتھ افریقہ میں ہوا تو حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ بھی اخیری دس دن کے لیے تشریف لائے تھے (اس وقت مرولی ریلوے اسٹیشن تک فلائنگ رانی ٹرین پر الوداع کے لیے جانے کی سعادت بندہ محمود کو حاصل ہوئی تھی) رمضان کے بعد حضرت کا چار ملکوں کا سفر ہوا:

① زمبابوے (zimbabwe)۔

② ملاوی (malawi)۔

③ زامبیا (zambia)۔

④ بوٹسوانا (Botswana)۔

اِس سفر میں میری خوش نصیبی تھی کہ میں بھی حضرت کے ساتھ ساتھ رہا، زمبابوے، ملاوی، زامبیا، اور جوہانسبرگ سے ہو کر ہم بوٹسوانا گئے۔

اس سفر میں ایئر بوٹسوانا سے ہمارا چار (۴) بجے سفر تھا، بوٹسوانا کے شہر گیبرون (Gaborone) کے لیے جب سوار ہوئے تو اس فلائٹ میں میری اور حضرت کی سیٹ سب سے اخیر میں تھی، حضرت اپنا کوئی وقت ضائع نہیں کرتے تھے، معمول کے مطابق آپ نے قرآن کا مصحف نکال کر تلاوت شروع کردی۔

جب ایئر ہوسٹس (Air Hostess) کھانا لے کر آئی تو حضرت کو دیکھ کر اس نے مجھ سے پوچھا کہ: حضرت نے اپنے چہرے پر کونسا کریم (Cream) لگایا ہے جس سے حضرت کا چہرہ بہت چمکتا ہوا معلوم ہوتا ہے؟

میں نے کچھ جواب نہیں دیا۔

اس نے پھر آکر دوسری مرتبہ مجھ کو پوچھا اور میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

گیبرون اترنے سے پہلے پہلے حضرت نے مجھ سے پوچھا: وہ کیا کہہ رہی تھی؟

میں نے کہا: وہ پوچھ رہی تھی کہ: آپ چہرے پر کونسا کریم استعمال کر رہے ہیں جس سے آپ کا چہرہ چمکتا ہوا ہے۔

حضرت نے مجھ سے کہا کہ: اس کو کہو کہ: یہ ایمان کا نور ہے، وہ جب کلمہ پڑھے گی، ایمان لائے گی تو اللہ اس کو بھی ویسا ہی نور مرحمت فرمائیں گے۔

میں نے اس کو یہی جواب دیا۔ اس نے اترنے سے پہلے میرا پتہ بھی لے لیا، اور اپنا تعارف کروایا کہا کہ: گیبرون میں رہتی ہے، ایئر بوٹسوانا کے لیے کام کرتی ہے۔

ہم گیبرون پہنچے، پھر وہاں کے پروگرام سے فارغ ہو کر جوہانسبرگ پہنچے، اس کے بعد اس نے مجھ سے رابطہ رکھا اور ہم نے ایک دوسرے سے دینی امور میں خط و کتابت شروع کی اور چار (۴) مہینے کے بعد اس نے کلمہ پڑھا اور اسلام لے آئی، اس کا

نام جمیلہ رکھا اور وہ ہمیشہ مجھے کہتی تھی کہ:

حضرت جیسا چہرہ میں نے کبھی بھی نہیں دیکھا، اس کے بعد اس کی شادی بھی ہوئی، اب ایمان کے ساتھ وہ رہتی ہے۔

یہ حضرت کی کرامت اور حضرت کا اخلاص ہے۔

نوٹ: اِس قصے کے راوی مفتی یعقوب منتی صاحب افریقہ والے ہیں۔

ہمارے حضرت کے متعلق امام الفن قاری سلیمان صاحب مدرسہ تجوید القرآن دہلی کے عجیب کلمات

کئی سال پہلے حضرت دامت برکاتہم کی معیت دہلی میں واقع مدرسہ تجوید القرآن میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی، بیرونی ملک کے دوسرے اکابر بھی تھے، حضرت قاری سلیمان صاحب نے ایک شاندار استقبالیہ جلسہ کیا، جس میں بچوں کا قرآن سنایا اور حضرت کے نورانی چہرے اور نورانی اخلاق سے بہت ہی متأثر ہوئے اور جلسے میں علی الاعلان اس کا تذکرہ کیا اور ایک شعر حضرت کے متعلق پیش کیا:

کہاں چھپ سکتا ہے پیشِ ذی شعور	مردِ حقّانی کی پیشانی کا نور

بندے کو بخاری شریف کا ایک واقعہ یاد آگیا جس میں ہجرت کے بعد جب حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی سب سے پہلی مرتبہ زیارت کی تو ان کے تأثرات یہ تھے: انه لیس بوجه کذاب۔

یعنی یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اکابر کے ظلِ بابرکات کو تادیر صحت وعافیت کے ساتھ ہم پر

باقی فرمائے، آمین۔

ہوائی جہاز میں ملنے والے کھانے کے متعلق بہترین مشورہ

ہمارے بہت سارے بھائی جب ہوائی جہاز میں سفر کرتے ہیں تو کھانا لیتے نہیں ہیں یا لینے کے بعد معمولی کھا کر واپس کر دیتے ہیں، اس میں کھانا ضائع ہونے کا بڑا خطرہ لگا رہتا ہے، مناسب یہ ہے کہ جو کھانا وے جی ٹیبل (VG Table) یا حلال کھانا ہو یا مشروبات ہو وہ لے لیا جائے اور خود کو ضرورت نہ ہو تو تھیلی میں ساتھ لے لیویں، ان شاء اللہ! وہ کسی دوسرے کو کام آوے گا۔

بندے کا اس پر معمول رہا ہے کہ عام طور پر میں ہوائی جہاز سے کھانا لے لیتا ہوں اور جہاں جانا ہو وہاں میں کسی کو ہدیہ کر دیتا ہوں؛ چوں کہ اس کی قیمت ہم ٹکٹ میں ادا کر ہی دیتے ہیں اس لیے اس کے لے جانے میں ہمارے لیے کوئی بری بات نہیں ہے۔

ہوائی جہاز میں ملنے والے کھانے کی قدردانی کا ایک واقعہ

ایک مرتبہ میں بمبئی سے بوٹسوانا جا رہا تھا، بمبئی سے بوٹسوانا تک ایک جگہ درمیان میں جہاز تبدیل کرنا تھا، اِس سفر میں میرے مشفق ومحسن حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم کچھ پہلے تشریف لے گئے تھے۔

حضرت ملاوی سے بوٹسوانا تشریف لانے والے تھے اور بندہ بمبئی سے بوٹسوانا پہنچ رہا تھا۔

میں نے معمول کے مطابق ہوائی جہاز کا کھانا لے لیا، جب میں ایئر پورٹ پر اترا تو تو وہاں مولانا سلیم صاحب کے مدرسے کی گاڑی مجھے لینے آئی تھی اور کچھ مقامی

افریقن سیاہ فام طلبہ بھی استقبال کے لیے تھے، ان کو میں نے کھانا پیش کر دیا، انھوں نے بہت شوق اور رغبت سے کھایا، ایسا لگ رہا تھا کہ مدرسے میں کھانا تیار ہوا اس سے پہلے مجھے ایئر پورٹ پر لینے آچکے ہوں گے اور ان کو کافی بھوک لگی تھی، ایک ایک لقمہ انھوں نے پوری قدردانی کے ساتھ کھایا۔

دوسرا واقعہ

اسی طرح کا ایک واقعہ اس طرح پیش آیا کہ ڈربن سے جوہانسبرگ حضرت اقدس مفتی احمد صاحب مدظلہ العالی، مفتی یعقوب صاحب منتی، مفتی فاروق صاحب منتی کی معیت میں سفر ہو رہا تھا، ہم لوگ ڈربن سے کھانا کھا کر چلے تھے، ہوائی جہاز میں کھانے کا کوئی تقاضا نہیں تھا۔

ہوائی جہاز میں سب کو برگر (Burger) دیے گئے، میں نے تمام ساتھیوں سے برگر جمع کر لیے، ہم تقریباً آٹھ ساتھی تھے، جب ہم جوہانسبرگ ایئر پورٹ پر اترے تو وہاں ایئر پورٹ کے باہر کچھ فقیر قسم کے لوگ بے چارے بھوکے تھے، ان کو وہ برگر دے دیے تو انھوں نے بہت شوق سے قبول کیا اور فوراً کھایا اور بہت دعائیں دی۔

تیسرا واقعہ

ایک مرتبہ موزامبیق (Mozambique) کی راج دھانی میپوٹو (Maputo) سے ٹیٹ (Tet) جا رہا تھا، ملاوی کے احباب گاڑی کے ذریعے مجھے ٹیٹ سے ملاوی لے جانے والے تھے، رمضان کا مہینہ تھا، ہوائی جہاز میں جو ناشتہ ملا وہ اور پلاسٹک کی پلیٹیں چمچیاں وہ بھی میں نے ساتھ لے لی، پھر ہم لوگ ٹیٹ ایئر پورٹ سے ملاوی

لیلونگوے جانے کے لیے نکلے تو راستے میں کچھ غریب آبادیوں سے گزر ہوا۔

درمیان میں نماز کے لیے رُکے، ایک جگہ استاذ بچوں کو پڑھا رہے تھے، جو کچھ کھانا اور ہوائی جہاز کا سامان لیا ہوا تھا وہ ان کو ہدیہ دے دیا، انھوں نے بہت خوشی خوشی قبول کیا۔

ان غریبوں کے لیے یہ نعمت بھی بہت بڑی ہوا کرتی ہے؛ اسی لیے ہوائی جہاز سے ملنے والی ان چیزوں کو لے کر ہم صدقہ کر سکتے ہیں۔

نوٹ: اسٹیل اور شیشے کے برتن، اوڑھنے کی شال اور کمبل جو صرف استعمال کے لیے دی جاتی ہے وہ جہاز ہی میں چھوڑ دیں، وہ ساتھ میں نہ لے جاویں۔

سفر کے متعلق چند ضروری ہدایات

اپنے سفر نامہ کی پہلی جلد میں سفر کے متعلق بہت ساری ہدایات لکھ چکا ہوں؛ پھر بھی چند ہدایات اس تیسری جلد میں لکھ رہا ہوں؛ چوں کہ تجربات سے انسان بہت کچھ حاصل کرتا ہے، سفر در سفر جاری ہے اور نئے تجربات سے نئی نئی باتیں سامنے آتی رہتی ہیں:

① جب کسی منزل پر پہنچتے ہیں اور وہاں جہاز سے نکل کر ہم اپنا سامان لیتے ہیں تو جلد بازی میں اپنا بیگ چیک نہیں کرتے؛ حالاں کہ اس وقت بیگ کو اچھی طرح چیک کر لینا چاہیے، بہت سی مرتبہ یہ ہوتا ہے کہ ہمارا بیگ تو اچھا تھا؛ لیکن اب جہاں پہنچے تو بیگ پھٹا ہوا ہے تو ہم اسی وقت ہوائی جہاز کمپنی سے قانونی کارروائی کر سکتے ہیں، اس کی طرف خصوصی دھیان دیں۔

بہتر یہ ہے کہ جہاں سے روانہ ہوں اس وقت جب جہاز والوں کو سامان جمع کرواتے ہیں تب موبائل میں ہمارے بیگ کی تصویر لے لیں، سامان نہ پہنچے یا گم ہو جائے تو تلاش میں اس سے بڑی سہولت رہتی ہے۔

② پہلے نیٹ پر چیک کر کے بورڈنگ کارڈ (Boarding Card) لے لیں، اور ہوائی جہاز میں داہنی طرف کی جگہ لیں؛ تاکہ استنجا کے لیے آنے جانے میں سہولت رہے، اسی طرح ایسی جگہ سیٹ پسند کریں کہ کھڑکی سے ہم سورج کا طلوع اور غروب دیکھ سکیں؛ تاکہ ہمارے لیے نماز پڑھنے میں سہولت رہے۔

③ ہوائی جہاز کے سفر میں جب ٹکٹ بنوائیں تو اسی وقت معذوروں کے لیے وئیل چیئر اور ہمارا سبزی والا کھانا یا فروٹ وغیرہ کو صراحتاً لکھوا دینا چاہیے۔

④ ایک سہولت یہ ہوتی ہے کہ ہمارے ساتھ اگر کوئی وہیل چیئر والا ساتھی ہو تو اس کی وجہ سے ہوائی لائن کی کمپنی کو درخواست کریں گے تو وہ سیٹ آگے کی طرف دیتے ہیں، اِس سے بھی بڑا فائدہ ہوتا ہے۔

ہمارے حضرت مفتی احمد صاحب دامت برکاتہم ابھی ضعف کی وجہ سے جہاز کے سفر میں وہیل چیئر میں چلتے ہیں، ایئرپورٹ میں خوب لمبے لمبے فاصلے ہوتے ہیں، آپ کی برکت سے ہمیں جس طرح دنیا میں اور بہت سارے فائدے حاصل ہوتے ہیں اسی طرح ہوائی جہاز میں بھی ہمیں آگے سیٹ مل جاتی ہے اور دوسری بہت ساری قانونی کارروائیاں بھی آسانی سے ہو جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ اس صحبت کی برکت سے آخرت میں بھی خوب فوائد عطا فرماوے۔

⑤ جو لوگ ہوائی جہاز میں کثرت سے سفر کرتے ہیں وہ کارڈ بھی بنوالیویں،

ہوائی جہاز کمپنیوں کے آپس میں گروپ ہوتے ہیں جیسے کہ سٹار ایلائنس وغیرہ، جب ہم سفر کریں تو اس ٹکٹ سے سفر کے میل کی مقدار درج (Miles) کروا دیں، جس کی وجہ سے بعض مرتبہ کچھ خاص مقدار میں مائی لیج ہو جانے پر ٹکٹ مفت بھی مل جاتا ہے، اور بعض مرتبہ سامان بھی زیادہ لے جانے کی اجازت ملتی ہے، اور بھی بہت سے فوائد ہوتے ہیں، اس سے بھی فائدہ اٹھانا چاہیے۔

⑥ جب ایک سفر میں دو تین ہوائی جہاز بدلنے ہوں تو ایک ہی کمپنی کے ایک ہی ٹکٹ سے ایک ہی پی این آر (PNR) نمبر سے تمام ٹکٹ بنوائیں۔

اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ہوائی جہاز کمپنی قانونی طور پر منزلِ مقصود تک لے جانے کی ذمے دار ہو جاتی ہے، مثلاً بمبئی سے کینڈا جا رہے ہیں۔ بمبئی سے دبئی، دبئی سے پیریس، پیریس سے ٹورنٹو۔ تو ایک ہی پی این آر کی ٹکٹ لینا چاہیے، اگر خدانخواستہ کوئی ہوائی جہاز تاخیر سے ہو گیا اور آگے والا ہوائی جہاز چھوٹ گیا تو اسی ہوائی جہاز کمپنی کی ذمے ہے کہ وہ دوسرا معقول انتظام کر کے پہنچائے۔

⑦ ملک و بیرونی ملک کے سفر میں اگر ہمارا کھانے وغیرہ کا کوئی پرہیز ہے تو میزبان کو اطلاع دے دینی چاہیے؛ کیوں کہ وہ لوگ مہمانوں کے لیے بہت محنت سے عمدہ چیزیں بنواتے ہیں اور بعض مرتبہ ہمارا اسی چیز کا پرہیز ہوتا ہے؛ اس لیے اس کی طرف بھی خاص توجہ دینی چاہیے۔

مصر کے سفر

کی

کارگزاری

مصر کے رفقائے سفر کے اسمائے گرامی

① مفتی محمود، بارڈولی۔

② مولانا ناصر شیخ صاحب، نوساری۔

③ مولانا صادق غلام علی لہر مانیکپوری۔

④ حاجی عبدالصمد گھونسلا، کڈوڈ۔

⑤ حاجی ایوب وہرا کھمبھاتی، کچھولویؒ۔

⑥ سراج الدین بن مرحوم حاجی شوکت قریشی، دمن۔

⑦ آصف میمن، دمن۔

⑧ حاجی بلال کاریا، بارڈولی۔

⑨ حاجی شاہد بھملا، بارڈولی۔

⑩ رفیق بھائی لونت۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰہ نَحْمَدُہُ وَنَسْتَعِیْنُہُ وَنَسْتَغْفِرُہُ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھادِیَ لَہ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہُ لَاشَرِیْکَ لَہ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہُ وَرَسُوْلُہ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَ اَھلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً اَمَّا بَعْدُ!فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ٥بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ٥

وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ ٘ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ.

ترجمہ:اور مصر کے جس آدمی نے ان (یوسف) کو خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ:تو اس (یوسف) کو عزت سے رکھنا، شاید یہ ہم کو کام آجائے یا ہم اس کو اپنا بیٹا بنالیں گے اور (جس طرح کنویں سے ہم نے یوسف کو نکالا) اسی طرح ہم نے یوسف کو (مصر کی) زمین میں عزت کی جگہ دی اور اس واسطے کہ ہم ان (یوسف) کو کچھ باتوں کا صحیح مطلب نکالنا سکھا دیں۔

وقال تعالیٰ: **فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى یُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ وَ قَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ ؕ۝۹۹**

ترجمہ:سو جب وہ سب یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچے، تو انھوں نے (یعنی

یوسف علیہ السلام نے) اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی اور (یوسف علیہ السلام نے) کہا کہ: تم سب مصر میں داخل ہو جاؤ، ان شاء اللہ ہر طرح امن وامان (چین واطمینان) کے ساتھ رہو گے ﴿۹۹﴾

وقال تعالیٰ: وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۙ﴿۱﴾ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۙ﴿۲﴾ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۙ﴿۳﴾

ترجمہ: قسم کھاتا ہوں انجیر کی اور زیتون کی ﴿۱﴾ اور طور پہاڑ کی (جو) سینا کے صحرا میں ہے ﴿۲﴾ اور اس امن والے شہر (مکہ) کی ﴿۳﴾

محترم حضرات!

الحمد للہ! اسفار کی کارگزاری کی نسبت سے اس مسجد میں یہ تیسری مجلس ہے۔

بخارا، سمرقند کی کارگزاری کی مقبولیت

اس سے پہلے بخارا، سمرقند، ترمذ کی کارگزاری کے لیے ہم یہاں جمع ہوئے تھے، پتہ نہیں ہمارے یہاں کے ساتھیوں کا کیسا اخلاص ہے کہ اُس سفر کی کارگزاری کو ایک ہی رات میں تقریباً ساڑھے تین ہزار لوگوں نے مختلف ملکوں میں ڈاؤنلوڈ (Downloads) کیا اور سنا اور بعد میں اللہ کے کرم سے وہ کارگزاری اردو، گجراتی زبان میں کتابی شکل میں بھی شائع ہو گئی۔

دوسری مجلس میں ملکِ شام یعنی اردن، اور فلسطین اور ترکی کی کارگزاری ہوئی تھی، اور آج اس تیسری مجلس میں ہم ان شاء اللہ! سفرِ مصر کی کارگزاری پر بات کریں گے، دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کو پوری امت کی ہدایت کا ذریعہ بنائے، آمین۔

مصر جانے کی چاہت اور مصر کا سفر

ایک مدت سے چاہت تھی کہ مصر کی زیارت کریں؛اس لیے کہ مصر سے ہمارا روحانی اور ایمانی رشتہ ہے، برادرِ مکرم مفتی طاہر (باکس والا صاحب) کے سفرِ مصر کے بعد میرا شوق اور بھی بڑھ گیا، ششماہی امتحانات کے بعد ہمارے مدرسے میں ایک ہفتے کی تعطیل ہوتی ہے، ویسی تو کئی ملکوں کی دعوت چل رہی تھی؛ لیکن یہ طے ہوا کہ اگر ملکِ مصر کا ویزا حاصل ہو گیا تو وہیں کے سفر کو ترجیح دیں گے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں مصر کے سفر کی سعادت عطا فرمائی۔

مصر سے ہمارا ایمانی وروحانی رشتہ اور قرآن میں مصر کا تذکرہ

سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ مصر سے ہمارا روحانی اور ایمانی رشتہ کیا ہے اور کیسے ہے؟

مصر جس کو آج کل لوگ اجپت (Egypt) کہتے ہیں؛ حالاں کہ اس کو اجپت نہیں کہنا چاہیے؛ بلکہ مصر ہی کہنا چاہیے؛اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن میں مصر ہی فرمایا ہے: سورۂ یوسف کی آیت نمبر اکیس (21):

وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ

اور آیت نمبر ننانوے (99): وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ ﴿۹۹﴾

اس میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف لفظ ’’مصر‘‘ استعمال فرمایا ہے۔

اور آیت نمبر تیس (30) میں مصر کے لیے لفظ ’’مدینہ‘‘ استعمال کیا ہے:

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾

ترجمہ: اور شہر (یعنی مصر) میں عورتیں باتیں کرنے لگیں کہ: عزیز کی بیوی (زلیخا) اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے اپنے نوجوان غلام کو پھسلاتی ہے، اس (نوجوان یوسف) کی محبت اس عورت (یعنی عزیز کی بیوی) کے دل میں بیٹھ گئی ہے، ہم تو یقینی طور پر یہ مانتے ہیں کہ وہ (عزیز کی بیوی) کھلی ہوئی گمراہی (یعنی غلطی) پر ہے۔

اور آیت نمبر تہتر (73): قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾

ترجمہ: وہ (گیارہ بھائی) بولے کہ: اللہ کی قسم! پکی بات ہے کہ تم کو تو معلوم ہے کہ ہم (ملکِ مصر میں) فساد پھیلانے کے لیے نہیں آئے اور ہم چوری کرنے والے لوگ نہیں ہیں۔ ﴿۷۳﴾

اور آیت نمبر اسی (80): فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۰﴾

ترجمہ: میں تو ہرگز اِس زمین (یعنی ملکِ مصر) سے ہٹ کر نہیں جاؤں گا یہاں تک کہ میرے ابا مجھے (گھر واپس آنے کا خود) حکم دیویں، یا تو اللہ تعالیٰ ہی میری مشکل کو سلجھا دیویں اور وہ (اللہ تعالیٰ) تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں۔ ﴿۸۰﴾

اور آیت نمبر چھپن (56): وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے یوسف کو ملک (یعنی مصر) میں بااختیار بنا دیا۔

اِن تین آیات میں اللہ تعالیٰ نے مصر کے لیے ''الارض'' کا لفظ استعمال فرمایا

ہے،اس سے اندازہ لگاؤ کہ کم از کم چھ (6) آیتوں میں ملکِ مصر کے نام کا تذکرہ ہے۔

وادئ سینا بھی مصر میں ہے

اس سے آگے جہاں اللہ تعالیٰ نے ''وادئ سینا'' کا تذکرہ کیا ہے، یہ تو اتنی مبارک جگہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کی قسم کھائی ہے اور وہ بھی مکہ جیسی سرزمین کے ساتھ اس کی قسم کھائی گئی:

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝۱ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝۲ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝۳

ترجمہ: قسم کھاتا ہوں انجیر کی اور زیتون کی ﴿۱﴾ اور طور پہاڑ کی (جو) سینا کے صحرا میں ہے ﴿۲﴾ اور اس امن والے شہر (مکہ) کی ﴿۳﴾

یہ پوری ''وادئ سینا'' مصر میں ہے۔

قرآن مجید میں تقریباً اٹھائیس (28) پاروں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ آیا ہے، صرف دو پارے: چودہ (۱۴) اور انتیس (۲۹) میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اکثر واقعات مصر میں پیش آئے۔

اس سے اندازہ لگاؤ کہ اِس مصر سے ہمارا کتنا بڑا روحانی رشتہ ہے۔

مصر نام کی وجہ

یہ مصر نام کیسے رکھا گیا؟ تو ایسے ہر محدود شہر کو ''مصر'' کہتے ہیں۔ مصر کا معنیٰ آتا ہے ''حد''۔ رات اور دن کے درمیان اللہ تعالیٰ سورج کو کھلی ہوئی حدِ فاصل بناتے ہیں، دو پانیوں کے درمیان جو آڑ ہوتی ہے اس کو بھی ''ماصر'' کہا جاتا ہے؛ لیکن یہاں مصر سے ایک خاص ملک مراد ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے ایک صاحب زادے کا نام ''سام بن نوح'' ہے، یہ آپ کے اُن تین بیٹوں میں سے ہیں جو آپ کے ساتھ کشتی میں سوار تھے، اسی سام بن نوح کے بیٹے یعنی حضرت نوح علیہ السلام کے پوتے کا نام ''مصرائیم'' تھا، ان کے نام کی نسبت سے اس علاقے کا نام ''مصر'' بنا۔

سام بن نوح کی قبر مصر میں بتائی جاتی ہے، ایک سینوگاک تھا یعنی یہودیوں کی عبادت کی جگہ، اسی میں حضرت سام بن نوح کا مزار تھا، یہودیوں کی عبادت گاہ کے ختم ہونے کے بعد اس جگہ مسجد کی تعمیر ہوئی۔ یہ ایک وجہِ تسمیہ ہے۔

مصر سے ایمان تازہ کرنے والا روحانی رشتہ

بھائیو! ایمان تازہ کرنے والا ایک اور روحانی رشتہ مصر سے آپ کو بتاؤں:

ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دادی اماں جن کی برکت سے امت کو صفا، مروہ کی سعی میسر آئی، جن کی برکت سے زمزم ملا؛ یعنی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا وہ بھی ملکِ مصر کی تھیں۔

واقعہ بہت لمبا ہے، مختصر یہ کہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں جلانے والا واقعہ پیش آنے کے بعد اپنے وطن بابل سے چل کر مصر پہنچے، آپ کی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا بہت خوب صورت تھیں، اس زمانے کا بادشاہ جو فرعون تھا اس نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ زنا کرنے کی کوشش کی، اللہ تعالیٰ نے اس کو زنا میں ناکام کیا اور اس نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی کرامت دیکھی تو اپنی بیٹی یعنی شہزادی ہاجرہ کو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کے لیے دے دیا۔

اِس کا تفصیلی واقعہ خطباتِ محمود جلد (۴) میں آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

اسی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دوسرا نکاح ہوا، پھر انھیں کے پیٹ سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے جن کو ہم ''ذبیح اللہ'' کہتے ہیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے خاندان میں ایک ہی نبی پیدا ہوئے، وہ ہیں میرے اور آپ کے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، یوں کہہ لیجیے کہ مصر سے ہمارے نبی کا دادھیالی رشتہ جڑا ہوا ہے۔

یوسف علیہ السلام کا پورا واقعہ مصر میں پیش آیا

پھر حضرت یوسف علیہ السلام کا زمانہ آیا، ان کا تو پورا واقعہ ہی مصر میں پیش آیا، جس کو قرآنِ مجید میں ''احسن القصص'' حسین ترین یا عجیب ترین واقعہ کہا گیا ہے۔

اللہ کے ایک نبی، جو نبی کے بیٹے ہیں اور نبی کے پوتے ہیں، جو غلام بن کر مصر پہنچے، اللہ نے ان کو آزاد بھی کروایا اور مصر کا بادشاہ بھی بنایا اور مصر میں ان کو نبوت بھی عطا کی، حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی مصر میں گذری، وہیں ان کا انتقال ہوا، ان کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی زندگی کے آخری دنوں میں مصر ہجرت کی، اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔

موسیٰ علیہ السلام مصر میں پیدا ہوئے

حضرت یوسف علیہ السلام کے تقریباً چار سو (۴۰۰) سال بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر میں پیدا ہوئے، حضرت ہارون علیہ السلام بھی مصر میں پیدا ہوئے، دونوں نبیوں کی دعوتی زندگی کا بڑا حصہ مصر سے تعلق رکھتا ہے۔

یہ سب ہمارے روحانی رشتے ہیں۔

قرآن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امّاں جان کا بھی تذکرہ ہے: وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ (القصص:۷)

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی ماں کو الہام کیا یہ کہ تو اس (موسیٰ) کو دودھ پلاتی رہ۔

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ بھی مصر میں رہتی تھیں، موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام ''یوحانث'' ہے، اور والد کا نام ''عمران'' ہے؛ کہتے ہیں کہ عبرانی زبان میں ''مؤ'' پانی کو کہتے ہیں اور ''شی'' درخت کو کہتے ہیں۔ جب یہ لفظ عربی میں منتقل ہوا تو شین کو سین سے بدل دیا گیا تو موسیٰ ہوگیا؛ چوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیدائش کے بعد صندوق میں بند کر کے پانی میں ڈال دیا گیا تھا اس لیے ''موسیٰ'' نام ہوگیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے تقریباً دو ہزار سال پہلے ''مصر'' تمدن و تہذیب کا گہوارہ سمجھا جاتا تھا، یہاں کے حکمراں عمالقہ تھے، حضرت یوسف ؑ ''کنعان'' سے ایک بدوی غلام کی حیثیت سے مصر میں داخل ہوئے، مصر کا دارالسلطنت اس زمانہ میں ''رعمسیس'' تھا، یہ غالباً اس مقام پر واقع تھا جہاں آج ''صان'' کی بستی آباد ہے، جغرافیائی حیثیت سے اس کا جائے وقوع مشرق کی جانب دریائے نیل کے قریب بتایا جاتا ہے، مصری افواج کا افسر، شاہی خاندان کا ایک رئیس ''فوطیفار'' تھا، یہ سیر کے لیے مصر کے بازار سے گذر رہا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام پر نظر پڑی، اور اس نے معمولی

قیمت لگا کر ان کو خرید لیا۔

بعد میں حضرت یوسف علیہ السلام کا پورا خاندان مصر میں مقیم ہو گیا، خود آپ کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام بھی یہیں تشریف لے آئے تھے، اور یہیں ان کا انتقال ہوا، اگرچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو ان کی وصیت کے مطابق خود حضرت یوسف علیہ السلام نے شہر ''الخلیل'' میں لا کر دفن کیا تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات اور دفن کا عجیب واقعہ

حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات ایک سو بیس (۱۲۰) سال کی عمر میں مصر میں ہوئی، وفات کے بعد اہلِ مصر کا دفن کے سلسلے میں اختلاف ہو، ہر ایک برکت کے لیے اپنے محلے میں دفن کرنا چاہتا تھا اور قریب تھا کہ قتل وقتال کی نوبت آ جائے، پھر انھوں نے یہ طے کیا کیا کہ مرمر کے ایک صندوق میں رکھ کر دریائے نیل میں دفن کر دے؛ تاکہ ان پر سے پانے گزر کر سب کو برکت پہنچے، پہلے داہنی جانب دفن کیا تو بائیں جانب والا حصہ سوکھ گیا، پھر بائیں جانب دفن کیا تو داہنی جانب والا حصہ سوکھ گیا، چنانچہ دریائے نیل کے بیچ ان کو دفن کیا اور تابوت کو ایک رسی سے باندھ دیا۔

چار سو سال تک آپ مصر ہی میں مدفون رہے، پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مصر سے نکلنے کا حکم دیا تو ساتھ میں یہ بھی حکم دیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے تابوت کو یہاں سے لے جا کر شام میں دفن کر دیں؛ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کے تابوت کی جگہ معلوم نہیں تھی، چنانچہ ایک بڑھیا نے اس شرط پر جگہ بتلائی کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جنت میں رہے گی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے

اس کو ضمانت دی، اور آپ کے تابوت کو مصر سے ملکِ شام منتقل کر دیا۔ (از حاشیہ جلالین)

بنی اسرائیل مصر میں

قرآن عزیز نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے میں بنی اسرائیل کا ذکر صرف اسی قدر کیا تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کا خاندان حضرت یوسف علیہ السلام سے ملنے مصر میں آیا؛ مگر اس کے صدیوں بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں پھر ایک مرتبہ قرآنِ حکیم بنی اسرائیل کے واقعات تفصیل کے ساتھ سناتا ہے، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل حضرت یوسف علیہ السلام ہی کے زمانے میں مصر میں بس گئے تھے اور ان تمام پچھلی صدیوں میں ان کی تاریخ مصر ہی سے وابستہ رہی ہے، تورات کی تفصیلات بھی اسی کی تائید کرتی ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی مصر میں وفات پائی

تورات میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بلا کر وصیت کی کہ: مجھے سرزمینِ مصر میں دفن نہ کیا جائے؛ بلکہ باپ دادا کے وطن فلسطین میں میری قبر بنائی جائے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے آپ کے جسدِ اطہر کو تابوت میں رکھا اور فلسطین لے جا کر دفن کر دیا۔ یعقوب علیہ السلام مصر میں چوبیس (۲۴) یا سترہ (۱۷) سال مقیم رہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پہلی مرتبہ مصر سے نکلنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب جوان ہوئے تو نہایت طاقت ور اور بہادر نوجوان تھے،

چہرے سے رعب ٹپکتا، گفتگو سے ایک شان اور ایک وقار ظاہر ہوتا، ان کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ وہ اسرائیلی خاندان سے ہیں، آپ نے اسرائیلیوں کی نصرت کا سلسلہ شروع کیا، جس کی برکت سے اسرائیلیوں پر فرعونیوں کے مظالم میں کافی کمی آ گئی؛ چوں کہ آگے اللہ آپ کو بہت کچھ نوازنے والے تھے، ایک بغیر قصد کے قتل کے واقعہ کے پیشِ نظر مصر سے مدین جانے کی نوبت پیش آئی اور آپ پہلی مرتبہ مصر سے باہر تشریف لے گئے۔

قارون کے دھنسنے کا واقعہ مصر میں پیش آیا

قارون کو کون نہیں جانتا؟ إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ.

ترجمہ: یقیناً قارون موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم کا ایک شخص تھا، پھر وہ ان (بنی اسرائیل) پر زیادتی کرنے لگا۔ (القصص: ٧٦)

مال داری کے گھمنڈ میں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اللہ کی نافرمانی کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا تھا، وہ قصہ بھی مصر میں پیش آیا۔

مصر کی ایک اور شخصیت ''ہامان'' کا قرآنی تذکرہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں مصر کے فرعون کا وزیرِ اعظم ''ہامان'' نام کا ایک شخص تھا، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سخت دشمن اور فرعون کا بڑا معتمد تھا، فرعون کے حکم سے اس نے ایک اونچا مینارہ تیار کیا۔

کہتے ہیں کہ: سب سے اول اینٹ پکا کر لال کرنے کا سلسلہ اسی وقت سے شروع ہوا، اس سے پہلے تعمیرات میں پتھر استعمال ہوتے ہوں گے، یا کچی اینٹ۔

اس مینارہ کے لیے ہامان نے پچاس ہزار (٥٠٠٠٠) معماروں کو جمع کیا اور

اس زمانے کی دنیا میں سب سے اونچی عمارت اس نے بنوائی، پھر فرعون کو اطلاع دی، فرعون اوپر چڑھا اور تیر و کمان ہاتھ میں لے کر آسمان کی طرف تیر پھینکا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے فیصلے کے مطابق وہ تیر خون آلود ہو کر واپس ہوا، فرعون نے یہ دیکھ کر غرور اور شیخی سے یوں کہا: لو! اب میں نے موسیٰ کے خدا کا قصہ بھی تمام کر دیا۔

فرعون نے عوام اور درباریوں کے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں اپنی شکست کو چھپانے کے لیے اگر چہ یہ طریقہ اختیار کیا؛ مگر وہ خود سب سمجھتا تھا کہ یہ ایک دھوکہ ہے اور بس! اس سے دلوں کو تسلی نہیں ہو سکتی اور بہت ممکن ہے کہ بہت سے مصری بھی اس کو سمجھتے ہوں؛ تاہم درباریوں اور خواص و عوام میں ایک بھی ہمت والا آدمی نہ تھا جو جرأت سے اس سازش کا پردہ فاش کرتا۔

تفسیری روایتوں میں ہے کہ: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پر مار کر اس عمارت کے تین ٹکڑے کر دیے، ایک ٹکڑا فرعون کے لشکر پر گرا تو تقریباً دس لاکھ سپاہی مارے گئے اور ایک بھی معمار یا مزدور باقی نہ رہا، دوسرا ٹکڑا دریا میں گرا، تیسرا ٹکڑا مغرب میں جا کر گرا۔

لفظِ فرعون کی ایک تحقیق

فرعون: اصل میں یہ لفظ ’’فاراع، اوہ‘‘ تھا، مصری زبان میں ’’فاراع‘‘ کے معنیٰ محل اور ’’اوہ‘‘ کے معنیٰ ’’اونچا‘‘ کے ہے، فرعون کا معنیٰ ہوا ’’اونچا محل‘‘ فرعون اونچے اونچے محل بناتا تھا۔

یا وہ اپنے آپ کو سورج دیوتا کا اوتار بتاتا تھا اور مصری لوگ سورج، چاند اور

ستاروں کی پوجا کرتے تھے، اور فرعون لوگوں سے اپنی پرستش اور عبادت کرواتا تھا؛ اس لیے فرعون کے معنی ہوتے ہیں سورج دیوتا کا اوتار؛ اس لیے کہ مصری دیوتاؤں میں سب سے بڑا ''آمن راع'' (سورج دیوتا) تھا اور بادشاہِ وقت اس کا اوتار اور فاراع کہلاتا تھا، یہی فاراع عبرانی میں ''فاراعون'' اور عربی میں ''فرعون'' کہلایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے فرعون کا نام

حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں فرعون کا نام ''ایوخس'' تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جس فرعون نے پرورش کی تھی اس کا نام ''رعمیس دوئم'' یا رعمیس تھا، ایک قول کے اعتبار سے اس کا نام ''ریادہ'' یا ''آیونی'' تھا، یونانی اس کو ''سوستربس'' کہتے تھے اور عبرانی ''فرعون التسخیر''۔

رعمیس کے بیٹے ''منفتاح'' کے زمانے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہوئی، اسی سے مقابلہ ہوا اور یہ ہی ۱۴۹۱ھ قبل مسیح غرق ہوا، اور یہ فرعون کی نسل میں انیسویں خاندان میں سے تھا۔ (لغات القرآن نعمانی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کا واقعہ بھی مصر میں پیش آیا

یاد رکھیں کہ! مصر میں تقریباً اکتیس (۳۱) فرعونوں نے الگ الگ زمانے میں بادشاہت کی ہے۔

وہ میدان بھی مصر میں ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں سے مقابلہ کیا تھا، امام قرطبیؒ کے بقول: تقریباً نو لاکھ جادوگر اس میدان میں جمع ہوئے تھے، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایمان کی نسبت پر مقابلہ کیا تھا تو نو لاکھ جادوگر ایمان لے

آئے تھے، وہ مبارک میدان بھی مصر میں ہے۔

جادوگر اور مصر

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کا زمانہ مصری تمدن کی جو تاریخ پیش کرتا ہے اس میں یہ بات نمایاں نظر آتی ہے کہ مصری علوم وفنون میں ''سحر'' کو ایک مستقل علم وفن کی حیثیت حاصل تھی اور اسی بنا پر ساحرین کا رتبہ مصریوں میں بہت بڑا سمجھا جاتا تھا، حتیٰ کہ ان کو شاہی دربار میں بھی بڑا رسوخ حاصل تھا، اور جنگ وصلح، اور اہم سرکاری معاملات میں بھی انہیں کی طرف رجوع کیا جاتا تھا، اور ان کے ساحرانہ نتائج کو بڑی وقعت دی جاتی تھی، حتیٰ کہ مذہبی معاملات میں بھی ان کو اہم جگہ دی جاتی تھی۔

آج کل مصر میں جادوگر ہیں؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرنے کے لیے جو جادوگر آئے تھے، فرعون نے ان کو لالچ دے کر نبی کے مقابلے کے لیے بلایا تھا؛ چوں کہ ہم تفسیر پڑھتے، پڑھاتے ہیں تو ہمارا دماغ بھی ان تاریخی واقعات کی طرف چلتا ہے، میں نے سفر کے دوران اپنے گائڈ سے سوال کیا:

هَلْ هُنَاكَ السَّاحِرُوْنَ كَمَا كَانَ فِيْ زَمَنِ مُوْسٰى عليه السلام؟

آج کل یہاں جادوگر لوگ ہیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تھے؟

انھوں نے کہا: ہاں ہیں اور بتایا جاتا ہے کہ: انھیں جادوگروں کی نسل کے جادوگر آج تک ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے جادوگر

جادوگر تقریباً تین سو اونٹ پر چمڑے کی رسیاں اور لاٹھیاں لاد کر لائے تھے اور اس پر انھوں نے جادو کیا، لوگوں کے تخیل میں تو یہ نظر بندی سے وہ سانپ کی طرح دوڑتے نظر آئے۔

ایک قول یہ ہے کہ ساحرینِ فرعون کی لاٹھیاں اور چمڑے کی رسیاں سانپ نہیں بن گئی تھیں بلکہ ان کے ندر پارہ بھر دیا گیا تھا اور جس زمین میں یہ مظاہرہ کیا گیا تھا اس کو کھوکھلا کر کے اس کے اندر آگ بھر دی گئی تھی، چنانچہ وقتِ معین پر نیچے کی گرمی سے پارہ میں حرکت پیدا ہوگئی اور وہ لاٹھیاں اور رسیاں سانپ کی طرح دوڑتی نظر آنے لگیں۔ خیر یہ مقابلۂ حق و باطل بھی اسی مصر میں پیش آیا۔

قرآن میں ایک مصری مردِ مؤمن کی یادیں

فرعون کے خاندان میں ایک شخص ایمان لاچکے تھے؛ لیکن انھوں نے اپنے ایمان کو چھپایا تھا، البتہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف قتل کی بات ہونے لگی تب انھوں نے اپنی تقریر شروع کی جو سورۂ غافر میں بڑی تفصیل کے ساتھ نقل کی گئی ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: فرعون کی بیوی آسیہ اور یہ مردِ مؤمن دونوں حضرت موسی علیہ السلام پر ایمان لائے تھے۔

کہتے ہیں کہ: یہ فرعون کے چچازاد بھائی تھے، ان کا نام ''حزقیل'' یا ''حبیب'' یا ''شمعان'' بتایا جاتا ہے، یہ مخلص خیر خواہ مردِ مؤمن بھی اسی مصر کے تھے۔ اللہ کرے آج کی مصری حکومت کو اس طرح کے کوئی مردِ مؤمن نصیب ہو جائے!!!

سامری اور مصر

پھر ایک اور شخص کا قرآن میں تذکرہ ہے: فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿٨٧﴾

ترجمہ: پھر اسی طرح سامری نے (اس کے پاس جو کچھ تھا آگ میں) ڈال دیا۔

جس کا نام سامری ہے، جس نے وہاں کے لوگوں سے بچھڑے کی عبادت شروع کروائی تھی وہ واقعہ بھی اسی مصر کا ہے۔

سامری کی تحقیق

① بنی اسرائیل میں ایک خاندان تھا جس کا نام ''سامرہ'' تھا، اسی کی طرف نسبت کر کے اس کو ''سامری'' کہتے ہیں۔

② سامورہ یہود میں ایک قوم ہے جو عام یہودیوں سے بعض مذہبی چیزوں میں مخالف ہے، اس کی طرف نسبت کر کے اس کو ''سامری'' کہتے ہیں۔

③ یہ کرمان کا رہنے والا ایک دہقانی کافر تھا، اس کا نام موسیٰ بن ظفر تھا، یہ منافق تھا، اس کی قوم گائے کی پجاری تھی۔

④ سمیری قوم کا یہ فرد تھا، اس قوم کو پرانے زمانے میں سامری کہتے تھے، آج بھی عراق میں اس خاندان کے لوگوں کو اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔

⑤ یہ ''شامر'' کی جانب منسوب ہے، جو عبرانی لفظ ہے، یہ جب عربی میں منتقل ہوا تو ''ش''، ''س'' کے ساتھ تبدیل ہوگیا، چنانچہ یہ لفظ عبرانی میں ''شومیر'' بولا جاتا ہے، اور شومیر کے معنی حرس (حفاظت) کے ہیں، لہذا شومیر یا شامر یا سامر کے معنی ''حارس'' (محافظ) کے ہیں، اور اس کی نسبت سے ''سامری'' بولا جاتا ہے۔

یہاں قرآن میں جو اس کو ''سامری'' کہا گیا ہے یہ اس کی قومیت کی طرف اشارہ ہے؛ یعنی وہ شخص اسرائیلی نہیں تھا؛ سامری تھا۔ بیل اور بچھڑے کے مقدس ہونے کا خیال سمیریوں میں بھی تھا اور مصریوں میں بھی تھا۔

بنی اسرائیل ایک زمانے تک مصر میں رہے

بنی اسرائیل جو اپنے آپ کو بہت مقدس سمجھتے تھے:

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ط (المائدة:۱۸)

ترجمہ: اور یہود اور نصاریٰ کہنے لگے: ہم تو اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔

اس خاندانِ بنی اسرائیل کی لمبی چوڑی زندگی مصر میں گذری۔

حضرت لقمان علیہ السلام کا مزار بھی مصر میں ہے

اس کے بعد ایک اور اہم چیز! ہمارے برادرِ مکرم مفتی طاہر صاحب زید مجدہ نے بتایا تھا کہ: جب ان کا مصر جانا ہوا تھا تو انھوں نے اسکندریہ میں حضرت لقمان علیہ السلام کا مزار تلاش کیا؛ مگر وقت کی قلّت کی وجہ سے کامیابی نہیں ملی تھی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم اسکندریہ گئے، وہاں حضرت لقمان علیہ السلام کے مزار پر حاضر ہوئے، ان کے نام پر قرآن میں مستقل ایک سورت ہے، آپ بڑے حکیم تھے، بعض مفسرین نے آپ کو نبی بھی لکھا ہے اور آپ کی حکمت کے کلمات اتنے زیادہ ہیں کہ تورات، انجیل، زبور، قرآن چاروں آسمانی کتابوں میں آپ کی باتیں موجود ہیں، وہ بھی مصر میں آرام فرمارہے ہیں۔

دنیا کی سب سے بڑی جنتی ندی: نیل بھی مصر میں ہے

اسی طرح جب ہمارے حضور حضرت محمد ﷺ سفرِ معراج پر تشریف لے گئے، جب آپ ساتویں آسمان پر پہنچے تو وہاں سدرۃ المنتہیٰ پر آپ کو چار ندیاں نظر آئیں: دو ندیاں کھلی ہوئی تھیں اور دو ندیاں ڈھکی ہوئی؛ یعنی چھپی ہوئی تھیں۔

حضور ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ: یہ کیسی ندیاں ہیں؟

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ: ان ندیوں میں ایک دریائے دجلہ، ایک دریائے فرات اور ایک دریائے نیل ہے۔

نیل ندی کا اکثر حصہ بھی اسی مصر میں بہتا ہے، یہ ندی چھ ہزار آٹھ سو پچھتر (6875) کلومیٹر لمبی ہے، دنیا کی سب سے بڑی لمبی ندی ہے، اس میں سے سترہ سو (1700) کلومیٹر لمبائی مصر میں ہے اور یہ جنتی نہر ہے۔

دریائے نیل جاری ہونے کا ایمان افروز واقعہ

ایک اور ایمان کو تازہ کرنے والا واقعہ سناتا ہوں:

جب مصر فتح ہوا تو وہاں کے لوگ کسی عجمی مہینے کے ایک مخصوص دن کی آمد پر ان کے امیر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور عرض کیا کہ: اے ہمارے امیر! یہ نیل ندی سوکھ جاتی ہے، اور ہماری اس ندی کی ایک رسم ہے، جسے ادا کیے بغیر وہ جاری نہیں ہوتا۔

آپ نے پوچھا: وہ کیا ہے؟

انھوں بتایا کہ: جب اس مہینے کے گیارہ دن گذر جاتے ہیں تو ہم ایک ایسی

کنواری لڑکی کے پاس جاتے ہیں، جو اپنے والدین کے پاس پلی بڑھی ہو، پھر اس کے والدین کو راضی کر کے اسے حاصل کر لیتے ہیں اور عمدہ کپڑے اور زیورات پہنا کر اسے نیل کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں تب جا کر اس میں پانی آتا ہے۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: یہ غلط کام تو اسلام میں ہو ہی نہیں سکتا، اور اسلام تو تمام جاہلانہ رسوم کو مٹا دیتا ہے۔

انھوں نے کہا کہ: پھر ندی میں پانی نہیں آئے گا، مصر کے لوگ پیاسے مریں گے، کھیتیاں سوکھ جائیں گی، جانوروں کو پانی نہیں ملے گا۔

پھر وہ لوگ چھ مہینے تک انتظار کرتے رہے؛ مگر دریائے نیل کم یا زیادہ کچھ بھی نہ ہوا، نتیجتاً انھوں نے جلا وطنی کا ارادہ کر لیا، حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے ان کا یہ ارادہ دیکھا تو فرمایا کہ: میں اپنے امیر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گا۔

کیسے امیر کی اطاعت کرنے والے وہ لوگ تھے!!!

چنانچہ مصر سے مدینۂ منورہ خط لکھا، اس میں پوری تفصیل ذکر کی کہ: یہاں نیل ندی سوکھ جاتی ہے اور لڑکی بھینٹ چڑھائے بغیر وہ نہیں بہتی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں ایک چھوٹی سی پرچی بھیجی اور فرمایا کہ: سوکھی ندی میں یہ خط ڈال دینا۔

جب وہ خط مصر پہنچا تو فاتحِ مصر سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ شام کے وقت گئے اور اس سوکھی ندی میں وہ پرچی ڈال دی۔

اس پرچی میں کوئی تعویذ نہیں لکھا تھا؛ بلکہ ایمان بھرا جملہ لکھا تھا:

من عبدالله عمر بن الخطاب أميرالمؤ منين إلى نيل مصر فان كنت تجرين قبلك فلا تجر، و إن كان الله يجريك فأسئل الواحد القهار فی أن يجريك.

یہ خدا کے بندے عمر بن الخطاب امیر المؤمنین کی جانب سے مصر کے دریا کے نام ہے۔ امّا بعد! اگر تو اپنے اختیار سے بہتا تھا تو مت بہہ اور اگر تجھے اللہ بہاتا تھا تو میں اسی واحدِ قہار سے التجا کرتا ہوں کہ وہ تجھے جاری کر دے۔

صبح تک مصر کے لوگوں نے دیکھا کہ سولہ (16) ہاتھ پانی آچکا تھا اور نیل ندی ایسی جاری ہوئی کہ ایک ہزار چار سو (1400) سال سے زیادہ عرصہ گذر گیا؛ مگر اب تک اس کے پانی میں فرق نہیں پڑا اور وہ مسلسل بہہ رہی ہے، کبھی سوکھنے نہیں پائی۔

یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایمانی طاقت تھی جس کی بدولت یہ کرشمہ ظاہر ہوا۔

بہر حال! ملکِ مصر سے یہ ہماری کچھ تاریخی و روحانی یادیں وابستہ تھیں۔

قاہرہ ہوائی اڈے پر

جنوری کی ۹ر تاریخ سنیچر کے دن بوقتِ ظہر ہم قاہرہ ائیر پورٹ پر اترے، آج کل اسے کیرو (Cairo) کہتے ہیں؛ لیکن اصل نام ''قاہرہ'' ہے، بہت پہلے سے سن رکھا تھا کہ: قاہرہ ائیر پورٹ پر یہ آیت لکھی ہوئی ہے:

﴿اُدْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ﴾

ترجمہ: تم سب مصر میں داخل ہو جاؤ، ان شاء اللہ! ہر طرح امن و امان (یعنی چین و اطمینان) کے ساتھ رہو گے۔

جب ہم ائیر پورٹ پر اترے اور جہاز سے نکل کر ائیر پورٹ کی عمارت کے گیٹ پر پہنچے تو واقعتاً یہ آیت لکھی ہوئی تھی، میں نے اپنے ساتھیوں کو متوجہ کیا کہ یہ آیت دیکھو! اور پھر اس سے نیک فالی لو کہ: ان شاء اللہ! ہمارا مصر کا سفر بہت عمدہ اور پر امن رہے گا۔

ویسے گذشتہ دنوں کے حالات کے پیشِ نظر سفر میں روانگی کے وقت میں نے ہمارے حضرت شیخ مفتی احمد خانپوری دامت برکاتہم العالیہ سے دعا کی درخواست کی تھی، انھوں نے بہت ساری دعاؤں سے نوازا، اور ہمارے دوسرے بزرگ حضرت اقدس مولانا ابراہیم پانڈور صاحب دامت برکاتہم کو بھی دعا کی درخواست کی تھی، نیز ہم نے صلوۃ الحاجہ کا بھی اہتمام کیا اور سفر کی عافیت کی نیت سے صدقات کا بھی اہتمام کیا۔

بس ان سب چیزوں کی برکات سامنے نظر آئیں اور سفر خیریت سے مکمل ہوا۔

سفر کے موقع پر دعا کروانا حدیث سے ثابت ہے

بھائیو! سفر کے موقع سے دعا کروانا بھی حدیث سے ثابت ہے:

عَنْ أبي هريرة رضي الله عنه أَنَّ رَجلًا قالَ: يا رسولَ اللّٰه! إنّي أُريدُ أَنْ أُسَافِرَ فَأَوْصِنِيْ، قَالَ: عَلَيْکَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالتَّكْبِيْرِ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ، فَلَمَّا وَلّٰى الرَّجُلُ، قال اللّٰهُمَّ اطْوِلَهُ البُعْدَ وهَوِّنْ عليه السفرَ. (رواه الترمذی وقال حديث حسن)

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے بنوائے ہوئے قلعے میں

ائیر پورٹ سے نکلنے کے بعد ہم سب سے پہلے سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے بنوائے ہوئے قلعہ کو دیکھنے گئے، یہ قلعہ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے تعمیر کروایا تھا،

بڑا عالی شان قلعہ ہے، یوں سمجھو کہ ایک چھوٹا موٹا شہر اس میں آباد ہے، اس میں بہت ساری مسجدیں ہیں، جن میں ایک ''مسجدِ سلطان'' بھی ہے، اس میں مصری حکومت کی بہت ساری تاریخی یادگاریں محفوظ ہیں۔

بیرِ یوسف

اس قلعے میں ایک جگہ پر بیرِ یوسف لکھا ہوا تھا۔ میں نے گائڈ سے پوچھا کہ: یہ ''بیرِ یوسف'' کا کیا مطلب؟

وہ گائڈ۔ جو بڑے محتاط آدمی تھے۔ کہنے لگے کہ: ''بیر'' عربی میں کنویں کو بولتے ہیں، مصر کے تاریخ نگار لوگ لکھتے ہیں کہ: حضرت یوسف علیہ السلام جب مصر میں تھے تو یہاں کی مختلف جگہوں پر آپ کا قیام رہا، ان مختلف جگہوں میں سے ایک یہ بھی ہے؛ چوں کہ اس جگہ آپ کا قیام رہا، اس لیے یہ جگہ ''بیرِ یوسف'' کہلاتی ہے۔ ایک دیوار سے اس جگہ کا احاطہ کیا ہوا ہے۔

ایوبی قلعہ بہت لمبا چوڑا قلعہ ہے، اس میں ہم نے ظہر کی نماز بھی پڑھی، اس قلعے کو وہاں ''قلعۃ الجبل'' کہا جاتا ہے اور چوں کہ مصری لوگ جیم کو گاف سے بدل کر بولتے ہیں؛ اس لیے اس کو ''قلعۃ الگبل'' بولتے ہیں۔

مصریوں کے جیم کو گاف سے بدلنے پر ایک لطیفہ

ہمارے ایک بزرگ نے سنایا کہ: مصری لوگوں سے جیم کا تلفظ نہیں ہوتا، وہ ''جیم'' کو ''گاف'' ہی بولتے ہیں، اس پر ایک لطیفہ ایسا ہوا کہ حرمین کے سفر کے موقع پر مطاف میں دیکھا کہ: ایک مصری شخص دعا کر رہا ہے: اللّٰھم إنّي أَسْئَلُکَ الْگَنَّۃَ۔

ہمارے یہاں اردو میں ''گنا'' جس کو کہتے ہیں ہم سب اس کو جانتے ہیں، تلفظ سے ناواقف ہمارا ایک بھائی کہنے لگا کہ: دیکھو! یہ لوگ یہاں بھی اللہ سے ''گنّا'' کا سوال کرتے ہیں؛ حالاں کہ وہ مصری ''جنّت'' مانگ رہا تھا؛ لیکن اپنے تلفظ میں گنة بول رہا تھا، اور اس کو ہمارا ہندستانی ''گنا'' سمجھا جس کے رس سے شکر بنتی ہے۔

جبلِ مُقَطَّم کی فضیلت

قلعے کے بالکل سامنے ایک بہت بڑا پہاڑ ہے، اس کے بارے میں دریافت کیا کہ: یہ کونسا پہاڑ ہے؟ بتایا گیا کہ: یہ ''جبلِ مقطم'' ہے۔

اس پہاڑ کی تاریخ یہ ہے کہ: جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مصر فتح کیا تو وہاں کے بادشاہ مقوقس نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: آپ یہ پورا پہاڑ مجھے فروخت کردو، میں اس کی قیمت میں ستر ہزار دینار یعنی سونے کے سکّے ادا کروں گا۔

اس زمانے کے حساب سے مارکیٹ کی جو قیمت ہوسکتی تھی یہ اس سے بہت زیادہ قیمت تھی۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو بڑا تعجب ہوا کہ یہ اتنے مہنگے داموں کیوں خریدنا چاہتا ہے؟

ایک قابلِ توجہ بات

یہ بھی ایک اہم توجہ اور دھیان دینے کی بات ہے کہ آپ کو کوئی چیز بیچی جارہی ہو اور معروف متداول قیمت سے زیادہ بولی لگائی جائے تو اس کے پیچھے کے راز کو جاننے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اور کوئی شخص اپنی کوئی چیز بیچ رہا ہے اور عام معروف متداول قیمت سے کافی کم میں بیچ رہا ہے تو اس پر بھی غور کرنا چاہیے کہ اتنے کم میں کیوں بیچ رہا ہے؟

خیر! تو فاتحِ مصر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے اس سے وجہ پوچھی؟

اس نے کہا کہ: ہماری کتابوں میں اس پہاڑ کی بہت ساری فضیلتیں لکھی ہوئی ہیں، جس میں سے ایک یہ ہے کہ اس پہاڑ پر جنّت کے درخت اگیں گے؛ اس لیے میں اس کو خریدنا چاہتا ہوں۔

انھوں نے فرمایا کہ: میں ابھی سودا نہیں کروں گا، پہلے اپنے امیر المؤمنین سے مشورہ کروں گا۔ چنانچہ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا، وہاں سے جواب آیا کہ: اگر واقعتاً یہ پہاڑ اتنا مبارک اور برکت والا ہے تو پھر مسلمان اس کے زیادہ حق دار ہیں۔

نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حکم نامہ بھی لکھا کہ: اس پہاڑ اور اس کے اطراف کی جگہ کو مسلمانوں کا قبرستان بنادو؛ تاکہ اس پر اگنے والے جنتی درختوں سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچے۔

یہ تھا جبل مَقطَم، اِس وقت بھی اس پورے پہاڑی علاقے کو قبرستان ہی رکھا گیا ہے؛ البتہ اس علاقے کو ''قرافہ'' کہتے ہیں، اس قبرستان میں ایسے ایسے اللہ کے جلیل القدر بندے آرام فرما ہیں کہ ان کی تاریخ بیان کرنے کے لیے کئی راتیں درکار ہیں۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ: اسی پہاڑ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ الحمد للہ! ہم نے اس پہاڑ کی زیارت کی اور پھر پورے سفر کے دوران بار بار اس علاقے میں آنا جانا ہوا۔

اہلِ بیت کے مزارات پر

اُس دن دوسری زیارتوں میں اہلِ بیت یعنی حضور ﷺ کے خاندان کے لوگوں کے مزارات کی زیارت کی؛ اس لیے کہ واقعۂ کربلا کے بعد آپ ﷺ کے خاندان کے بہت سارے لوگ مصر منتقل ہو گئے تھے اور وہاں مقیم ہو گئے تھے، ان میں حضرت عائشہ بنت علی، حضرت سیدہ زینب، سیدہ رقیہ بنتِ علی رضی اللہ عنہن کے مزارات پر حاضری ہوئی۔

حضور ﷺ کے خاندان سے مصر والوں کو بڑا تعلّق ہے، ایسی ہر جگہ پر جہاں حضور ﷺ کے اہلِ بیت مدفون ہیں، وہاں شان دار عمارتیں بنائی گئی ہیں۔

ان سب زیارتوں میں رات ہوگئی، ابھی تک کھانا بھی نہیں کھایا تھا، ساتھیوں کا تقاضا ہوا کہ اب واپس قاہرہ قیام گاہ پر جانا چاہیے، چناچہ ہم واپس ہو گئے۔

جیزہ: یوسف علیہ السلام کے زمانے کا اصل مصر

یہاں ایک بات بتادوں کہ: حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو اصل مصر تھا وہ موجودہ قاہرہ کا علاقہ نہیں؛ بلکہ وہ نیل ندی کو پار کر کے ''جیزہ'' کا علاقہ ہے، اور یہی قدیم مصر کا علاقہ ہے۔

الحمدللہ! ہماری ہوٹل (قیام گاہ) بھی اسی ''جیزہ'' نامی علاقے میں تھی، جہاں تک پہنچنے کے لیے نیل ندی کو پار کرنا پڑتا تھا، میرے دل میں بھی نیل ندی کو دیکھنے کا شوق انگڑائی لے رہا تھا، قاہرہ سے گذر کر جب ہم ''جیزہ'' جا رہے تھے تو پہلی مرتبہ نیل ندی کی زیارت کی۔

فسطاط شہر بننے کا عجیب قصہ:

اسلام میں پرندوں کے حقوق کی رعایت

یہاں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے، اس کو ’’فسطاط‘‘ کہتے ہیں، فسطاط کے معنیٰ عربی میں ’’خیمہ‘‘ کے ہوتے ہیں۔

اس علاقے کو ’’فسطاط‘‘ کہنے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ: جب حضرت سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ یہاں تشریف لائے تو مقوقس بادشاہ نے نیل ندی کو پار کر کے ایک جزیرے میں پناہ لی اور نیل ندی پر بنے پل کو اس نے توڑ دیا؛ تاکہ مسلمان ندی پار کر کے آسانی کے ساتھ پہنچ نہ سکیں، اس طرح وہ وہاں پناہ گزیں ہوگیا۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جب وہاں پہنچے تو ان کے لیے آپ کے رُفقا نے ایک خیمہ بنایا جس میں آپ مقیم ہوئے، پھر کچھ دنوں کے بعد جب وہاں سے اسکندریہ فتح کرنے کے لیے جانے کی تیاری ہوئی، جو وہاں سے کافی دور ایک بڑا شہر ہے، تو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے ساتھیوں سے فرمایا کہ: اب اس خیمے کو اٹھالو، ہمیں اسکندریہ جانا ہے، جس ساتھی کو اس خیمے کے اکھاڑنے کے کام پر مقرر کیا تھا جب وہ وہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ خیمے پر ایک کبوتری نے انڈا دیا ہے، وہ امیرِ لشکر کے پاس آئے اور کہا کہ: اتنے دنوں میں ایک کبوتری نے آپ کے خیمے پر انڈا رکھ دیا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ: اگر ایسی بات ہے تو خیمہ مت کھولو، اس کو اسی حال پر رہنے دو، جب اس انڈے میں سے بچے باہر نکل آئیں گے اور وہ اڑنے کے قابل ہو جائیں گے تب ہم اس خیمہ کو کھول لیں گے، اس کو اسی طرح چھوڑ کر چلے گئے۔

اندازہ لگاؤ! ان حضرات کو جانوروں کے حقوق کا بھی کتنا خیال تھا؟

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اس خیمے کو ویسا ہی چھوڑ کر اسکندریہ چلے گئے تھے تو اسی نسبت سے یہ علاقہ آج بھی ''فسطاط'' کہلاتا ہے۔

اہرامِ مصر کی زیارت

اتوار کے دن صبح سویرے ساتھیوں سے کہا کہ: جلدی جلدی تیار ہو جاؤ، آج سب سے پہلی زیارت مصر کے اہرام کی ہے، مصر کے پرامڈ (Pyramid) عربی میں جس کو ''اہرام'' کہتے ہیں ان اہراموں کی تعداد سو سے زیادہ بتائی جاتی ہے؛ لیکن سب سے زیادہ مشہور تین ہیں: ① ہرمِ اکبر ② ہرمِ اوسط ③ ہرمِ اسفل۔

اہرام کب بنے؟

یہ اہرام کعبہ کے بعد سب سے پرانی عمارت شمار کیے جاتے ہیں، یہ پورے مصر میں مختلف جگہوں پر پھیلے ہوئے ہیں، یہ کب بنے؟ اس کے بارے میں الگ الگ روایتیں ہیں:

ایک یہ کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں جب طوفان آنے والا تھا تو مصر کے کاہنوں نے اس وقت کے بادشاہ۔جس کا نام کتابوں میں ''سوريد'' لکھا ہے اس۔کو بتایا کہ: ایک طوفان آنے والا ہے اور ہمارے پاس جو مختلف علوم وفنون کی کتابیں ہیں وہ سب غرق ہو کر ضائع ہو جائیں گی، ہمارے پاس جو علم ہے وہ سب ختم ہو جائے گا۔

اس علم کو بچانے اور اس کو باقی رکھنے کے لیے انھوں نے یہ اہرام تعمیر کیے۔

ان اہرام میں پتھروں پر انھوں نے ساری کتابوں کی عبارتیں نقش کر دی؛

تاکہ ان کے علوم محفوظ ہو جائیں؛ اس لیے کہ عام طور پر بڑے پتھر پانی میں بہتے نہیں، نیز کاغذ اور روشنائی سے لکھا ہوا تو مٹ جاتا ہے، پتھروں پر نقش کیا ہوا جلدی مٹتا نہیں، دیر تک باقی رہتا ہے۔

اہرام کی عجیب وغریب تفصیل: دو (۲) ٹن کا ایک پتھر

یہ اہرام کتنے عجیب وغریب ہیں ان کی تفصیل سن کر عقل دنگ رہ جاتی ہے، اس میں جو پتھر استعمال ہوئے ہیں ان میں ہر ایک پتھر کا وزن کم سے کم دو ٹن کا ہے اور بڑا پتھر پندرہ ٹن کا، اس طرح کے بیس لاکھ پتھروں کے مجموعے سے بنا ہوا ایک ہرم ہے۔

سات سو پچپن (۷۵۵) فٹ اونچائی

اس کی اونچائی تقریباً سات سو پچپن (۷۵۵) فٹ ہے، اتنے پرانے زمانے میں جب کہ کرین (Crane) اور آج کی طرح کی مشینیں نہیں تھیں تو اتنے بھاری بھرکم پتھروں کو اٹھا کر اتنی اونچائی پر لے جا کر کیسے فٹ کیا ہوگا؟

اور جتنے رقبے پر یہ اہرام تعمیر ہوئے ہیں وہ ایک کروڑ بہتر لاکھ اسکوائر فٹ ہے اور جو سب سے بڑا پرامڈ ''ہرمِ اکبر'' ہے وہ تیرہ (۱۳) ایکڑ زمین پر تعمیر شدہ ہے۔

اسی لیے آج بھی مصر میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ: یہ اہرام انسانوں کے بنائے ہوئے نہیں ہیں؛ بلکہ ان کو جناتوں نے تعمیر کیا ہے۔

صدیاں گذر گئیں؛ لیکن معمولی شگاف تک نہیں پڑا

عجیب بات یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے آج تک صدیاں

گذر گئیں، ہزاروں سال گذر گئے، اس میں نہ جانے کتنی بارش ہوئی، نہ جانے کتنے زلزلے آئے؛ لیکن کسی پرامڈ میں کوئی معمولی شگاف تک نہیں پڑا اور کسی پتھر سے ٹوٹنے کی کوئی علامت آپ کو نظر نہیں آئے گی۔

ابوالہول کا مجسمہ

اسی جگہ ابوالہول کا مجسمہ بھی ہے، یہ ابوالہول کا مجسمہ ''ہرمِ اوسط'' کے بانی بادشاہ جس کا نام ''خیفا'' یا ''خوفو'' تھا اس کی مورتی اور شکل ہے: یہ دوسو چالیس (۲۴۰) فٹ لمبا ہے۔ اکسٹھ (۶۱) فٹ اونچائی ہے۔ اس کے ہونٹ سات (۷) فٹ کے ہیں۔ اس کی ناک تقریباً چھ (۶) فٹ کی ہے۔

اسی عمارت کے ساتھ لگ کر چھوٹے چھوٹے کمرے ہیں جن کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ: فرعونوں کی رانیاں اور ان کی بیٹیاں ان میں رہتی تھیں۔

برِّ اعظم افریقہ میں قائم ہونے والی سب سے پہلی مسجد

ان اہرامِ مصر کو دیکھنے کے بعد ہم سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی مسجد کی زیارت کے لیے گئے، اس مسجد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ: برِاعظم افریقہ میں قائم ہونے والی یہ سب سے پہلی مسجد ہے۔

اس مسجد کی جب تعمیر ہوئی تو کتابوں میں لکھا ہے کہ: اسّی (۸۰) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے مل کر اس مسجد کے قبلے کا رخ متعین کیا تھا؛ چونکہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اس مسجد کو تعمیر کیا تو آپ ہی اس کے پہلے امام بنے، ایک دوسرے صحابی اس کے موذن بنے اور پوری زندگی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اس مسجد میں امامت کرتے رہے۔

اس مسجد کی روحانیت و برکات کا حال

ظاہر ہے کہ جس مسجد کو حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے مقدس ہاتھوں سے تعمیر کیا ہو اس کی روحانیت اور اس کے برکات کا کیا عالم ہو گا؟ خدائے پاک کی قسم! اس مسجد سے باہر نکلنے کا جی ہی نہیں چاہتا تھا۔

میں دیر تک مسجد میں بیٹھا اپنے ساتھیوں کو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے متعلق سناتا رہا کہ کس طرح انھوں نے مصر کو فتح کیا تھا۔ گائڈ بار بار ہمیں کہہ رہا تھا کہ: جلدی کرو، فرعون کو دیکھنے جانا ہے؛ ورنہ میوزیم بند ہو جائے گا، بالآخر نہ چاہتے ہوئے بھی ہمیں مسجد سے نکلنا پڑا۔

ہم نے ظہر کی نماز اسی مسجد میں پڑھی، دیکھا کہ: ایک کونے میں دو آدمی ایک دوسرے کو قرآن سنا رہے تھے۔

مصر میں الحمدللہ! قرآنِ کریم سے لوگوں کو بڑا تعلق اور لگاؤ ہے۔

مصر کا ایک گاؤں جہاں کا ہر بچہ حافظِ قرآن ہے

ویسے تو دنیا بھر کے مسلمان قرآنِ کریم سے والہانہ محبت کرتے ہیں اور الٰہی نظام کے تحت ہر دور میں قرآنِ کریم کو سینے میں محفوظ کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد رہی ہے، جو کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے ''انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون'' کا مظہر ہے؛ مگر کتابِ الٰہی کے حوالے سے مصری باشندوں کو انفرادیت حاصل ہے، مصر کے قرائے کرام پوری دنیا میں اپنا لوہا منوا چکے ہیں، یہاں پر ہم مصر کے ایسے گاؤں کے بارے میں بتا رہے ہیں، جس میں بسنے والے تمام افراد نہ صرف حافظ ہیں؛ بلکہ اس

گاؤں کا ہر شخص جید قاری بھی ہے۔

عربی جریدے ''البیان'' کی رپورٹ کے مطابق مصری گاؤں ''عرب القرآن'' دنیا کا واحد گاؤں ہے، جس میں رہنے والے تمام مرد، عورت، بچے، بوڑھے اور جوان حتیٰ کہ ذہنی معذور افراد بھی قرآنِ کریم کے حافظ ہیں، قرآنِ کریم سے ان لوگوں کی عقیدت ومحبت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ چالیس ہزار کی آبادی پر مشتمل اس گاؤں میں حفظِ قرآن کے ۴۵ / بڑے مدارس اور ۳۵۰ / چھوٹے مکاتب ہیں۔

اس گاؤں میں بہت سے افراد ایسے بھی ہیں جو بچپن میں حفظِ قرآن کی سعادت حاصل نہ کر سکے تو انھوں نے بڑی عمر میں مدرسوں میں داخلہ لے کر حفظِ قرآن مکمل کیا، ان میں ستر برس کے بوڑھے اور بوڑھیاں بھی شامل ہیں۔

عرب القرآن کے باشندے صرف قرآن حفظ نہیں کرتے؛ بلکہ حفظ کے بعد تجوید کا کورس کر کے جید قاری بھی بن جاتے ہیں، بیشتر افراد حفظ کے بعد عالم بھی بنتے ہیں، اس لیے اس چھوٹے سے گاؤں میں بڑے بڑے نامور علمائے دین موجود ہیں۔ مصر کے نامور داعی اور جید عالمِ دین شیخ حسّان کا تعلق بھی اسی گاؤں سے ہے۔

گاؤں کے ۴۵ / مدارس اور ۳۵۰ / مکاتب میں سالانہ ایک ہزار سے زائد بچے حافظِ قرآن بن جاتے ہیں۔ ڈاکٹر مرسی کے دورِ صدارت (۲۰۱۲ء) میں اس گاؤں کا نام باقاعدہ سرکاری طور پر ''عرب الرمل'' سے تبدیل ہو کر ''عرب القرآن'' ہو گیا ہے۔ گاؤں کا نام تبدیل ہونے کے بعد اب اس گاؤں میں کوئی ایسا شخص باقی نہیں بچا ہے جو حافظِ قرآن نہ ہو۔ ان میں بعض بڑی عمر کے ایسے لوگ بھی ہیں، جو تعلیم حاصل

نہ کرنے کی وجہ سے ناظرہ قرآن نہیں پڑھ سکتے؛ مگر سن سن کر انھوں نے بھی پورا قرآن حفظ کرلیا ہے۔

رپورٹ کے مطابق یہاں لوگوں نے یہ طریقہ اپنایا ہے کہ جب کوئی عورت حاملہ ہوتی ہے تو اس کو حمل کے چار ماہ گذرنے کے بعد رات دن تلاوتِ قرآن کا پابند بنایا جاتا ہے، وہ سوائے ضروری باتوں کے اِدھر اُدھر کی بات نہیں کرتی، صرف قرآنی آیات کی تلاوت کرتی رہتی ہے، اس سے پیدا ہونے والے بچے پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے، اور وہ بہت ہی کم وقت میں قرآن حفظ کرلیتا ہے۔ حفظِ قرآن کے جدید طریقوں پر تحقیق کرنے والے عرب ماہرین نے اس عمل کو حفظِ قرآن کے لیے بہت ہی مفید قرار دیا ہے۔ طبّی ماہرین کی جدید تحقیق سے یہ بات بھی ثابت ہوچکی ہے کہ پیٹ میں موجود بچہ باہر کی باتیں سن لیتا ہے۔

شیخ عصام اس گاؤں میں تیس سالوں سے حفظِ قرآن کی تعلیم دے رہے ہیں، وہ بتاتے ہیں کہ: ہم نے ''النورانية الربانية'' نام کا جدید طریقہ ایجاد کیا ہے جس کے ذریعے ہم پانچ سال سے پہلے ہی بچوں کو حفظِ قرآن مکمل کرادیتے ہیں، شیخ عصام کا یہ جدید طریقہ اس درجہ کامیاب اور مقبول ہے کہ اس کو اب سعودی عرب میں بھی شروع کیا گیا ہے۔ مسجدِ نبوی میں بھی اب اس طریقے سے حفظ کرایا جاتا ہے، اس طریقے سے ذہنی اعتبار سے کمزور بچے بھی بلکہ بسا اوقات ذہنی طور سے معذور بچے بھی قرآن حفظ کرلیتے ہیں۔

دنیا بھر سے مسلمان اپنے بچوں کو جلد از جلد اور پکا حافظ بنانے کے لیے ''عرب القرآن'' بھیجنے لگے ہیں، آپ کو ''عرب القرآن'' کے مدارس میں چین، جاپان،

امریکہ، وسطی ایشیا، یورپ اور عرب ممالک سمیت دنیا کے ہر خطے کے بچے قرآنِ کریم حفظ کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔ ان مہمان طلبہ کی کفالت کی ذمے داری گاؤں کے باشندے سعادت سمجھ کر اٹھاتے ہیں، قرآنِ کریم کے یہ عاشق اپنے مہمان طلبہ کی ایسی خدمت کرتے ہیں جس کی مثال ملنا مشکل ہے، امتحانات میں پوزیشن لانے والے طلبہ کو گاؤں کے لوگ انعامات سے نوازتے ہیں۔ یہاں کے مکاتب اور مدارس میں آپ کو تین سال سے لے کر ۸۰ ؍سال کے بزرگ تک ساتھ میں حفظِ قرآن کی تعلیم حاصل کرتے ہوئے مل جائیں گے۔

شیخ محمد ذکی جو یہاں کئی مکاتب اور مدارس چلاتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ ابھی اس گاؤں میں تیئیس سو طلبہ وطالبات حفظِ قرآن میں مشغول ہیں، یہاں ناظرہ سے پہلے بچوں کو نورانی قاعدہ پڑھایا جاتا ہے۔ واضح رہے یہ قاعدہ ہندوستان کے نامور عالمِ دین قاری فتح محمد پانی پتی نے تحریر کیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے ایسی مقبولیت سے نوازا ہے کہ حرمین شریفین سمیت تمام عرب ممالک میں یہ قاعدہ پڑھایا جاتا ہے۔

عرب القرآن کے مدارس میں حفظِ قرآن کے ساتھ بچوں کو انگلش سمیت مختلف زبانیں بھی سکھائی جاتی ہیں اور ان کی مکمل اسلامی تربیت کی جاتی ہے، اور خطابت کا فن بھی سکھایا جاتا ہے، یہاں کے قراء نے یورپ اور امریکہ سمیت کئی ممالک میں اسی طریقے سے قرآنِ کریم حفظ کرانے کی کلاسوں کا آغاز کر دیا ہے۔

وَّاٰوَیْنٰهُمَاۤ اِلٰی رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ

اس مسجد سے بالکل قریب؛ یعنی پیدل چلیں تو دس منٹ کا راستہ ہے، وہاں

ایک بڑا چرچ ہے، اس چرچ کو تو ہم دیکھنے نہیں گئے؛ لیکن وہ چرچ کیا ہے؟ قرآن مجید کی ایک آیت ہے:

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ﴿۵۰﴾ (المؤمنون)

ترجمہ: اور ہم نے مریم کے بیٹے اور اس کی اماں کو (ہماری قدرت کی) ایک بڑی نشانی بنادی ہے اور ہم نے ان دونوں (ماں بیٹے) کو ایک اونچی جگہ پر ٹھکانہ دیا جو (پُرسکون) رہنے کے لائق تھی اور وہاں صاف ستھرا پانی بہتا تھا ﴿۵۰﴾

مفسرین اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تو اس زمانے کا جو بادشاہ تھا اس کو کاہنوں نے بتایا کہ: ایک بچہ پیدا ہوگا جو تیری حکومت کے خاتمے کا سبب بنے گا، کاہن نے یہ بھی بتایا کہ: وہ بچہ بغیر باپ کے پیدا ہوگا۔

آپ علیہ السلام کی پیدائش کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد وہ ''ہیردوس'' بادشاہ ان کا دشمن بن گیا۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا اپنے اس بچے کی حفاظت کے لیے فلسطین سے نکل کر مصر آگئیں اور جب تک وہ ہیردوس بادشاہ زندہ رہا حضرت مریم رضی اللہ عنہا مصر میں مقیم رہیں اور اس بادشاہ کے مرنے کے بعد آپ دوبارہ فلسطین تشریف لے آئیں۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا مصر میں جہاں کئی دنوں تک مقیم رہیں وہ جگہ مسجدِ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بالکل قریب میں ہے جہاں اس وقت ایک بڑا چرچ بنا ہوا ہے۔

اس میں ایک کنواں بھی ہے، بتایا جاتا ہے کہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت

مریم رضی اللہ عنہا اس کنویں کو استعمال کرتے تھے۔

مصر کے میوزیم میں

بہر حال! ہم جلدی جلدی میوزیم پہنچے، وہیں ''میدان التحریر'' نامی مشہور جگہ بھی ہے جسے ''تحریر اسکوائر'' کہتے ہیں۔ میوزیم کی فیس تیس پاؤنڈ ادا کی، پورے میوزیم میں پرانے زمانے کی عجیب وغریب چیزیں ہیں، اسی طرح سونے چاندی کا بہت بڑا ذخیرہ ہے، مجھے اس وقت سورۂ زخرف کی آیتِ مبارکہ یاد آرہی تھی جو فرعون نے اپنے لوگوں سے مخاطب ہوکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہی تھی کہ:

وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِىْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِىْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِىْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِىْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿۵۲﴾ فَلَوْلَآ اُلْقِىَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴿۵۳﴾

ترجمہ: اور فرعون نے اپنی قوم میں پکار کر کہا: اے میری قوم! کیا (پورے) مصر کی حکومت میرے قبضے میں نہیں ہے؟ اور (دیکھو!) یہ نہریں میرے محل کے نیچے جاری ہیں، کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟ ﴿۵۱﴾ بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ میں اس شخص (یعنی موسیٰ) سے (مال وعزت وحکومت میں) بہت زیادہ اچھا (بہتر) ہوں جس کی کوئی عزت نہیں ہے ﴿۵۲﴾ اور وہ اپنی بات صاف طور پر بول بھی نہیں سکتا، پھر (اگر یہ اللہ کا رسول ہے) تو اس پر (یعنی ہاتھ میں) سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے یا پھر اس کے ساتھ فرشتے جمع ہوکر کیوں نہیں آتے ﴿۵۳﴾

یعنی تم موسیٰ کی بات کیوں مانتے ہو؟ اس کے پاس تو سونا چاندی اور کنگن کچھ بھی نہیں ہے اور مجھے دیکھو! میرے پاس سونے چاندی کے کتنے زیورات ہیں!

فرعون کے بارے میں آتا ہے کہ وہ مرد ہونے کے باوجود سونے کے کنگن پہنتا تھا اور اپنی ڈاڑھی میں ہیرے جواہرات اور سچے موتی لگواتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام پر اسے غصہ اسی لیے آیا تھا کہ جب بچپن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی ڈاڑھی کھینچی تھی تو اس کی ڈاڑھی کے ہیرے موتی سب گر گئے تھے۔

فرعون کے بہت سارے زیورات مصر کے میوزیم میں رکھے ہوئے ہیں۔

میں نے کہا کہ: دیکھو! جن ہیرے جواہرات اور سونے چاندی پر گھمنڈ کر کے اس نے اللہ کے رسول کی بات نہیں مانی تھی آج وہ سارے کنگن یہاں رکھے ہوئے ہیں جن کا کوئی پُرسانِ حال نہیں۔

دوسری ایک بات کہ یہ بادشاہ جو پیرامڈ بنواتے تھے ان میں اپنے مرنے کے بعد کی زندگی کے لیے سارا سامان جمع کرواتے تھے، چنانچہ اس مرنے کے بعد والی زندگی کے لیے نوکر چاکر، برتن، کھانے پینے کی چیزیں بھی رکھواتے تھے اور جو فرعون مرتا تھا اس کی لاش میں کوئی خاص قسم کا مسالہ لگا کر اسی پیرامڈ میں رکھ دیتے تھے اور ان لاشوں کو رکھنے کے لیے پتھر اور سونے کے صندوق بنواتے تھے، بہت ساری سونے کی پیٹیاں آج تک میوزیم میں موجود ہیں۔

فرعون اور اس کی لاش

اس میوزیم میں فرعون کی نعش بھی موجود ہے۔

گائڈ نے کہا کہ: وہ اوپر والے منزلے پر ہے۔

میں نے کہا کہ: کم بخت زندگی میں تو کہتا ہی تھا: ﴿اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى﴾

ترجمہ: میں تمھارا سب سے بڑا رب ہوں۔ (النازعات: ۲۴)

اور ابھی بھی اوپر والے منزلے پر ہی سو رہا ہے۔

ہم اوپر گئے تو پتہ چلا کہ فرعون کو دیکھنے کے لیے الگ سے سو پاؤنڈ کا ٹکٹ لینا پڑے گا، میں نے کہا کہ: کم بخت دنیا میں بھی مہنگا تھا، مرنے کے بعد بھی مہنگا ہے اور وہاں اتنی سیکوریٹی ہے کہ فوٹو بھی نہیں لے سکتے، ہم نے نئی ٹکٹ لی اور گئے تو وہاں بہت سارے فرعونوں کی لاشیں ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا جو فرعون تھا اس کا نام ''رمسیس'' یا ''رعمسیس'' بتایا جاتا ہے، اس نام کے فرعون کی لاش پر گئے تو وہ بالکل بیچ میں رکھی ہوئی ہے، اسی طرح اس فرعون کا باپ، اس کی بیٹی بیوی وغیرہ کی لاشیں بھی ہیں۔ ایک خاص بات یہ ہے کہ فرعون کی جسمانی ساخت اور سائز بھی عام انسانوں کی طرح ہے، کوئی بہت لمبا چوڑا نہیں ہے جیسا کہ عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں۔ اس کے سر پر بال بھی ہیں، اس کا چہرہ ڈراؤنا لگتا ہے۔

کانچ کے ان شیشوں کے پاس ٹمپریچر ناپنے کے آلے لگے ہوئے ہیں اور ہر وقت ایک بڑا اسٹاف ٹمپریچر کو ناپنے کے عمل میں لگا رہتا ہے۔

ہم نے ان ساری لاشوں کو اور فرعونِ اکبر کی لاش کو عبرت کی نگاہ سے دیکھا کہ جو لوگوں سے کہتا تھا کہ: میں خدا ہوں، میری پرستش کرو، آج اس کا کیا حال ہے؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا:

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ

النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ﴿۹۲﴾ (یونس)

ترجمہ: سو آج ہم تیرے بدن کو بچا لیں گے؛ تا کہ تیرے پیچھے آنے والوں کے لیے (عبرت کی) ایک نشانی بن جائے اور یقیناً بہت سارے لوگ ہماری نشانیوں کے بارے میں غفلت ہی میں پڑے ہوئے ہیں ﴿۹۲﴾

جب فرعون پانی میں ڈُبایا گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے مرنے کی خبر بنی اسرائیل کو سنائی تو ان لوگوں پر فرعون کا رعب اتنا زیادہ تھا کہ وہ ماننے کے لیے تیار نہیں تھے کہ وہ کیسے ڈوب گیا ہوگا؟

جب انھوں نے نہیں مانا تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا کہ: اس کی لاش کو نکال کر دریا کے کنارے ڈال دے۔

پھر جب بنی اسرائیل نے اپنی آنکھوں سے اس کو مرا ہوا دیکھا تب جا کر انھیں یقین آیا۔ اس بات کو علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ وغیرہ بہت سارے مفسرین نے لکھا ہے۔

ایک حبشی عورت کا ایمانی جذبہ

وہاں دیگر ملکوں کے آئے ہوئے سیاح بھی موجود تھے، ان میں کچھ حبشی النسل لوگ بھی تھے، ایک سیاہ فام عورت فرعون کی لاش کے پاس آئی اور ہاتھ اونچا کر کے زور زور سے کہنے لگی: سبحان ربی الاعلٰی، سبحان ربی الاعلٰی۔

تو اپنے آپ کو ربِ اعلی کہتا تھا؛ لیکن میرے اللہ ربِ اعلیٰ ہیں، تو نہیں۔

یہ بات وہ فرعون کی لاش کو مخاطب کر کے پورے ایمانی جذبے کے ساتھ کہہ

رہی تھی۔

وہاں تصویر کھینچنے کی سخت ممانعت تھی، جیل کی بھی سزا ہوسکتی ہے؛ لیکن پھر بھی ہمارے کچھ ساتھی اپنی تدبیروں میں کامیاب ہو گئے، وقت ختم ہورہا تھا؛ اس لیے ہم ہوٹل واپس ہوئے۔

جامعِ ازہر

اس کے بعد دوسرے دن یہ طے تھا کہ جامعِ ازہر کی زیارت کرنا ہے۔

جامعِ ازہر اور جامعہ ازہر دونوں الگ الگ چیز ہے، جامعِ ازہر ایک مبارک مسجد کا نام ہے اور اسی مسجد سے ایک مدرسہ شروع ہوا جو جامعہ ازہر یا ازہر یونیورسٹی سے معروف ہے، آج سے تقریباً گیارہ سو سال پہلے ۳۶۱ھ میں یہ مبارک مسجد قائم ہوئی تھی اور یہ بات مشہور ہے کہ جب اس مسجد کی بنیاد رکھی گئی تو اس مسجد میں کوئی خاص قسم کا کیمیکل لگایا گیا، اسی وجہ سے اتنی عالی شان اور بڑی مسجد ہے پھر بھی اس میں کوئی کبوتر یا چڑیا یا کوئی پرندہ نہیں بیٹھتا ہے۔

میں نے سوچا کہ یہ تو بہت اچھی چیز ہے، کاش! ہمیں بھی دستیاب ہو جائے؛ اس لیے کہ ہم نماز میں مچھروں سے بہت پریشان رہتے ہیں۔

اسی جامعِ ازہر سے امّت کو بڑا فیض پہنچا، ہزاروں ائمہ، محدثین، مفسرین یہاں سے امّت کو ملے۔

جامعۃ الازہر: ازہر یونیورسیٹی

وہیں جامعۃ الازہر ہے جو بہت لمبا چوڑا وسیع رقبے میں پھیلا ہوا ہے، بہت

سارے شعبے ہیں: فتاویٰ ڈپارٹمنٹ الگ ہے، اسلامیات کا شعبہ الگ، غرض سارے شعبے الگ الگ ہیں۔

وکیل الازہر سے ملاقات

ہمارے گائڈ مجھ سے پوچھنے لگے کہ: شیخ الازہر سے ملاقات کرنی ہے؟

میں نے کہا کہ: شیخ الازہر سے ملاقات اتنی آسان ہے کیا؟

ہم نے مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی کتاب میں پڑھا تھا کہ شیخ الازہر سے ملاقات کے لیے دوتین دن پہلے سے وقت لینا پڑتا ہے۔

دراصل ایک ہیں وکیل الازہر اور ایک ہیں شیخ الازہر، دونوں الگ الگ شخصیتیں ہیں اور حکومت میں مصر کے صدر (President) کے بعد انھیں دونوں کا مرتبہ ہوتا ہے۔

ہم نے کہا: بہت اچھا، ملاقات ممکن ہو تو ضرور کریں گے۔

بعض مرتبہ ہمارا شناختی کارڈ بہت بڑے بڑے کام کروا دیتا ہے، چنانچہ میرا تعارفی کارڈ جس میں میرے عہدے اور مناصب لکھے ہوئے ہیں، میں نے گائڈ کو دیتے ہوئے کہا کہ: پہلے یہ کارڈ اندر بھیجو، اللہ کرے کہ یہ کارڈ کچھ ذریعہ بن جائے۔

انھوں نے کارڈ بھیجا کہ ہندوستان کے بڑے عالم آئے ہوئے ہیں۔

فوراً جواب آیا کہ: ان کو اندر لے آؤ۔

ہم لوگ بڑی جانچ پڑتال اور سیکوریٹی کے مراحل سے گذر کر اندر گئے اور شیخ الازہر کے سکریٹری سے اور دیگر لوگوں سے ملاقات کی، وکیل الازہر سے طویل ملاقات

رہی اور پھر ہندوستان تشریف لانے کی دعوت دے کر ہم وہاں سے باہر نکلے، جامعہ ازہر کی زیارت کی، نماز بھی ادا کی، ہم نے دیکھا کہ بہت سے طلبہ وہاں پڑھ رہے ہیں اور محنت میں لگے ہوئے ہیں۔

جامع الحسین رضی اللہ عنہ

وہیں ایک ''مسجدِ حسین'' بھی ہے، کہتے ہیں کہ: نواسۂ رسول حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا میں شہید کرنے کے بعد ان کا سر مبارک یہاں مصر لایا گیا تھا اور ایک روایت کے مطابق یہیں وہ سر دفن ہے، اس مسجد کا نام ''جامع الحسین'' ہے، ہم نے وہاں جا کر نماز ادا کی، ایک خاص جگہ کی نشان دِہی کی گئی ہے کہ یہاں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک مدفون ہے۔

مصحفِ عثمانی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامۂ مبارک

نیز اسی مسجد میں وہ قرآنِ کریم بھی ہے جس کو حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں تحریر کروا کر مختلف خطّوں میں بھیجا تھا، ان سات نسخوں میں سے ایک نسخہ مصر بھی بھیجا تھا وہ اسی مسجدِ حسین میں ہے جو چمڑے پر لکھا ہوا ہے۔

اسی طرح نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ایک عمامہ مبارک بھی ہے۔

علامہ بدرالدین عینیؒ، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے مزارات

اسی طرح وکیلِ احناف: علامہ بدرالدین عینیؒ جنھوں نے بخاری شریف کی شرح ''عمدۃ القاری'' لکھی ہے ان کا مزار مبارک بھی بالکل جامعہ ازہر سے متصل ہے،

ان کی مستقل مسجد بھی ہے۔

اسی طرح دوسرے شارحِ بخاری حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، ان کا محلہ، ان کی مسجد، جس مسجد میں وہ درس دیتے تھے اس میں بھی جانا ہوا، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی قبر دوسری جگہ ہے یعنی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی قبر کے قریب ان کا مزار ہے، اللہ کے فضل وکرم سے وہاں بھی حاضری ہوئی۔

شرم الشیخ کی طرف

کافی دیر ان علاقوں کی زیارت رہی، پھر ہم جلدی جلدی ائیر پورٹ پہنچے؛ اس لیے کہ مصر کے ایک بہت اہم شہر ''شرم الشیخ'' جانا تھا، شام کو قاہرہ سے شرم الشیخ روانہ ہوئے، وہاں ٹھنڈی کچھ زیادہ تھی، ائیر پورٹ پر اترے تو ایک مصری شخص محمود الحنفی پہلے سے ہمارے انتظار میں کھڑے تھے جو عربی اور انگریزی بہت زوردار بولتے تھے، میں نے سوچا یہاں ہمارا کام ان کے ساتھ ان شا اللہ! زوردار چلے گا۔

ہم باہر نکلے تو پتہ چلا کہ یہ وہ علاقہ ہے جہاں وادیٔ سینا اور طور پہاڑ ہے، جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملی، جہاں بنی اسرائیل رہے تھے۔

بحرِ قلزم جس میں فرعون غرق کیا گیا تھا

ائیر پورٹ سے نکلنے کے بعد تقریباً تین گھنٹے تک ہم نے بائی روڈ سفر کیا اور اس جگہ پہنچے، جس کو ''بحرِ قلزم'' یا ''ریڈ سی'' کہتے ہیں، یہ سرخ ہونے کی وجہ سے نہیں؛ بلکہ وہاں بامبو جیسے درخت بہت ہیں، اس کی مناسبت سے اسے ''ریڈ سی'' کہتے ہیں۔

یہ وہی بحرِ قلزم ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کو ڈبویا تھا اور بنی اسرائیل

کے لیے بارہ راستے بنائے تھے۔

باری تعالیٰ کی عجیب حکمت

مصر سے فلسطین جانے کے اُس دور میں دو راستے تھے: ایک زمینی راستہ جو قریب تھا، دوسرا بحرِ احمر والا راستہ وہ دور تھا؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے کمالِ مصلحت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسی دور والے راستے سے جانے کا حکم فرمایا، اس وقت تقریباً چھ سے آٹھ لاکھ بنی اسرائیل تھے، اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کرنے کا فیصلہ فرمایا تھا اس حکمت سے دور والا راستہ اختیار کرنے کا حکم دیا۔

واقعات رونما ہونے کے بعد کہا جا سکتا ہے کہ اس راستے کو حق تعالیٰ نے اس لیے ترجیح دی کہ خشکی کے راستے سے گذرنے میں فرعون اور اس کی فوج سے جنگ ضروری ہو جاتی؛ کیوں کہ انھوں نے بنی اسرائیل کو قریب ہی آلیا تھا، اور اگر دریا کا معجزہ پیش نہ آتا تو فرعون بنی اسرائیل کو واپس مصر لے جانے میں کامیاب ہو جاتا، اور چوں کہ صدیوں کی غلامی نے بنی اسرائیل کو بزدل اور پست ہمت بنا دیا تھا؛ اس لیے وہ خوف اور رعب کی وجہ سے کسی طرح فرعون کے ساتھ جنگ پر آمادہ نہ ہوتے۔

بہر حال بنی اسرائیل نے اشارۂ غیبی سے مختصر راستہ چھوڑ کر طویل راستہ اختیار کیا، اور بحرِ قلزم میں فرعون کے غرق ہونے کا واقعہ پیش آیا۔

عجیب انداز کے راستے

امام ابن کثیرؒ نے عجیب بات لکھی ہے: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پر عصا مارا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کے حکم سے تو ہٹ جا، تو بارہ (۱۲) راستے بن گئے؛ چوں کہ بنی

اسرائیل کے بارہ خاندان تھے، آپس میں جھگڑا نہ ہو، بھیڑ بھاڑ نہ ہواور ترتیب سے باطمینان پار ہو سکے۔ پانی بڑے پہاڑ کے مثل کھڑا ہو گیااور شیشہ کی طرح راستے تھے کہ ہر قبیلہ والے گزرتے ہوئے دوسرے قبیلہ والوں کو دیکھ بھی رہے تھےاور آپس میں باتیں بھی کر رہے تھے، اس سے دل میں کوئی خوف بھی نہیں رہا کہ دوسرے قبیلے والوں کا کیا حال ہے؟ اور تیز ہواؤں کے جھونکوں نے راستوں کو بالکل سوکھا کر کے عام سڑک کی طرح کر دیا تھا۔

یہ علاقہ بہت خوب صورت ہے، بڑی بات یہ ہوئی کہ ہم لوگ تھکے ہوئے تھے؛ لیکن بحرِ قلزم کے بالکل کنارے پانی سے لگ کر ہمارے شام کے کھانے کا انتظام تھا، تو اس پُرکیف منظر نے ہماری ساری تھکن دور کر دی۔

بحرِ قلزم کے کنارے ''سمکِ موسیٰ'' کی خواہش

وہاں ہم سے پوچھا گیا کہ: کھانے میں کیا پسند کرو گے؟

میں نے کہا کہ: بحرِ قلزم پر آئے ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام والی مچھلی ضرور کھائیں گے، یعنی جس مچھلی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کھایا تھا اور قرآن کی سورۂ کہف میں جس کا ذکر ہے، ہم تو وہی کھائیں گے۔

تھوڑی دیر بعد خادم نے آکر اطلاع دی اور معذرت چاہی کہ: اس وقت ہمارے پاس ''سمکِ موسیٰ'' اسٹاک میں نہیں ہے، اگلی مرتبہ آپ کو ضرور کھلائیں گے۔

بہر حال! بحرِ قلزم کے کنارے رات کا کھانا کھایا، عشا کی نماز پڑھی، آگے بڑھے، تو بتایا گیا کہ: جس جگہ ہم نے بیٹھ کر کھانا کھایا یہی ''وادیٔ سینا'' کہلاتی ہے۔

میں نے کہا: یااللہ! جس مقدّس وادی کا آپ نے بار بار قرآن میں ذکر کیا ہے، جس کی قسم کھائی اس جگہ ہمارے قدم پہنچائے، اب اس کی برکات سے ہم سب کو مالا مال بھی فرما دیجیے۔

''کوہِ طور'' کی طرف

جس رات ہم ''شرم الشیخ'' پہنچے تو بتایا گیا کہ: اسی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام والے پہاڑ پر جانا ہے۔

ہم سوچنے لگے کہ: آخر یہ راتوں رات کیوں پہاڑ پر لے جایا جاتا ہے؟

لیکن بہر حال! گئے، کچھ کلومیٹر گاڑی سے چلنے کے بعد ہمیں اتار دیا گیا اور بتایا گیا کہ: بس! سامنے ہی وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چالیس (۴۰) دن اعتکاف وقیام فرمایا تھا اور یہیں وہ درخت بھی ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی تجلی کا نور دیکھا تھا اور یہی وہ جگہ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے بات چیت کا موقع ملا تھا۔

رات کو تقریباً ایک بجے پہاڑ پر چڑھنا شروع کیا

سخت سردی کی رات میں تقریباً ایک بجے ہم نے پہاڑ پر چڑھنا شروع کیا: بالکل سناٹا تھا، صرف گرم کپڑوں کی دکانیں کھلی ہوئی تھیں، انھیں معلوم تھا کہ رات کو ٹورسٹ حضرات آتے ہیں؛ اس لیے دکانیں کھلی رکھی تھیں۔

ہم نے سردی کے کپڑے خریدے؛ کیوں کہ بتایا گیا کہ: جب یہاں اتنی سردی ہے تو اوپر مائنس ڈگری ہوگی، ہم گیارہ ساتھیوں میں سے دو کے علاوہ ۔جن میں

ایک معذور تھے اور ایک عمر دراز تھے۔ نو (۹) ساتھیوں نے رات کے وقت اوپر چڑھنا شروع کیا۔

رات کو پہاڑ پر چڑھنے کی حکمت

اب ہمیں حکمت سمجھ میں آئی کہ اگر دن میں ہمیں اوپر لے جایا جاتا تو اس کی دشواری کو دیکھ کر ہر کوئی ہمت ہار دیتا؛ چوں کہ بہت ہی بلند اور عجیب چڑھان ہے؛ اس لیے رات کی تاریکی میں لے جایا جاتا ہے اور صرف ہم ہی نہیں؛ بلکہ دور دراز سے آئے ہوئے روزانہ ایک ہزار یہودی اور دیگر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یاد میں اوپر چڑھتے ہیں، مجھے یہاں عاشورہ والی وہ روایت یاد آ گئی جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ: نَحْنُ أَحَقُّ بِمُوْسیٰ.

اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یاد میں ایک ہزار یہودی اوپر چڑھتے ہیں تو ہمیں بھی ہمت کر کے چڑھنا چاہیے۔

رات کی تاریکی میں پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ کتنا اونچا جانا ہے، پھر معلوم ہوا کہ سات کلومیٹر اوپر چڑھیں گے تب وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام والی جگہ آئے گی، وہاں لوگ آتے جاتے رہتے ہیں؛ اس لیے ڈر وغیرہ محسوس نہیں ہوتا۔

کوہِ طور پر چڑھتے ہوئے سورۂ طٰہ کی تلاوت کی لذت

میں نے اپنے ایک ساتھی مولانا صادق صاحب مانیکپوری زید مجدہم سے کہا کہ: یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پہاڑی ہے؛ اس لیے ان کی یاد میں سورۂ طٰہ کی تلاوت ہونی چاہیے۔ ہمارے ایک ساتھی نے سورۂ طٰہ کی تلاوت شروع کی اور ہم ایک دم مست ہو کر

چلنے لگے۔

آپ اندازہ لگایئے کہ جس وادی اور مقام کا قرآن میں تذکرہ ہو اسی جگہ پر پہنچ کر اس کو سننے کا کیا مزہ آیا ہوگا اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا!!!

تلاوت سنتے سنتے ہم چار گھنٹے بیس منٹ تک پیدل چلے اور اس مقام پر پہنچے، چلتے چلتے ہم نے صبح صادق کا صاف صاف نظّارہ بھی کیا اور ساتھیوں کو بھی کروایا، اور ستارہ (Venus) بھی دیکھا، وہاں طلوعِ آفتاب کا وقت بالکل قریب تھا، ہمیں نماز کی فکر ہوئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ بالکل چوٹی پر ایک مسجد بھی ہے اور پڑوس میں ایک چرچ بھی بنا ہوا ہے۔

میں نے ساتھیوں سے کہا کہ: جلدی جلدی وضو کرو؛ ورنہ فجر قضا ہو جائے گی، چنانچہ سردی کی شدت کی وجہ سے ہم وضو میں پانی کا استعمال ایسے کر رہے تھے جیسے جسم پر کریم لگا رہے ہوں، پھر فجر کی نماز پڑھی اور اشراق تک وہیں رہے، طلوعِ آفتاب کا نظارہ بھی بڑا عجیب تھا، دور دراز تک سلسلۂ جبالِ طور کا مشاہدہ کرتے رہے۔

اس درخت کی زیارت جس پر اللہ کی تجلی کا نور اترا تھا

پوری رات پہاڑ پر چڑھنے میں گذری، پھر دو گھنٹے تقریباً واپسی میں گذرے، ہم لوگ صبح کو نیچے اترے تو اس وقت تھکن ختم ہوگئی، جب بتایا گیا کہ: اب ہمیں بہت اہم چیز کا مشاہدہ کرنا ہے، یعنی وہ درخت جس پر اللہ کی تجلی کا نور اترا تھا، جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا نور دیکھا تھا اور اللہ تعالیٰ سے بات چیت کی تھی۔

پہاڑ سے اتر کر آگے بڑھے تو ایک چھوٹا سا قلعہ نما احاطہ بنا ہوا ہے اس میں یہ

درخت ہے، بتایا جاتا ہے کہ: جس جگہ یہ درخت ہے اس سے تقریباً چار، پانچ میٹر کے فاصلے پر اصل وہ درخت تھا اور اسی اصل درخت کی جڑ میں سے یہ درخت نکلا ہوا ہے جو اس وقت موجود ہے اور یہ اس طرح ہوتا رہتا ہے کہ درخت کی شاخیں لمبے عرصے میں سوکھ جاتی ہیں، پھر جڑوں سے دوسری نئی ہری شاخ نکلتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملنے کا واقعہ

واقعہ یہ ہوا تھا کہ: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی حضرت صفورا رضی اللہ عنہا کو مدین سے مصر لے کر آرہے تھے تو ان کو ''دردِ زِہ'' شروع ہوا، سخت ٹھنڈی رات تھی، آپ علیہ السلام نے اپنی بیوی سے کہا کہ:

وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝۹ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۝۱۰

ترجمہ: اور (اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تمھارے پاس موسیٰ (علیہ السلام) کا واقعہ نہیں پہنچا؟ ﴿۹﴾ جب ان (موسیٰ علیہ السلام) کو (طور پہاڑ پر ایک) آگ نظر آئی تو اپنی بیوی سے کہا: تم یہیں ٹھہرو، میں نے ایک آگ دیکھی ہے، شاید کہ میں اس میں سے تمھارے پاس کوئی شعلہ لے آؤں یا آگ کے پاس راستے کا پتہ (بتانے والا کوئی) مل جائے ﴿۱۰﴾

بیوی کو جمع کے صیغے سے خطاب

مذکورہ آیت میں جمع کا صیغہ آیا ہے، یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی کو جمع کے صیغے سے خطاب فرمایا کہ: تم یہاں رک جاؤ۔ اس کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں: ایک تفسیر یہ ہے کہ کبھی واحد کو جمع کے صیغے سے خطاب کرتے ہیں، اس کی تعظیم اور تکریم

کے طور پر؛ اس سے معلوم ہوا کہ بیوی کو تعظیم اور تکریم کے صیغے سے خطاب کرنا یہ نبیوں کا طریقہ ہے۔

بہر حال! موسیٰ علیہ السلام نے کہا: یہاں ذرا رک جاؤ، مجھے اوپر آگ نظر آ رہی ہے، میں جاتا ہوں اور آگ لے کر آتا ہوں، اگر وہ آگ ہے تو کوئی آگ سلگانے والا بھی ہوگا تو ان سے پوچھوں گا کہ: مصر جانے کا راستہ کون سا ہے؟ یہ کہہ کر وہاں اپنی بیوی کو ٹھہرایا تھا اور خود آگ لینے کے لیے تشریف لے گئے۔ ہم جس جگہ کھڑے تھے میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: یہی وہ جگہ ہے جہاں حضرت صفورا رضی اللہ عنہا کہیں رُکی ہوں گی۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ لینے گئے تو ایک لکڑی لی، یا گھاس کے تنکے جمع کیے؛ تاکہ اس کو جلا لیویں؛ لیکن جب آپ آگے بڑھتے تو آگ پیچھے ہٹ جاتی، جب آپ واپس ہوتے تو آگ آگے بڑھ کر ان کے سامنے آجاتی، عجیب وغریب آگ تھی، آگ تو جلانے کا کام کرتی ہے؛ لیکن وہ ایسی آگ تھی کہ لکڑیاں تو کیا جلاتی، پتے بھی نہیں جلتے تھے اور جتنی وہ آگ بھڑکتی اتنے درخت کے پتے اور زیادہ روشن ہو جاتے، ہریالی، تازگی اور چمک میں اضافہ ہوتا، آپ علیہ السلام اس کو دیکھ کر حیران ہو گئے۔

اسی وقت آواز آئی:

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۱﴾ اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۲﴾ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ﴿۱۳﴾ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴿۱۴﴾

ترجمہ: سو جب وہ (موسیٰ علیہ السلام) اس (آگ) کے پاس پہنچے تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) آواز دی گئی کہ: اے موسیٰ! ﴿۱۱﴾ پورا یقین رکھو! میں تمھارا رب ہی ہوں،

تم اپنے دونوں جوتوں کو نکال دو، یقینی بات ہے کہ تم طُویٰ نامی مقدس میدان میں ہو ﴿۱۲﴾ اور میں نے (نبوت کے لیے) تم کو چن لیا ہے، سو جو بات وحی کے ذریعے کہی جائے وہ دھیان سے سنو ﴿۱۳﴾ حقیقت یہ ہے کہ میں اللہ ہی ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، سو تم میری ہی بندگی کرو اور مجھے یاد رکھنے کے لیے نماز قائم کرو ﴿۱۴﴾

خدا کی عنایت کا پوچھیے موسیٰ سے کوئی حال	آگ لینے کو جائیں اور پیمبری مل جائے

جب آپ علیہ السلام وہاں پہنچ رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

موسیٰ! تم بہت بابرکت جگہ پر آئے ہو؛ اس لیے جوتے نکال لو۔ یہ ادب سکھلایا گیا۔

فاخلع نعلیک کی وجہ اور اس پر عمل کی سعادت

مجھے بھی یہ بات یاد تھی؛ اس لیے ہم نے سوچ رکھا تھا کہ ہم بھی اپنی جوتیاں وہاں نکال دیں گے، چنانچہ ہمارے ساتھی ''بلال بھائی کاریا'' نے توجہ دلائی کہ: ہم جوتیاں نکال دیں؟ میں نے کہا کہ: ہاں! سب نکال دو۔

حضراتِ مفسرین نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ: اس مبارک وادی کی مٹی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بدن سے لگے؛ اس لیے یہ جوتیاں نکلوائی گئی تھیں۔

وہاں کے پولس اور سیکوریٹی والے ہمیں حیرت کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔

ہم لوگ اندر داخل ہوئے، اس درخت کو کافی دیر تک دیکھتے رہے، تجلیاتِ الٰہیٰ کا تصور کر رہے تھے، ہم ایسے غرقاب ومست ہوئے کہ رات بھر کی تھکن کہاں

غائب ہوگئی پتہ ہی نہ چلا۔

زیتون کے درخت

پھر وہاں آس پاس بہت سارے زیتون کے درخت تھے، میں نے ساتھیوں سے کہا کہ: یہ وہ زیتون کے درخت ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کیا ہے:

وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ۝۲۰

ترجمہ: اور ایسے (زیتون کے) درخت کو جو طور سینا سے نکلتا ہے وہ تیل اور کھانے والوں کے لیے سالن لے کر اگتا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں یہ بات لکھی گئی کہ دنیا میں سب سے پہلے زیتون کا درخت اسی وادئ سینا میں اگا تھا؛ لگتا ایسا ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر قرآن میں فرمایا ہے۔

میں نے ساتھیوں سے کہا: اس کے پتے اور لکڑیاں لے لو، ہم اپنے وطن جا کر اس کو اگائیں گے، ان کی برکات میں کیا شک ہوسکتا ہے۔

مدین کا کنواں

ہمیں وہاں ایک کنواں دکھایا گیا، اس کے بارے میں بتایا گیا کہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اس کنویں کا پانی پیا ہے۔

دوسری بات یہ بتائی گئی کہ: مدین بستی کہاں تھی؟

اس میں مفسرین کی مختلف رائیں ہیں؛ لیکن ایک قول یہ ہے کہ مدین کے جس کنویں کا ذکر قرآن مجید میں ہے:

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ.

ترجمہ: اور جب وہ (موسیٰ علیہ السلام) مدین کے کنویں پر پہنچے تو لوگوں کے ایک مجمع کو دیکھا کہ (کنویں سے پانی کھینچ کر اپنے جانوروں کو) پانی پلا رہے ہیں۔

وہاں بتایا جاتا ہے کہ وہ کنواں یہی ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

چنانچہ ہم نے اس کنویں کی زیارت کی اور باہر نکلے۔

جس زیتون کے تیل کا قرآن میں ذکر ہے اس کی خریداری کی سعادت

میں نے کہا کہ: ہم نے لکڑیاں تو توڑ لیں؛ لیکن زیتون کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ۝٢٠

ترجمہ: اور طور سینا سے جو (زیتون کا) درخت نکلتا ہے وہ تیل اور کھانے والوں کے لیے سالن لے کر اگتا ہے۔ (المؤمنون)

یعنی یہاں کے تیل کا بھی قرآن میں ذکر کیا گیا ہے۔

میں نے اپنے گائڈ سے عربی میں کہا: یہاں کے دیہاتی بدؤوں سے پوچھو کہ: یہاں کے زیتون کا تیل ہمیں مل سکے گا؟

اس نے جا کر دو چار لوگوں سے پوچھا تو ایک نے کہا کہ: میرے پاس ہے اور یہیں کے زیتون کا تیل ہے۔

میں نے کہا: بالکل پکی بات؟

اس نے کہا: اللہ کی قسم! یہیں کا ہے۔

میں نے کہا: یہ مجھے لے جانا ہے۔

اس نے کہا: نوسو(۹۰۰) پاؤنڈ میں دوں گا۔

میں نے کہا کہ: جو قیمت تو مانگے گا، دوں گا؛ اس لیے کہ قرآن میں اس جگہ کے تیل کا ذکر ہے۔ الحمد اللہ! اس کو ساتھ لانے اور استعمال کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے برکات سے مالا مال فرمائے، آمین۔

سونے کا بچھڑا

پھر ہم وہاں سے آگے چلے، گائڈ نے کہا کہ: اب دوسری اہم اہم زیارتیں شروع ہورہی ہیں۔ آج منگل کا دن تھا، ایک جگہ انھوں نے گاڑی رکوائی، بڑا میدان تھا، ہم نیچے اترے، وہاں ایک بورڈ لگا ہے جس پر عربی میں لکھا ہوا تھا ''العجل الذهبي'' یعنی سونے کا بچھڑا (Golden cow)، یہ وہ جگہ تھی جہاں پر بنی اسرائیل نے سونے کا بچھڑا بنایا تھا، جس کا ذکر قرآن میں کئی جگہوں پر ہے۔

سامری اور اس کے بچھڑا بنانے کا قصہ

بنی اسرائیل جب مصر سے نکلے تھے تو ان کی عورتوں کے پاس فرعونیوں کے بہت سارے سونے چاندی کے زیورات تھے، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پہاڑ پر چالیس دن گزارنے کے لیے تشریف لے گئے تب سامری نے لوگوں کو ایک شیطانی بات کہی کہ: جو زیورات ہمارے پاس ہیں وہ ہمارے لیے حلال نہیں ہیں؛ اس لیے جلدی جلدی سب زیورات لاؤ اور ایک گڑھے میں جمع کرو۔

اس کے بعد اس نے ان زیورات میں آگ لگوادی اوران کو پگھلا کر سونے کا ایک بچھڑا یعنی پتلا بنایا اور جب اس کو پگھلایا جا رہا تھا تو قرآن میں ہے کہ سامری نے ایک چھوٹی سی پڑیا اس میں ڈالی اور حضرت ہارون علیہ السلام جو وہاں کھڑے تھے ان سے کہا کہ: میرے لیے اللہ سے دعا کرو کہ: میں جو نیت کروں اللہ اس کو پورا فرمائے۔

اس پڑیا میں کونسی مٹی تھی؟

جب حضرت جبرئیل علیہ السلام فرعون کو ڈبونے کے لیے تشریف لائے تو ان کی گھوڑی یا گھوڑا جہاں جہاں قدم رکھتا تھا وہاں جنگل و بیابان میں ہری ہری گھاس اُگ جاتی تھی، سامری نے وہ منظر دیکھا، قرآن میں ہے:

قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَ كَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿۹۶﴾

ترجمہ: اس نے کہا: میں نے ایک ایسی چیز دیکھ لی تھی جس کو ان (دوسروں) نے نہیں دیکھا تھا اور میں نے رسول (فرشتے) کے نشانِ قدم سے ایک (خاک کی) مٹھی اٹھالی تھی اور میں نے اس کو ڈال دیا (اس وقت) میرے دل نے ایسی ہی بات مجھے سمجھائی تھی ﴿۹۶﴾

سامری کی پرورش حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کی تھی

سامری جبرئیل امین کو پہچانتا تھا اور کیوں اور کیسے پہچانتا تھا وہ لمبا قصہ ہے، مختصر یہ کہ سامری کی ولادت کے وقت اس کی ماں نے فرعون کے ڈر سے ایک مٹکے میں اس کو چھپا دیا تھا، حضرت جبرئیل علیہ السلام وہاں تشریف لاتے اور اس کی پرورش کرتے۔

بعض حضرات نے یہاں تک لکھا ہے کہ سامری ہندوستان کی گاؤ پرست قوم کا ایک فرد تھا جو ہجرت کر کے مصر گیا تھا۔

بہرحال! جہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی سواری کا قدم پڑا تھا وہاں کی مٹی سامری نے اٹھا کر رکھ لی تھی، اوراس پگھلے ہوئے سونے چاندی میں اس نے مٹی ڈالی:

فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿۸۷﴾

ترجمہ: پھراسی طرح سامری نے (اس کے پاس جو کچھ تھا آگ میں) ڈال دیا۔

آواز والا بچھڑا

اس سے بچھڑا پیدا ہوا تو اس سے آواز نکلتی تھی:

فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ۔

ترجمہ: سواس (سامری) نے ان (لوگوں) کے سامنے ایک بچھڑا (زیور میں سے بنا کر) نکالا جو صرف ایک جسم تھا، جس میں سے (بچھڑے جیسی) ایک آواز نکلتی تھی۔

پھر سامری نے لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کر دیا، کہا:

فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۫ فَنَسِيَ ﴿۸۸﴾

ترجمہ: (یہ منظر دیکھ کر سامری کی بات ماننے والے، یعنی بچھڑے کی پوجا کرنے والے) کہنے لگے: یہ تمھارا معبود ہے اور موسیٰ کا معبود ہے، سووہ (موسیٰ) بھول گئے (اور طور پر خدا کی تلاش میں چلے گئے) ﴿۸۸﴾

یہ کہہ کر پوری قوم کو گمراہ کیا اور اس کی پوجا میں لگا دیا، جس جگہ یہ واقعہ پیش آیا تھا اس جگہ کو ہم نے دیکھا۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام پہاڑ سے واپس آئے، تو آپ کو صورتِ حال سے آگاہ کیا گیا، آپ نے اس بچھڑے کو جلا ڈالا، جن جن لوگوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی ان سب کو قتل کر دیا۔

بچھڑے کی تصویر والا پتھر

ایک عجیب بات بتلاؤں: وہ یہ کہ گائڈ نے پہاڑ پر ایک پتھر بتایا جس کو غور سے دیکھنے سے بچھڑے کی تصویر نظر آتی ہے جو قدرتی ہے، کسی انسان کی تراشی ہوئی نہیں ہے، بتایا گیا کہ: یہاں کے بدوؤں میں یہ بات مشہور ہے کہ: یہ تصویر بطور معجزہ کے ہے کہ جہاں ان لوگوں نے بچھڑے کی پرستش کی تھی وہاں اس کی تصویر قدرتی طور پر بن گئی، ہوسکتا ہے کہ کسی دور میں کسی نے واقعے کی یاد تازہ رکھنے کی نیت سے اس کو تراشا ہو، اور مرورِ زمانہ سے اس کے اثرات کم ہو گئے ہوں۔

مقامِ ہارون علیہ السلام کی زیارت

پھر ہم آگے چلے تو ایک جگہ چھوٹا سا گنبد بنا ہوا نظر آیا، وہاں لکھا تھا ''مقامِ ہارون؛ یعنی یہ حضرت ہارون علیہ السلام کے رہنے کی جگہ تھی، اس کی بھی زیارت کی۔

مقامِ صالح علیہ السلام کی زیارت

پھر وادیٔ طویٰ سے نکل کر آگے چلے تو مقامِ صالح نظر آیا؛ یعنی حضرت صالح علیہ السلام نے کچھ وقت وہاں قیام کیا ہوگا۔

یہ پورا علاقہ جو میدان ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بنی اسرائیل

کے رہنے کی جگہیں تھیں؛ اس لیے وہاں یہودی لوگ آتے ہیں اور قیام کرتے ہیں کہ یہ ہمارے باپ دادا کے قیام کی جگہیں ہیں، وہاں بڑی عالیشان ہوٹلیں بنی ہوئی ہیں۔

ہم نے طورِ سینا سے واپس قاہرہ جانے کے لیے ہوائی جہاز کے بجائے کار سے سفر طے کیا تھا؛ تا کہ ''وادیٔ تیہ'' وغیرہ کی اچھی طرح زیارت ہو سکے اور بحرِ قلزم کے حسین مناظر سے بھی لطف اندوز ہو سکیں۔

بہر حال! طورِ سینا سے قاہرہ کا سفر بہت ہی پُر کیف رہا اور ہم زیارتوں کے ساتھ ساتھ تاریخ کے اوراق میں گم ہوتے ہوئے گذرے، نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی پیاری یادوں سے برابر ایمان کو تازگی ملتی رہی۔

آبارِ موسیٰ

وہاں سے نکل کر آگے بڑھے، ایک جگہ ہے ''آبارِ موسیٰ''، جس کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے، قرآن میں نہیں ہے، جب فرعون کے ڈوبنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر آگے بڑھے تو ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ نے قدرتی کنویں بنا دیے جن کی تعداد تقریباً دس ہیں، بحرِ قلزم کے بالکل قریب، جس میں آٹھ کنویں تو مرورِ زمانہ کی وجہ سے سوکھ گئے ہیں؛ لیکن دو کنوؤں میں پانی اب بھی موجود ہے۔

عیونِ موسیٰ

عبد الوہاب بن نجار نے قصص الانبیاء میں لکھا ہے کہ: پانی کے وہ چشمے جن کا ذکر بنی اسرائیل کے واقعات میں آیا ہے، بحرِ احمر کے مشرقی بیابان میں سوئیز سے زیادہ

دور نہیں ہیں اور اب بھی عیونِ موسیٰ (موسیٰ علیہ السلام کے چشمے) کے نام سے مشہور ہے، ان چشموں کا پانی اب بہت کچھ سوکھ گیا ہے، اور بعض کے تو آثار بھی قریب قریب معدوم ہو گئے ہیں، اور کہیں کہیں ان چشموں پر اب کھجور کے باغات نظر آتے ہیں۔

وادئ تیہ میں

وادئ سینا کو ''تیہ'' اس لیے کہتے ہیں کہ قرآنِ عزیز نے بنی اسرائیل کے لیے کہا ہے: یتیھون فی الارض (یہ اس زمین میں بھٹکتے پھریں گے) جب کوئی شخص راہ سے بھٹک جائے تو عربی میں کہتے ہیں ''تاہ فلان''؛ چنانچہ ہم وادئ تیہ میں پہنچے۔

بنی اسرائیل نے جب اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کی تو چالیس برس تک یہی میدان بنی اسرائیل کے لیے جیل خانہ بن گیا تھا، اس میں وہ لوگ چکر کاٹتے رہے اور اس دوران اللہ تعالیٰ نے ان پر قسم قسم کی نعمتیں بھی اتاریں جس میں سے ''من'' اور ''سلویٰ'' بھی ہے۔

میں نے گائڈ سے پوچھا کہ: من وسلویٰ ہے کہ نہیں؟

اس نے کہا: ''من'' تو نہیں ہے؛ لیکن ''سلویٰ'' کے بارے میں بہت سی تفسیروں میں لکھا ہے کہ: اس سے مراد ہے ''الطیر السمانی'' یعنی تیتر ہے، وہ اس علاقے میں بہ کثرت پائے جاتے ہیں۔

اور ''من'' تو ایک قسم کا میٹھا گوند ہوتا تھا۔

یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت تھی کہ اتنا بڑا میدان جس کے چاروں طرف کوئی دیوار اور احاطہ نہیں تقریباً چالیس سال تک بنی اسرائیل کے لیے جیل بن گیا۔

جیل میں بھی نوازشاتِ الٰہیہ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کتنے رحم وکرم فرماتے ہیں!!!

بنی اسرائیل قید میں ہیں اس وقت بھی نوازشاتِ الٰہیہ برابر جاری ہیں، کھانے کے لیے من وسلوی کا انتظام، گرمی اور دھوپ سے حفاظت کے لیے بادل کا سایہ اس طرح کہ جہاں بنی اسرائیل جاویں بادل بھی ساتھ چلے، پانی کے لیے ایک ہی پتھر سے بارہ چشمے اور وہ بھی ہر خاندان کی تعداد کے اعتبار سے چشموں کے پانی میں کمی بیشی، رات کی تاریکی میں روشنی کے لیے بنی اسرائیل جہاں قیام فرماتے وہاں عمودی شکل میں روشنی ہو جاتی، بچوں کی عمر جیسے جیسے بڑی ہوتی کپڑے بھی ساتھ بڑے ہوتے جاتے، یہ سب نعمتیں باری تعالیٰ کی طرف سے بنی اسرائیل پر قید کے زمانے میں بھی جاری رہیں، اللہ تعالیٰ کیسے نوازنے والے ہیں!!!

نہرِ سوئیز (Suez Canal)

وادیٔ تیہ سے قاہرہ جاتے ہوئے نہر سوئیز سے گذرنا ہوا، سوئیز کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ: اس کی اتنی آمدنی ہے کہ پوری مصری قوم کوئی کام نہ کرے تو بھی محض اس نہرِ سوئیز کی آمدنی سے پورا مصر کھا پی کر گذارا کر سکتا ہے، اس نہرِ سوئیز کے نیچے سے راستہ نکلتا ہے، ہم گذرے؛ لیکن بہت دیر تک انتظار میں کھڑے رہنا پڑتا ہے؛ چونکہ گذرنے والی گاڑیاں اور ٹرک بہت بڑی تعداد میں ہوتے ہیں، پھر ہم دریا کے نیچے سے گذر کر قاہرہ پہنچے۔

اسکندریہ شہر

دوسرے دن بدھ کو ہمیں اسکندریہ جانا تھا، یہ بھی سکندرِ رومی کا بسایا ہوا مصر کا ایک مشہور شہر ہے، جو یونان (Greece) سے مصر آیا تھا اور یہاں قیام کیا تھا؛ اس لیے اس کا نام اسکندریہ ہے۔

اسکندریہ کا کتب خانہ

① حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے ۲۸۸ سال پہلے اسکندریہ کے کتب خانہ کی بنیاد ڈالی گئی تھی۔

② حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے اڑتالیس (۴۸) سال پہلے اس کتب خانے میں آگ لگنے کی وجہ سے کتب خانہ جل کر خاک ہو گیا تھا۔

③ اس کتب خانے میں ایک سال میں ایک کروڑ لوگ آتے ہیں۔

④ اس کتب خانے کا احاطہ 40,200 میٹر ہے، اور اس کتب خانے میں گیارہ (۱۱) منزلے ہیں۔

⑤ اس کو ایک ساتھ دو ہزار لوگ استعمال کرتے ہیں۔

⑥ اس میں مطالعے کے لیے سو (۱۰۰) کمرے ہیں، اس میں سے تین (۳) کمرے نایاب کتابوں کے ہیں، اور پانچ (۵) کمرے طٰہٰ حسین نامی کتب خانے کے ہیں۔

⑦ یہ ایسا کتب خانہ ہے جس میں ایسی ٹیکنالوجی ہے جس کے سہارے سے نابینا لوگ بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

⑧ اسکندریہ کے کتب خانے میں فی الحال پانچ لاکھ اکتیس ہزار چیزیں ہیں،

جو کتابوں، نقشوں، اور رسالوں پر مشتمل ہیں، اس میں چھیالیس ہزار انیس جلدیں نایاب کتابوں کی ہیں۔

⑨ اس کے کانفرنس ہال میں ایک ہزار چھ سواڑتیس سیٹیں ہیں۔

⑩ اس کو اس طرح تیار کیا گیا ہے کہ اس میں آٹھ کروڑ کتابیں سما سکیں۔

صاحبِ قصیدہ بُردہ علامہ بوصیریؒ کے شیخ کے مزار پر

اس دن کی اہم زیارتوں میں سلسلۂ شاذلیہ کے بزرگ علامہ بوصیریؒ کے شیخ کا مزار تھا، جن کا نام شیخ ابوالعباس مرسیؒ ہے، وہاں ان کی مسجد بھی ہے اور خانقاہ بھی نیز مسجد میں ہی آپ کا مزار بھی ہے، مسجد ہی کے قریب علامہ بوصیریؒ کا بھی مزار ہے۔

میں نے ساتھیوں سے کہا: جانتے ہو یہ شیخ بوصیریؒ صاحبِ قصیدہ بردہ کون بزرگ ہیں؟ یہ بے مثال عاشقِ رسول تھے، ان کے مزار پر ہم نے دیر تک فاتحہ پڑھا، اور ایصالِ ثواب کیا۔

''سمکِ موسیٰ'' کھانے کی سعادت

وہاں سے نکلے تو اللہ تعالیٰ نے ''سمکِ موسیٰ'' کھانے کی تمنا بھی وہیں پوری فرمادی، اس دن دوپہر کا کھانا سمندر کے بالکل کنارے پر تھا، وہاں قسم قسم کی مچھلیاں رکھی تھیں جس میں ''سمکِ موسیٰ'' بھی تھی، یہ وہی مچھلی کی قسم ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کھائی تھی اور حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی نشانی یہی بتائی گئی تھی کہ:

اے موسیٰ! اپنے ساتھ ایک مچھلی لے لو اور سفر میں نکلو، اس مچھلی کو کھاتے بھی رہو اور جہاں وہ زندہ ہو جائے بس وہیں آپ کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگی۔

تفسیروں میں لکھا ہے کہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو مچھلی کھائی تھی جو پھر زندہ ہوکر دریا میں چلی گئی تھی آج تک دریا میں اس کی نسل موجود ہے۔

۲۰۰۰ء میں جب صدی بدلی تھی تب میرا سینٹرل امریکہ کا پہلا سفر ہوا تھا تو وہاں پہلی مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام والی مچھلی کھانے کا موقع ملا تھا اور عجیب اللہ کی قدرت کہ جیسا قرآن میں بتایا گیا ہے اسی انداز میں مچھلی کی نسل موجود ہے، یعنی تفسیروں میں لکھا ہوا ہے کہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک طرف کی پوری مچھلی کھا چکے تھے اور دوسری طرف گوشت باقی تھا تو اس کی نسل میں بھی ایک طرف گوشت نہیں ہوتا، کانٹا رہتا ہے اور صرف ایک طرف گوشت ہوتا ہے، فتبارک اللہ احسن الخالقین!!!

حضرت لقمان علیہ السلام اور حضرت دانیال علیہ السلام کے مزار پر

پھر ہمیں اسکندریہ میں حضرت لقمان علیہ السلام کے مزار کو بھی تلاش کرنا تھا، اسی لیے عصر کے وقت نکلے، ڈھونڈتے ڈھونڈتے ایک بہت پرانی مسجد میں پہنچ گئے، مسجد میں ایک تہہ خانہ ہے، اسی میں حضرت لقمان علیہ السلام کی قبر ہے اور اس قبر کو وہاں زیادہ لوگ جانتے بھی نہیں۔

اسی مسجد میں حضرت دانیال علیہ السلام کا بھی مزار ہے اور مسجد کا نام بھی مسجدِ دانیال علیہ السلام ہے، نماز کے بعد ہم نیچے تہہ خانے میں اترے تو دونوں بزرگوں کی قبر پر حاضری نصیب ہوئی۔

اسکندریہ سے فارغ ہوکر ہم قاہرہ آنے کے لیے تیار ہوئے، اس سفر کا آخری دن بدھ تھا اور ابھی بہت ساری زیارات باقی تھیں۔

قاہرہ میں: درخت سے کاغذ

اس دن اہم زیارتوں میں ایک یہ تھا کہ وہاں ایک خاص قسم کا درخت ہوتا ہے جس سے وہ لوگ کاغذ بناتے ہیں اور ہماری آنکھوں کے سامنے انھوں نے کاغذ بنایا، پوری کاروائی ہمارے سامنے کرتے ہیں، درخت کو کاٹا اور پھر اس کو مختلف مراحل سے گزار کر ہمارے سامنے کاغذ بنایا۔

اس پر قرآن کریم کی آیتیں بہت خوب صورت انداز میں لکھتے ہیں جس کو روشنی اور تاریکی دونوں میں پڑھا جا سکتا ہے، آیتیں چمکتی ہیں، وہ کافی مہنگی فروخت کرتے ہیں؛ لیکن اپنے گجراتی لوگ بھاؤ کرانے میں بڑے ماہر ہیں؛ اس لیے ہم گیارہ ساتھیوں نے مل کر اپنی اپنی پسندیدہ تختیوں کو اپنی اپنی پسندیدہ قیمتوں میں خریدا۔

مصر کی روئی (کاٹن) بھی بہت مشہور ہے، اس کی مارکیٹ بھی ہم نے دیکھی۔

جمعرات کا دن ہمارا پورا ہوا اور رات کو ہماری واپسی کی فلائٹ تھی۔

اب میں وہ فہرست شمار کروانا چاہتا ہوں کہ مصر کے اس سفر میں قاہرہ میں کن کن اولیاء اللہ کے مزارات پر ہم نے حاضری دی، بہت سے نام تو آ چکے ہیں۔

سیدنا حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا مزار

سیدنا حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضری ہوئی، ہم وہاں عشا کے وقت پہنچے تھے، ان کی بہت ساری روایتیں کتبِ حدیث میں منقول ہیں، جب ان کے مزار پر گئے تو میں نے ساتھیوں سے کہا کہ: میرے پیر و مرشد حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ - جب چھتہ مسجد دیوبند میں ان کی خدمت میں رہتا تھا تو - بڑے اہتمام سے

یکم رمضان اور انیس رمضان کو حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی وہ روایت پڑھ کر اس پر ضرور تقریر فرماتے تھے: عن عقبة بن عامر رضی اللہ عنہ قال: سألت رسول اللّٰه:

ماالنجاة یا رسول اللّٰه؟

قال: أَمْلِکْ عَلَیْکَ لِسَانَکَ وَلْیَسَعْکَ بَیْتُکَ وَابْکِ عَلٰی خَطِیْئَتِکَ.

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ: نجات کیسے ملے گی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: عقبہ! اپنی زبان کو قابو میں رکھو، تمھارا گھر تم کو سمو کر رکھے اور اپنے گناہوں پر رویا کرو۔

یہ حدیث میں نے ساتھیوں کو سنائی اور جب آپ کا نام آیا تو آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ یا اللہ! آج اسی جگہ ہم کھڑے ہیں۔

نوٹ: اس حدیث پر تفصیلی بیان بندے کے خطبات کی پہلی جلد میں موجود ہے۔

فاتحِ مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک

جس مسجد میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا مزار ہے اس مسجد میں داخل ہوتے وقت دائیں طرف حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک ہے جن کے مبارک ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے مصر فتح فرمایا تھا۔

دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے مزارات

اور بھی بہت سارے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مزارات ہیں؛ لیکن جیسا کہ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے لکھا ہے کہ: ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے مزارات یا تو مٹ گئے یا دنیا

میں ان کے جاننے والے لوگ اب نہیں رہے۔

امام زیلعیؒ، عزالدین ابن عبدالسلامؒ اور علامہ سیوطیؒ کے مزارات

اس کے علاوہ صاحبِ نصب الرایہ امام زیلعیؒ اور علامہ عزالدین ابن عبدالسلامؒ کے مزار پر حاضری ہوئی، اور علامہ سیوطیؒ کے مزار پر بھی حاضری دی۔

سید احمد کبیر رفاعیؒ کے مزار پر

اسی طرح سید احمد کبیر رفاعیؒ کے مزار پر حاضری ہوئی، ہمارے یہاں گجرات میں بھی جو رفاعی خانقاہ ہے وہ انھیں کی طرف منسوب ہے۔

سید احمد کبیر رفاعیؒ کی کرامت

ان کی ایک کرامت مشہور ہے کہ جب وہ مدینۂ منورہ میں حضور ﷺ کے روضۂ اطہر پر سلام پیش کرنے کے لیے حاضر ہوئے تو قبر مبارک سے آپ ﷺ کا دستِ مبارک باہر آیا تھا جس سے پوری مسجدِ نبوی جگمگا اٹھی تھی، اور سید احمد کبیرؒ نے اس ہاتھ کو بوسہ دیا تھا، ان کا مزار بھی قاہرہ میں ہے جس پر بڑی عالی شان مسجد بنی ہوئی ہے، ہم نے وہاں نمازِ ظہر بھی ادا کی۔

رفاعی سلسلے کے ایک بزرگ کی کتاب ''تذکار الانفع'' کو مولانا عبد العزیز صاحب بلساڑ سے تصحیح کروا کر شائع کروانے کی سعادت بندہ کو حاصل ہوئی ہے۔

علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ

اسی طرح علّامہ عبدالوہاب شعرانیؒ کے مزار پر حاضری ہوئی، جو بہت ساری

کتابوں کے مصنف ہیں۔

جمعہ کے دن ہمارے یہاں نواپور میں ’’گڑی‘‘ کی مسجد کے افتتاح کے لیے حضرت مولانا قمرالزماں الہ آبادی دامت برکاتہم تشریف لائے ہوئے تھے تو میں نے عرض کیا کہ: حضرت! جب میں علامہ شعرانیؒ کے مزار پر پہنچا تو بے اختیار آپ کی یاد بہت آئی۔

فرمانے لگے کہ: میری کتاب جس کا نام ’’اقوالِ سلف‘‘ ہے وہ علامہ شعرانیؒ ہی کا توفیض ہے؛ اسی لیے آپ کو میری یاد آئی ہوگی۔

جو میری قبر پر مصافحہ کرے اس کی بھی مغفرت

قاضی عبدالوہابؒ بغدادی کے مزار پر گئے، جن کے بارے میں میں نے ایک کتاب میں پڑھا تھا کہ مصر کی تاریخ میں بڑے صاحبِ نسبت بزرگ تھے جو بغداد سے ہجرت کر کے مصر آئے تھے، ان کے انتقال کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ: کیا گذری؟

فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت کردی اور مجھے یوں فرمایا کہ: تیری بھی مغفرت اور تیری قبر پر آکر جو مصافحہ کرے اس کی بھی مغفرت۔

یہ واقعہ میں نے پہلے پڑھ رکھا تھا؛ اس لیے وہاں پہنچ کر میں نے ساتھیوں سے کہا کہ: پہلے آپ مصافحہ کا مسنون طریقہ سیکھ لو، اس کی سنت کیا ہے؟ پھر ہم قاضی عبدالوہابؒ کے مزار پر جاکر ایصالِ ثواب کریں گے اور پھر ہم سب آپس میں مصافحہ کریں گے، ہم نے ایسا ہی کیا، اللہ تعالیٰ اس عمل کو قبول فرمائے، آمین۔

دیگر ائمہ واصحابِ امام مالکؒ کے مزارات پر حاضری

اسی کے پڑوس میں علی نورالدین الشوکانیؒ کا بھی مزار ہے۔

اسی طرح ابن ہشام نحوی، امام لیث، امام شافعیؒ اور ہمارے احناف کے ایک بڑے امام ابوجعفر طحاویؒ کے مزار پر گئے۔

وہاں ہمارے ساتھی مولانا ناصر صاحب (نوساری والے) کی ایک کرامت سامنے آئی کہ وہاں مزار کا دروازہ بند تھا، کافی دیر تک انتظار رہا کہ چابی آرہی ہے، چابی آرہی ہے، ہمارے یہ ساتھی آگے بڑھے اور انھوں نے دروازے کو دھکا مارا تو دروازہ کھل گیا۔ ازراہِ مزاح میں نے ان سے کہا کہ: یہ تو آپ کی زندہ کرامت ہے۔

ایک جگہ پر سب مالکی حضرات آرام فرما ہیں وہاں بھی حاضری ہوئی۔

حضرت یحیٰ اندلسی مالکیؒ

جب ہم پہنچے تو حیرت میں رہ گئے؛ چوں کہ میں اللہ کے فضل سے جامعہ ڈابھیل میں مؤطا امام مالک پڑھاتا ہوں، امام مالکؒ کے جلیل القدر شاگرد جن کا لکھا ہوا نسخہ رائج الوقت ہے؛ یعنی امام یحیٰ اندلسیؒ، وہ بھی وہاں آرام فرما ہیں، ایک کونے میں غبار آلود قبر ہے، میں نے ساتھیوں سے کہا کہ: ہیرا تو یہاں ہے۔

اسپین سے ہاتھی دیکھنے نہیں آیا، حدیث پڑھنے آیا ہوں

ساتھیوں کو میں نے بتایا کہ: یہ یحیٰ اندلسی کو جانتے ہو؟

اسپین سے سفر کر کے مدینہ علم حاصل کرنے کے لیے آئے، امام مالکؒ کی خدمت

میں تھے، ایک دن مدینۂ منورہ میں ہاتھی آیا، امام مالکؒ کے سارے شاگرد ہاتھی دیکھنے چلے گئے ؛ چوں کہ عرب میں ہاتھی نہیں ہوتا تو یہ ان کے لیے ایک نئی چیز تھی ؛ مگر یہ یحییٰ درس میں بیٹھے رہے۔ استاد امام مالکؒ نے خود فرمایا کہ: یحیٰ! تمھارے سارے ساتھی ہاتھی دیکھنے گئے، تم کیوں نہیں گئے؟

فرمایا کہ: حضرت! اسپین سے مدینۂ منورہ ہاتھی دیکھنے نہیں آیا ہوں، حدیث پڑھنے کے لیے آیا ہوں۔

میں نے سوچا: ان کی اسی علم کی تعظیم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کا نقل کیا ہوا مؤطا کا نسخہ دنیا بھر میں عام فرمایا۔

دوسرے کئی ایک شاگردان امام اسہبؒ وغیرہ سب مالکی حضرات ہیں، ایسا لگتا ہے کہ سب نے آپس میں طے کر کے یہاں اپنی قبر بنوائی ہے، باہر بورڈ لگا ہوا تھا: ''اصحاب امام مالکؒ''۔

ذوالنّون مصریؒ کے مزار پر

اس کے بعد حضرت ذوالنّون مصریؒ کے مزار پر گئے۔

میں نے ساتھیوں سے کہا کہ: ذوالنّون مصری کون ہیں، جانتے ہو؟

انھوں نے کہا: نہیں۔ میں نے کہا کہ: فضائلِ اعمال کی تعلیم دھیان سے سنا کرو، حضرت شیخ زکریاؒ صاحب نے ان کے کتنے واقعات فضائلِ اعمال میں نقل کیے ہیں۔

اسی طرح حضرت رابعہ عدویہؒ اور حضرت علی کے بیٹے محمد بن حنفیہ کے مزارات پر حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔

ابنِ عطا اسکندریؒ کے مزار پر

حضرت ابن عطا اسکندریؒ جو سلسلۂ شاذلیہ کے اکابر میں سے ہیں وہیں آرام فرما ہیں، ان کے بارے میں مشہور ہے کہ ان کی حکمت کے کلمات اتنے عجیب ہوتے تھے کہ کہا جاتا ہے کہ نماز میں قرآن کے علاوہ کسی اور کے کلام کو پڑھنے کی اجازت ہوتی تو ابن عطا اسکندریؒ کے کلماتِ حکمت سے نماز جائز ہوتی۔

ابن عطاء الاسکندریؒ کے حالاتِ زندگی: نام ونسب

آپ کا اسمِ گرامی: احمد، لقب: تاج الدین، کنیت: ابوالفضل، والد کا نام: محمد، دادا کا نام: عبدالکریم اور پردادا کا نام: عطاءُ اللہ ہے۔

آپ کی نسبت ''الجَزافی'' اور ''الاسکندری'' ہے، آپ مشرباً ''شاذلی'' ہیں، آپ کے آباؤ اجداد ''اِسکندریہ'' کے تھے؛ لیکن آپ قاہرہ میں اقامت گزیں ہوئے۔

مذہب اور علمی مقام

علامہ تاج الدینؒ فرماتے ہیں: میرا خیال ہے کہ ابنِ عطاؒ شافعی المسلک تھے اور بعض علما فرماتے ہیں کہ: مذہبِ مالکی کے پیروکار تھے۔ ان کو ظاہری اور باطنی دونوں طرح کے علوم ومعارف میں بہت بلند مقام حاصل تھا، فنِ تفسیر، حدیث، فقہ اور اصول میں امامت کے درجے پر فائز تھے۔

مشائخ وتلامذہ

یوں تو آپ نے متعدد علما اور مشائخ سے کسبِ فیض کیا؛ لیکن اس سلسلے میں جن

مشائخ سے آپ بہت زیادہ قریب ہوئے وہ یہ ہیں: شیخ یاقوتؒ اور شیخ ابوالعباسؒ المرسی الشاذلیؒ۔

اسی طرح آپ کے شاگردوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ ملک کے اطراف واکناف کے طلبہ آتے اور آپ سے مستفیض ہوتے۔

آپ کے ممتاز شاگردوں میں علامہ تقی الدین سبکیؒ بھی ہیں۔

کرامات

① علامہ کمال الدین ابن ہمامؒ ایک مرتبہ آپؒ کی قبر کی زیارت کے لیے گئے اور وہاں سورۂ ہود کی تلاوت کی، آیتِ کریمہ "فمنهم شقي وسعيد"۔ ترجمہ: ان میں کوئی بدحال ہے اور کوئی خوش حال۔ پر پہنچے تو آپؒ کی قبر کے اندر سے آواز آئی:

یا كمال! ليس فينا شقي. اے کمال! ہم میں کوئی بھی بدحال نہیں ہے۔

یہ سن کر امام ہمامؒ نے وصیت فرمائی کہ: میری وفات کے بعد مجھے بھی اسی قبرستان میں دفن کرنا۔ لہٰذا ابن ہمامؒ کی وصیت پوری کی گئی اور حضرتؒ کے قریب ان کو دفن کیا گیا۔

② آپؒ کے ایک شاگرد کو حج کی سعادت نصیب ہوئی تو اس نے آپ کو طواف اور سعی کرتے ہوئے اور مقامِ ابراہیم کے پاس دیکھا۔

جب وہ حج کرکے اپنے وطن لوٹا تو لوگوں سے دریافت کیا کہ: میرے حج کے لیے روانہ ہونے کے بعد حضرتؒ شہر سے نکلے تھے؟ لوگوں نے نفی میں جواب دیا۔

پھر وہ آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیا تو آپؒ نے اس سے فرمایا: تم

نے سفرِ حج میں کتنے لوگوں کو دیکھا؟

جواب دیا کہ: حضرت آپ کو دیکھا تھا۔ تو آپ مسکرا دیے۔

وفات

تاریخ وفات میں دو قول ہیں: ایک قول کے مطابق ۷۰۹ھ اور علّامہ شعرانی کی ''طبقاتِ کبریٰ'' کی روایت کے مطابق ۷۰۷ھ میں وفات پائی۔

ابن الوفاء کے قریب مقامِ قرافہ میں مدفون ہوئے۔

سلسلۂ شاذلیہ کی ایک شاخ الوفائی ہے، اس سلسلے کے کئی مشائخ کے مزارات ابن عطاء الاسکندریؒ کے مزار کے قریب ہیں اور اسی وجہ سے صاحبِ نور الایضاح اپنے آپ کو ''الوفائی'' کہتے ہیں۔ ویسے تو قرافہ کا ہر ذرہ اپنے اندر اپنے زمانے کے آفتاب اور ماہتاب کو لیے ہوئے ہے۔

اسی مزار کے قریب جو مسجد ہے اس میں ہماری پوری جماعت کو نماز ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

احناف کے بیرسٹر ابن ہمامؒ کے مزار پر

اسی طرح احناف کے بیرسٹر جنھوں نے وصیت کی تھی کہ مجھے ابنِ عطا اسکندریؒ کے پہلو میں دفنایا جائے، جب ہم نے شیخ ابنِ عطا کی مزار پر عشا کی نماز پڑھی تو ایک صاحب نے کہا کہ: امام ابن ہمامؒ کے مزار پر جانا ہے؟

میں نے کہا: وہ تو ہمارے بیرسٹر ہیں، ان کے مزار پر ضرور جائیں گے۔

مسجد سے نکل کر آگے گئے، نیچے تہہ خانے میں اترے تو وہاں علامہ کمال

الدین ابن ہمامؒ آرام فرما رہے ہیں، میں نے ساتھیوں سے کہا: یہ شارحِ ہدایہ ہیں جنھوں نے فتح القدیر لکھی اور انھوں نے امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کی عظیم الشان خدمت کی۔

پھر میں نے کہا کہ: میرے استاذِ محترم حضرت مولانا اسماعیل صاحب چاسوی دامت برکاتہم۔ جن سے میں نے ہدایہ کی دو جلدیں پڑھی۔ جب بھی ابن ہمام کا حوالہ دیتے تو فرماتے: یہ ہمارے احناف کے بیرسٹر ہیں۔

اسی جگہ علامہ تقی الدین ابن دقیق العیدؒ کا بھی مزار ہے۔

امام شاطبیؒ کے مزار پر

چوں کہ میں سبعہ قاری بھی ہوں تو امام شاطبیؒ کے مزار پر بھی بڑے شوق سے حاضر ہوا، جو اصلاً تو اندلس کے تھے، جب میں اسپین گیا تھا تو وہاں میں نے علامہ شاطبیؒ کے مزار کی تلاش کی تھی؛ لیکن کہیں نہیں ملی، میں نے اسپین سے لندن اپنے ایک ساتھی کو فون کیا کہ: امام شاطبی کی قبر کہاں ہے؟

انھوں نے بتایا کہ: آپ کا وطن شاطبہ گاؤں تو اسپین میں ہے؛ لیکن قبر ان کی مصر میں ہے۔

مجھے وہ بات یاد تھی، مسجدِ لیث بن سعد کے امام صاحب جو میرے ساتھ چل رہے تھے ان سے کہا: میں سبعہ قاری ہوں؛ اس لیے مجھے امام شاطبیؒ کے مزار پر جانا ہے، وہ ہم کو ان کے مزار پر لے گئے۔

یہ مزار ایسی جگہ پر ہے جو بالکل الگ تھلگ ہے، ریلوے کا ٹریک پار کرتے ہوئے ہم وہاں گئے، بخدا! اگر کوئی گائڈ نہ ہو تو اس جگہ تک پہنچنا بھی بہت مشکل ہے،

ایسی جگہ رات کو چلتے چلتے جب امام شاطبیؒ کے مزار پر پہنچے تو دیکھا کہ ایک مسجد بنی ہوئی ہے، اس میں ایک طرف امام شاطبیؒ کا مزار ہے۔

کتّے سے بچنے کا مجرب وظیفہ

رات کا وقت تھا، مسجد بند تھی، کتے ہم کو دیکھ کر بھونکنے لگے، میں نے سورۂ کہف کی آیت کا وِرد شروع کیا جو مجرّب وظیفہ ہے: و کلبھم باسط ذراعیہ بالوصید۔

جلالین کے حاشیہ میں ہے کہ جو اس آیت کا وِرد کرے، یا اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے کتّا اس کے قریب نہیں آتا۔

کتے کو بھونکتا ہوا دیکھ کر مسجد کے امام صاحب کی چھوٹی لڑکی باہر نکل آئی اور ہم سے پوچھنے لگی کہ تم کون ہو؟

میں نے کہا: ہم ہندوستان سے زیارت کے لیے آئے ہیں، وہ گئی اور چابی لے آئی، مسجد کھولی تو دیکھا کہ اس کے ایک کنارے پر امام شاطبیؒ آرام فرمارہے ہیں، ان کو ایصالِ ثواب کیا اور باہر نکلے۔

امام شاطبیؒ کے مزار پر میرے فنِ تجوید وقرأت کے مؤقر استاد امام الفن حضرت قاری احمد اللہ صاحب مدظلہ العالی کی خوب یاد آئی، ایسا لگ رہا تھا کہ: حضرت الاستاذ کی معیّت میں یہاں پر حاضر ہوں۔

امام شاطبیؒ کے مختصر حالات: تعارف

حافظِ حدیث وقراءات ابومحمد قاسم یا ابوالقاسم بن فیرُّہ بن ابی القاسم خلف بن احمد الرعینی الشاطبی اندلسی الضریر شیخ القراء اندلس کے مشرقی قصبہ ''شاطبہ'' میں

۵۳۸ھ کے اواخر میں نابینا پیدا ہوئے، آپ نے کم عمری میں ہی اپنے وطن شاطبہ میں شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابوالعاص النفزی سے قراءتوں کی تعلیم حاصل کی۔

حصولِ علم اور تعلیمی اسفار

پھر فنِ قراءت میں گہرائی و گیرائی حاصل کرنے اور دیگر علوم وفنون سے آراستہ ہونے کے لیے شاطبہ سے ۵۶ ر کیلومیٹر دور شہر ''بلنسیہ'' کی جانب رختِ سفر باندھا، وہاں پہنچ کر شیخ ابوالحسن علی بن ہُذیل کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور علمِ قراءت میں مہارت پیدا کی، اور دیگر مشائخ سے فنِ تفسیر وحدیث کی متعدد کتابیں پڑھیں۔اس کے بعد شیخ نے اپنی علمی تشنگی کو بجھانے کے لیے اندلس وحجازِ مقدس کے دور دراز سفر کیے۔ چنانچہ وہاں کے مشائخ سے علمِ حدیث وفقہ کی تکمیل کی۔

تدریسی زندگی کے چند گوشے

تعلیمی سفر سے فارغ ہونے کے بعد بفضلہٖ تعالیٰ مسندِ تدریس کو رونق بخشی، چنانچہ سب سے پہلے اپنے وطنِ عزیز شاطبہ ہی میں تدریس کا سلسلہ شروع فرمایا، آپ کو کم عمری ہی میں جمعہ کا خطیب بھی بنا دیا گیا تھا، جس کی وجہ سے آپ نے ایک مدت تک شاطبہ والوں کو خوب فیض یاب کیا۔

بعد ازاں فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے براہِ اسکندریہ آپ نے حرمین شریفین کے سفر کا رادہ فرمایا، سفر کے دوران مقام اسکندریہ میں آپ کی حافظ ابوطاہر سلفی سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے آپ سے قاہرہ تشریف لاکر تدریسی خدمات انجام دینے کی درخواست کی، آپ نے اس درخواست کو قبول فرمالیا اور آٹھ سال تک جامعِ عمرو ابن

العاص میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

ان ہی ایام میں بنی حِمیَر کی ایک خاتون سے نکاحِ مسنون فرمایا۔اس کے بعد قاضی عبدالرحیم بن علی کے اصرار پر قاہرہ کے مدرسہ فاضلیہ میں ''شیخ القراء'' مقرر ہوئے، اور تادمِ حیات قرآن کی نشرواشاعت میں جدجہد کرتے رہے۔

ایک عظیم الشان تالیف ''شاطبیہ''

قیامِ قاہرہ ہی کے زمانے میں آپ کی گراں قدر تالیف '' قصیدہ لامیہ (حرزالامانی) المعروف بہ الشاطبیہ'' وجود میں آئی جو کسی تعریف کی محتاج نہیں، اللہ تعالیٰ نے آپؒ کے اخلاص کی برکت سے اس کو اتنی مقبولیت عطا فرمائی کہ تقریباً تمام ہی مدارسِ اسلامیہ میں داخل نصاب ہے۔

امام قرطبیؒ نے نقل کیا ہے کہ: جب امام شاطبیؒ اس قصیدہ کی تالیف سے فارغ ہوئے تو بیت اللہ کا سفر فرمایا اور کعبہ شریف کے بارہ ہزار طواف کیے اور ہر طواف کے بعد جب مقاماتِ دعا پر پہنچتے تو عرض کرتے کہ: اے زمین وآسمان کے خالق! اس عظیم الشان گھر کے مالک! جو کوئی میرے اس قصیدے کو پڑھے تو اس کو اس کتاب سے نفع پہنچا۔ خود فرماتے ہیں کہ: جو اس قصیدے کو پڑھے گا ان شا اللہ! اللہ تعالیٰ اس کو نفع پہنچائے گا؛ کیوں کہ میں نے اس کو لوجہ اللہ نظم کیا ہے۔

اوصاف وکمالات

اللہ تعالیٰ نے آپ کو غضب کا حافظہ اور بے انتہا ذہانت عطا فرمائی تھی۔ آپ قراءتِ سبعہ، مؤطا امام مالک اور بخاری شریف ومسلم شریف کے حافظ تھے۔ لوگ

آپ کے حافظہ سے صحیحین کے نسخوں کی تصحیح کرتے تھے، عالمِ اسلام میں آپ کا شہرہ جا بجا پھیلا ہوا تھا، دور دراز سے سفر کر کے طلبہ آپ کے پاس تحصیلِ قراءت کے لیے آتے تھے۔ آپ سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد کو شمار کرنا بظاہر مشکل ہے۔

قراءات، تفسیر، حدیث اور فقہ میں امامت کا درجہ رکھتے تھے۔ بڑے درجے کے عابد، زاہد، صابر، خاشع اور صاحبِ کشف وکرامات بزرگ تھے۔

آپ جب درس گاہ میں تشریف لاتے تو مسند پر جلوہ افروز ہو کر فرماتے: من جاء اولا فلیقرأ. (یعنی جو پہلے آیا ہے وہ پڑھے) مگر ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ آپؒ مسند نشین ہوئے تو خلافِ معمول فرمایا: من جاء ثانیا فلیقرأ. (یعنی جو دوسرا آیا ہے وہ پڑھے) اس پر وہ طالب علم جو درس گاہ میں پہلے آیا تھا وہ سوچ میں پڑ گیا کہ: آج شیخ نے خلافِ معمول کیوں فرمایا؟ اور میری محرومی کا سبب کیا ہے؟

پھر اس کو یاد آیا کہ: آج مجھے غسل کی حاجت ہوئی تھی؛ لیکن بھول گیا تھا اور شدتِ حرص کی وجہ سے جلدی حاضر ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہ فوراً قریب کے حمّام خانے میں جا کر غسل کر کے آ گیا اور اپنی جگہ بیٹھ گیا، ابھی دوسرا طالبِ علم قرأت سے فارغ نہیں ہوا تھا؛ چونکہ آپ نابینا تھے؛ اس لیے طالبِ علم کی اس حالت سے بے خبر رہے، پھر جب دوسرا طالبِ علم قرأت سے فارغ ہوا تو شیخ نے فرمایا: من جاء اولاً فلیقرأ.

طالبِ علم کی یہ حالت ممدوح کو محض کشف کے ذریعہ معلوم ہوئی۔

آپ مادرزاد نابینا تھے؛ مگر بوجہ ذکاوت وفطانت کے آپ سے ایسی حرکات کا ظہور نہ ہوتا تھا جو دوسرے نابیناؤں سے ہوا کرتی ہیں۔

وفات

شیخ موصوف ۵۲ رسال کی عمر میں ۲۸ ر جمادی الثانی ۵۹۰ھ بروز یک شنبہ بعد العصر مصر میں اللہ کو پیارے ہو گئے، رحمہ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ۔

علامہ ابو اسحاق خطیب جامعِ مصر نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور دوشنبہ کو قرافۂ صغریٰ کے مقبرۂ قاضی فاضل میں مدفون ہوئے۔

جب ہم امام شافعیؒ کے مزار پر گئے تھے اور مغرب کی نماز پڑھی تھی تو وہاں کے امامِ مسجد سے میں نے پوچھا تھا کہ: یہاں اور کوئی قابلِ ذکر بزرگ کا مزار ہے؟

امام ورشؒ، وکیع ابن الجراحؒ، شیخ زکریا انصاریؒ کے مزار پر

انھوں نے بتایا تھا کہ: امام ورشؒ کی قبر یہاں ہے۔

قرائے سبعہ میں امام ورش بڑے قاری ہیں، ان کے مزار پر بھی حاضری ہوئی۔

اسی طرح اسی جگہ پر امام وکیع بن الجراحؒ جن کا مشہور شعر ہم لوگ پڑھتے رہتے ہیں:

شكوت الى وكيع سوء حفظي	فأوصاني الى ترک المعاصي
فان العلم نور من الهي	ونور اللّٰه لايعطىٰ لعاصي

یہ امام شافعیؒ کے استاذ ہیں، امام شافعیؒ نے اپنے استاذ وکیعؒ سے کہا کہ: میرا حافظہ کمزور ہو گیا ہے، باتیں یاد نہیں رہتی۔

انھوں نے فرمایا کہ: گناہ کرنا چھوڑ دو؛ اس لیے کہ علم اللہ کا نور ہے اور اللہ کا نور گناہوں کے ساتھ حاصل نہیں ہو سکتا۔

ان کی مزار پر حاضر ہوئے، ان کے مزار کے دروازہ پر یہ اشعار لکھے ہوئے ہیں۔

اسی طرح شیخ زکریا انصاریؒ جن کا ذکر ہماری سندوں میں آتا ہے۔

ابن حجر عسقلانیؒ کا مزار

امام ابن حجر عسقلانیؒ کے مزار پر بھی حاضری ہوئی، ان کی مسجد اور مکان قاہرہ شہر میں ہیں اور مزار قرافہ میں ہے۔

ان سب جگہوں پر حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔

امام طاہر ابن غلبونؒ کے مزار پر

اسی جگہ ایک اہم مزار امام طاہر ابن غلبونؒ کا ہے، جو قراء میں سے ہیں، علامہ ابن الانباریؒ کا مزار بھی وہیں ہے۔

امام طاہر ابن غلبون کی بیٹی کا عبرت ناک واقعہ

علامہ طاہر ابن غلبونؒ کے بارے میں ایک بہت اہم قصہ میں نے ایک کتاب میں پڑھا، جو مصر کی تاریخ پر لکھی گئی ہے، ان کی بیٹی کا یہ واقعہ بڑا عبرتناک ہے:

ان کی بیٹی نے زندگی بھر اپنے والد کے سوا کسی بھی مرد کو نہیں دیکھا تھا، جب بیٹی جوان ہوئی تو طاہر ابن غلبونؒ نے اس کا نکاح اپنے سگے بھتیجے سے کر دیا، رخصتی ہوئی اور وہ لڑکی جب اپنے شوہر کے پاس گئی جو کہ خود بھی بہت بڑے عالم تھے، تو اس سے پہلے دلہن نے دولہے کو اور دولہے نے دلہن کو کبھی نہیں دیکھا تھا، جب شوہر نے آکر

مسنون دعا پڑھنے کا اردہ کیا، تو اس لڑکی کو اتنی شرم آئی کہ مارے شرم کے اس کا پورا بدن پسینے سے شرابور ہو گیا؛ کیوں کہ زندگی میں اس نے والد کے سوا کسی مرد کا چہرہ کبھی دیکھا ہی نہیں تھا اور اسی شرم وغیرت کے مارے تھوڑی دیر میں اس لڑکی کا انتقال ہو گیا، اس کی تدفین بھی اس کے والد طاہر ابن غلبونؒ کے بازو میں کی گئی۔

اسی کتاب میں یہ بات بھی لکھی ہوئی ہے کہ: اس لڑکی کی زندہ کرامت یہ چلی آرہی ہے کہ اگر کوئی آدمی اس خاتون کی قبر پر جائے اور بڑی ندامت کے ساتھ اس کی قبر پر ہاتھ رکھے تو سخت ٹھنڈی کے موسم میں بھی اس آدمی کو پسینہ آجاتا ہے۔

ہمیں تو اسے آزمانے کی ہمت نہیں ہوئی۔

مصر کو آج پھر سے ایک یوسف کی ضرورت ہے

بہر حال! اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان علاقوں کے چھ روزہ دورے کی سعادت نصیب فرمائی۔ میں نے ساتھیوں سے کہا: آج پھر سے ضرورت ہے مصر کو ایک ایسے یوسف کی جو یہاں کے لوگوں کو وہ پیغام دے جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اہلِ مصر کو دیا تھا، چنانچہ مفسرین نقل کرتے ہیں کہ: جس زمانے میں مصر میں قحط پڑا تھا اور مصر کے لوگ ایک وقت کا کھانا کھاتے تھے تو سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام جو ملک مصر کے بادشاہ تھے انھوں نے بھی ایک وقت کا کھانا چھوڑ دیا تھا اور دن بھر میں صرف ایک وقت ہی کھانا کھاتے تھے۔ آج مخلوق کی ہمدردی کرنے والے اسی یوسف کا انتظار ہے۔

اسی طرح ایک جگہ کا نام ''عزیزیہ'' ہے، اس جگہ کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ یہ وہی جگہ ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کی جیل رہی تھی اور عزیزِ مصر نے آپ کو

وہاں بہ حیثیت قیدی کے رکھا تھا جس کا ذکر قرآن میں بھی ہے۔

مصر کے اس سفر میں ہم نے اہلِ مصر کی بہت ساری خوبیاں بھی دیکھیں، ان میں سے کچھ یہ ہے کہ:

وہاں قرآن کریم کی تلاوت کا عام معمول ہے، چھوٹی چھوٹی دکانوں سے بھی قرآن کی آوازیں آتی رہتی ہیں۔تعویذات کے چکر بھی بہت ہیں۔

بہر حال! مصر میں ابھی حسنِ زلیخا کا بھی نظارہ ہے،بس کسی مَعاَ ذَ اللہ کی آواز لگانے والے کی ضرورت ہے جو کہے: قال معاذ اللہ!

بقول حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ کے: اب جب کہ وہ ''دارالفاسقین'' کی بجائے ''دارالمتقین''اور''دارالاشرار'' کی بجائے ''دار الاخیار''بن گیا؛ یعنی بنصِ حدیث ''دارالخیر'' ہو گیا تو اہلِ مصر پر یہ ایک واجبی حق عائد ہوتا ہے کہ وہ اسے وطنیت یا نسلیت اور قومیت کے جذبے سے دوبارہ فرعونی مصر نہ ہونے دیں؛ بلکہ یہ ضروری ہوگا کہ وہ آج کی مروّجہ وطنیت اور قومیت کے جذبے سے متاثر ہوئے بغیر فرعونیت اور فرعونی شعائر کو اونچا کرنے کی بجائے اپنی آخری نسبت یعقوبیت، یوسفیت، موسویت اور آخر میں محمدیت کے شعائر کو اونچا کرنے میں لگ جائیں؛ تا کہ دنیا ان کی خیر کو ڈھونڈنے اور اس ملک کے تقدس کی عظمت سے مستفید ہونے میں حق بجانب ثابت ہو جو خود اہلِ مصر کے لیے بھی دوگونہ خیر کا باعث ہوگا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

شام اور فلسطین

کی

کارگزاری

شام اور فلسطین کے سفر کے رفقا

① مفتی محمود بارڈولی (استاذ تفسیر و حدیث: جامعہ ڈابھیل، گجرات)

② مولانا ناصر صاحب نوساری۔ (نورانی مکاتب کے روحِ رواں)

③ مولانا صادق صاحب مانیکپوری۔ (یکے از بانیانِ نورانی مکاتب)

④ مولوی عمر صاحب، احمد آباد (فاضل جامعہ ڈابھیل)

⑤ مولوی اسامہ صاحب ابن غلام نبی قریشی (بلی موڑہ)

⑥ مولوی محمد علی ابن حاجی ناصر دادا (سورت)

⑦ حاجی عبد الصمد پالا والا (نواپور)۔

⑧ حاجی عبد الصمد گھونسلا (کروڈ)۔

⑨ حاجی خورشید صاحب مانجرا (دمن)۔

⑩ کامل بھائی (احمد آباد)۔

⑪ طلحہ بھائی (احمد آباد)۔

⑫ حاجی عارف صاحب آدَجی (نواپور)۔

⑬ حاجی شعیب ماندہ (نواپور)۔

⑭ عبد الحمید بھائی کچرا والا، عرف عبدل ماسٹر (سورت)

⑮ الیاس بھائی قلعے دار۔

⑯ شیخانی یوسف عبد الواحد بھائی (نوساری)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَ اَھلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً اَمَّا بَعْدُ!فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ①

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے جو اپنے بندے (محمد ﷺ) کو رات کے وقت میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے گئے، جس کے اطراف میں ہم نے (ہر قسم کی) برکتیں رکھی ہیں (اس بندے محمد ﷺ کو وہاں لے جانے کا مقصد یہ تھا) تاکہ ہم ان کو ہماری (قدرت کی) کچھ نشانیاں دکھلائیں، یقینی بات ہے کہ وہ (اللہ تعالیٰ) ہر بات سننے والے، ہر چیز دیکھنے والے ہیں ﴿۱﴾

محترم حضرات! تقریباً ایک سال کا عرصہ گذر گیا، آج ہم پھر سے سفر کی کارگزاری کی مجلس میں جمع ہوئے ہیں، گذشتہ سال انھیں تاریخوں میں بخارا، سمرقند، ترمذ، ازبکستان وغیرہ کے سفر کی کارگزاری سنائی تھی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اِس سال شعبان میں بہت مبارک سرزمین کا سفر

نصیب ہوا، جس سرزمین کو خود اللہ تعالیٰ نے برکت والی سرزمین قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ جس زمین کو برکت والی فرمادے اس کے برکت والی ہونے پر ہم مسلمانوں کا ایمان ہے، میری مراد اس سے ملکِ شام کی سرزمین ہے، بس! مل جل کر، رو رو کر اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ پھر سے اس سرزمین کو مکمل طور پر مسلمانوں کے قبضہ و تصرف میں دے کر اسے مسلمانوں کے سجدوں سے آباد کردے اور ظالموں کے شر سے اس کی مکمل حفاظت فرمائے، آمین۔

ملکِ شام

قرآن وحدیث میں ملکِ شام کو بڑی بابرکت جگہ سے تعبیر کیا گیا ہے، ملک شام درحقیقت بہت بڑا علاقہ تھا، جو پہلی عالمی جنگ بعد چار چھوٹے چھوٹے ملکوں میں تقسیم کردیا گیا:

① سوریہ-موجودہ شام-جس کو آج کل ''سیریا'' کہتے ہیں۔
② اردن، جو آج کل ''جورڈن'' کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے۔
③ لبنان، جو ''بیروت'' کے نام سے مشہور ہے۔
④ فلسطین جس کو ''Palestine'' کہا جاتا ہے۔

احادیث اور تاریخی روایات میں جہاں ''شام'' کا ذکر آتا ہے وہاں یہ پورا علاقہ مراد ہوتا ہے۔

ملکِ شام کے فضائل

قرآن وحدیث میں اس پورے خطے کے بہت سارے فضائل وارد ہوئے ہیں:

دینی و دنیوی برکات

① سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآنِ کریم نے آں حضرت ﷺ کو شبِ معراج میں جہاں راتوں رات مکہ مکرمہ کی مسجدِ حرام سے بیت المقدس کی مسجدِ اقصیٰ لے جانے کا ذکر کیا تو ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ مسجدِ اقصیٰ کے اردگرد کا علاقہ ۔ جو شام ہے ۔ برکتوں والا علاقہ ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے جو اپنے بندے (محمد ﷺ) کو رات کے وقت مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے گئے، جس کے اطراف میں ہم نے (ہر قسم کی) برکتیں رکھی ہیں۔

اِس آیت کے تحت مفسرین فرماتے ہیں کہ: سرزمینِ شام کی دینی برکتیں تو یہ ہیں کہ بیت المقدس ۔ جو شام ہی میں ہے ۔ انبیائے سابقین کا قبلہ ہے، اور شام کا پورا علاقہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کا مسکن رہا ہے اور یہیں وہ مدفون ہیں، اور دنیاوی برکات یہ ہیں کہ یہ علاقہ سرسبز و شاداب ہے، اس میں پانی کے چشمے، خوب صورت دریا، نہریں، کھیت اور باغات ہیں۔

اہلِ شام کی کفالت

② رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اے ملک شام! تو تمام شہروں میں سے میرا منتخب خطہ ہے اور میں تیری طرف اپنے منتخب بندوں کو بھیجوں گا، یقیناً اللہ تعالیٰ نے میرے خاطر شام اور اہلِ شام کی

کفالت فرمائی ہے۔

شام کے لیے برکت کی دعا اور اس میں معجزہ

③ آں حضرت ﷺ نے یہ دعا بار بار فرمائی ہے:

اللّٰهمّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي يَمَنِنَا۔

اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے شام میں برکت عطا فرما، اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے یمن میں برکت عطا فرما۔

یہ دعا آپ ﷺ نے ملکِ شام کی فتح سے بہت پہلے فرمائی تھی؛ کیوں کہ شام کی فتوحات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں شروع ہوکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مکمل ہوئی ہیں۔

اِس دعا سے جہاں ملکِ شام اور یمن کا مبارک ہونا ثابت ہوا، وہیں ملکِ شام کو "ہمارا شام" فرمایا گیا؛ اس لیے کہ آپ ﷺ کو معجزانہ طور پر یقین تھا کہ ملکِ شام بھی مسلمانوں کے قبضہ وتسلّط میں آئے گا اور اس پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہوگی۔

شام کے لیے خوش خبری

④ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

طُوْبىٰ لِلشَّامِ۔ قُلْنَا لِأَيِّ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه! ۔قال: لِأَنَّ مَلَائِكَةَ الرَّحْمٰنِ بَاسِطَةٌ أَجْنِحَتِهَا عَلَيْهَا۔

شام کے لیے بڑی خوبی ہے۔ ہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ کس وجہ سے؟ فرمایا: اس لیے کہ رحمن کے فرشتے اس کے اوپر اپنے بازو پھیلائے ہوئے ہیں۔

فتنوں کے زمانے میں ایمان شام میں

⑤ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَلا! وَإِنَّ الْإِيْمَانَ -حِيْنَ تَقَعُ الْفِتَنُ- بِالشام۔

یاد رکھو! جب فتنے آئیں گے تو ایمان شام میں ہوگا۔

⑥ حضرت سلمہ بن نفیل رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عُقْرُ دَارِ الْإِسْلَامِ بِالشَّامِ۔ ترجمہ: دارالاسلام کا مرکز شام میں ہوگا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے سے صدیوں تک عالمِ اسلام کا دارالخلافہ دمشق رہا ہے۔

بیت المقدس اسلامی مملکت کا جز

بیت المقدس ہمیشہ اسلامی مملکت کا ایک جز رہا ہے، چاہے وہ حضرت آدم علیہ السلام کا زمانہ ہو یا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا زمانہ، حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا دورِ خلافت رہا ہو یا دوسرے انبیا کے سنہرے ادوار رہے ہوں۔

نیز متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خروجِ دجال کے زمانے میں مسلمانوں کی چھاؤنی دمشق کے مضافاتی حصے ’’غوطہ‘‘ میں ہوگی۔

بیت المقدس انبیاء علیہم السلام کا مسکن و محشر کی سرزمین

سرزمینِ بیت المقدس اور اس کے گرد و پیش کے علاقے کی جانب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام نے ہجرت فرمائی تھی، اسی بابرکت سرزمین پر

بہت سے نبیوں اور رسولوں کی ولادت باسعادت ہوئی، جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحب زادگان: حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور ان کے پوتے و پرپوتے: حضرت یعقوب علیہ السلام و حضرت یوسف علیہ السلام ہیں۔

اِن سب فضائل و خصائص کے علاوہ بیت المقدس کی بابرکت سرزمین بعث و نشر کی سرزمین ہے، اسی پر محشر بپا ہوگا۔

اس لیے اس وقت بیت المقدس کے احاطے میں خاص کر قبۃ الصخر کے قریب کچھ علامتیں بنی ہوئی ہیں کہ اس جگہ حضراتِ انبیا کی روحیں جمع ہوں گی، فلاں جگہ مؤمنین صالحین کی ارواح جمع ہوں گی اور ان جگہوں پر چھوٹے چھوٹے میناروں کی شکل میں نشانیاں بنی ہوئی ہیں، پوچھنے پر گائڈ نے ہمیں یہ سب چیزیں بتلائی۔ اور قدس سے کافی دور ایک جگہ بورڈ لگا ہوا تھا یہاں کفار کی ارواح جمع کی جائے گی، پتہ نہیں کس بنیاد پر یہ سب علامات متعین کی گئی ہیں، واللہ اعلم بالصواب۔

دوسرے فضائل

اِس سرزمین کے باشندے اسلامی سرحدوں کی پاسبانی اور جہاد فی سبیل اللہ میں سرگرم رہیں گے۔

اِسی بابرکت سرزمین پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قربِ قیامت میں نزول ہوگا۔

یہی وہ متبرک زمین ہے جس کی خاک میں بہت سارے پاکیزہ اجسام محفوظ ہیں، ان ہی جسموں میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جسدِ اطہر ہے، ان ہی مبارک و مطہر اجساد میں حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام و دیگر

جلیل القدر انبیا علیہم السلام کے جسدِ اطہر ہیں۔

اسی طرح نہ جانے کتنے صحابۂ کرام و تابعین و تبعِ تابعین نے دورانِ جہاد فی سبیل اللہ ان خطوں کو اپنے پاکیزہ لہو سے سیراب کیا ہے۔

ملکِ شام سے دل چسپی کا سبب اور سفر کی خواہش

① قرآنِ مجید میں بہت سارے واقعات و قصے جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی نصیحت و عبرت کے لیے بیان فرمائے ہیں ان میں سے بہت سارے اسی سرزمینِ شام سے تعلق رکھتے ہیں، وہ واقعات اسی سرزمین میں پیش آئے ہیں۔

② یہ علاقہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے سے لے کر صدیوں تک مسلمانوں کے کارناموں کا مرکز رہا ہے۔ تفسیر کے اسباق کے دوران جب ان واقعات اور جگہوں کا ذکر آتا تھا تو دل میں خیال آتا تھا کہ اللہ تعالیٰ جلدی سے اس سرزمین پر پہنچا دے جہاں یہ واقعات پیش آئے ہیں۔

وہ دریا، وہ شہر، وہ ندی، وہ جنگل جن کا ذکر قرآن کر رہا ہے، قرآن میں تذکرے کی وجہ سے ان اراضیٔ قرآن کو دیکھنے کا شوق بار بار دل میں منڈلاتا تھا۔

③ ملکِ شام کے فلسطین والے علاقے میں بیت المقدس اور مسجدِ اقصیٰ ہے اور بیت المقدس کے مسائل سے دل چسپی رکھنا مسلمانوں کے عقیدہ و ایمان کا حصہ ہے؛ کیوں کہ بیت المقدس اپنی تخلیق میں شام و فلسطین کا ایک حصہ ہے، یہ دونوں وہ پاکیزہ سرزمین ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے دنیا والوں کے لیے برکات و خیرات رکھی ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ﴿۷۱﴾ (الانبیاء)

ترجمہ: اور ہم ان (ابراہیم علیہ السلام) کو اور لوط (علیہ السلام) کو بچا کر اس زمین (یعنی ملکِ شام) کی طرف لے گئے جس میں ہم نے تمام جہان والوں کے لیے برکت رکھی تھی۔

④ مسجدِ اقصیٰ ان تین مساجد میں سے ایک ہے جن کی زیارت کی غرض سے سفر کرنے کی ترغیب و اجازت رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو دی ہے، امام بخاریؒ نے ”بابُ فضل الصلوۃ فی مکۃ والمدینۃ“ کے تحت یہ حدیث نقل فرمائی ہے:

قال رسولُ اللّٰہ ﷺ : لَا تَشُدُّالرِّحَالَ؛ إلّا إلٰی ثَلاثَۃِ مَسَاجِدَ: المسجد الحرام و مسجد رسول اللّٰہ ﷺ والمسجد الاقصیٰ۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین مسجدوں کے علاوہ کسی مسجد کے لیے رختِ سفر نہیں باندھا جائے گا: ① مکہ مکرمہ کی مسجدِ حرام۔ ② مدینۂ منورہ کی مسجدِ رسول ﷺ۔ ③ بیت المقدس کی مسجدِ اقصی۔

مسجدِ اقصی کے چند فضائل قرآن و حدیث کی روشنی میں

① دنیا کی دوسری مسجد ہونے کا شرف اس کو حاصل ہے؛ اس لیے کہ ابوالبشر سیدنا حضرت آدم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ میں بیت اللہ شریف کی تعمیر کرنے کے چالیس سال بعد مسجدِ اقصی کی بنیاد رکھی تھی۔

② قبلۂ اول یہی ہے۔

③ حرمِ ثالث ہونے کا شرف بھی اسی کا مقدر ہے۔

④ اس میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔

⑤ بیت المقدس اور مسجدِ اقصی میں آنے والوں کے لیے گناہوں سے پاکی کی، خطرہ سے حفاظت کی، بیماری سے شفا کی، فقر سے غنیٰ کی، اور اللہ کی نظرِ عنایت کی بشارت آئی ہے۔

⑥ یہ بھی وارد ہے کہ کمالِ اعتکاف تو اسی مسجد کا۔

⑦ جن تین مساجد کے لیے سفر کی اجازت دی گئی اس میں اس مسجد کا شمار۔

⑧ وہاں کے نمازیوں کے لیے ستر ہزار فرشتوں کا استغفار کرنا۔

⑨ وہاں دعا کا قبول ہونا۔

⑩ معراج کے وقت آپ ﷺ کا وہاں تشریف لے جانا اور سارے انبیاءؑ کا وہاں جمع ہونا۔

شنیدہ کے بُوَد مانندِ دیدہ

قرآنِ کریم اور احادیث میں تو اس علاقے کے بہت فضائل آئے ہیں، اب خود دیکھ کر جو لطف آتا ہے وہ نا قابلِ بیان ہے، اور قرآن وحدیث کی باتوں پر یقین میں مزید تازگی کا ذریعہ بنتا ہے، واقعہ یہ ہے کہ ملکِ شام کی ہر چیز میں برکات آج بھی نمایاں ہیں، وہاں کی فضاؤں میں انبیائے کرام اور صحابۂ کرامؓ کی برکتیں اور مہک آج بھی موجود ہے۔

بہر حال! اوپر ذکر کردہ وجوہات اور فضائل کے پیشِ نظر عرصے سے اس مبارک سرزمین کی زیارت کے لیے کوشش جاری تھی؛ لیکن:

قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ③ (الطلاق)

ترجمہ: پکی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔

ہمارا ملکِ شام کا سفر

مقدر میں تھا کہ شعبان ۱۴۳۵ھ میں وہاں کا سفر ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عافیت کے ساتھ اس مبارک سرزمین کا بھی سفر کروا دیا، اللہ تعالیٰ اس سفر کو خیر اور ہدایت کا ذریعہ بنائے اور ہم سب کو بار بار وہاں لے جائے۔

ہمارا یہ سفر سولہ (16) ساتھیوں، پانچ دن اور بہت ساری زیارتوں پر مشتمل ہے۔

میری کوشش یہ ہوگی کہ دن اور تاریخ کی تعیین کے ساتھ بالترتیب آپ کے سامنے سفر کی کارگزاری مختصراً پیش کروں۔

''پناما'' اور ''ملاوی'' میں تفصیلی کارگزاری

مختصراس لیے کہ فلسطین، اسرائیل، اردن اور پھر وہاں سے ترکی ہوتے ہوئے شعبان کے اواخر میں سینٹرل امریکہ کے ملک ''پناما'' پہنچا تو وہاں احباب نے اصرار کیا کہ سفر کی کارگزاری بیان کروں، تو نو (9) دن میرا وہاں قیام رہا اور روزانہ سوا سے ڈیڑھ گھنٹہ میں نے کارگزاری سنائی، اسی طرح جمعہ میں بھی بیان کیا؛ لیکن پھر بھی کار گزاری مکمل نہ ہوسکی تھی، پھر رمضان کے اخیری عشرے میں افریقہ کے ملک ''ملاوی'' میں سفر کی باقی ماندہ باتیں تین مجلس میں مکمل ہوئیں۔

یہ سب تفصیلی بیانات نورانی مکاتب کی ویب سائٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔

سفر کی کارگزاری شروع کرنے سے پہلے مناسب سمجھتا ہوں کہ اس جیسے اسفار کے لیے کچھ رہنما اصول آپ کے سامنے ذکر کردوں۔

متبرک مقامات کی زیارت کے لیے رہنما اصول

① سفر کے ساتھی مانوس اور معتدل المزاج ہونے چاہیے۔

② آپسی مشورہ سے کسی ایک ساتھی کو۔ جو ذی علم اور تجربہ کار ہو۔ اپنا امیر منتخب کر دینا چاہیے۔

③ اگر منزل پر پہنچنے کے بعد ہمارا سفر کسی کی ماتحتی میں ہونے والا ہو تو اس کو اپنے اور ساتھیوں کے مزاج سے آگاہ کر دینا چاہیے۔

④ امیر کو چاہیے کہ وہ ساتھیوں سے گزارش کردے کہ اپنے روز مرّہ کے مقامی مشغلوں (کھانے، پینے، سونے وغیرہ) امور میں کم سے کم اپنا وقت خرچ کریں؛ تاکہ مقصودِ اصلی میں زیادہ سے زیادہ وقت لگایا جا سکے۔

⑤ بیرون کے اسفار میں کوشش یہی کرنی چاہیے کہ آپسی گفتگو مادری زبان ہی میں ہو، اس کے بڑے فوائد ہیں۔

نوٹ: سفر کے آداب تفصیل کے ساتھ بندے کے سفر نامہ ’’دیکھی ہوئی دنیا: اول‘‘ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ایک اہم کام

میں نے سفر سے پہلے یہاں سے ای میل (e-mail) کے ذریعے سیاحتی کمپنی والوں کو خاص تاکید کردی تھی کہ ہم سب ماشاء اللہ! تندرست لوگ ہیں اور ہم زیادہ سے زیادہ تاریخی اور متبرک مقامات کی زیارت کریں گے؛ اس لیے ہمیں گاڑی اور رہبر دونوں اچھے ملنے چاہیے، ہم لوگ اِدھر اُدھر کی تفریحات میں اور مارکیٹوں میں

وقت ضائع نہیں کریں گے۔

اب میں آپ کے سامنے سفر کی کارگزاری سنانا شروع کرتا ہوں:

ترتیب وار سفر کی کارگزاری

حسبِ پروگرام ہمارا سفر بارہ (12) جون، ۲۰۱۴ء جمعرات کی شب سے شروع ہوا، بمبئی تک تو ہر ساتھی اپنی اپنی سہولت سے پہنچا، تقریباً صبح چار بجے بمبئی سے ہماری فلائٹ تھی، صبح سویرے وہاں کے چھ (6) بجے اردن ائیر پورٹ پر اترے۔

اللہ تعالیٰ آخرت کا امگریشن بھی آسانی سے پار فرمادے!

بحمد اللہ! امیگریشن (Immigration) کی کارروائی آسان رہی، اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے آخرت کا امیگریشن بھی اس طرح بلا کسی حساب اور بلا کسی خوف کے پار فرمادیں، یہ تو عارضی کسٹم اور امتحانات ہیں، اصل امتحان ہر بندے کا آخرت کا امتحان ہے جو اس میں کامیاب ہوا وہ حقیقی کامیاب ہے۔ اللہ تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ اس سفرِ آخرت میں بھی آسانی کا معاملہ فرمائیں گے۔

آج کے دن ہمارا پروگرام کیا رہے گا؟

وہاں جس کمپنی سے رابطہ تھا اس کے نمائندے استقبال کے لیے موجود تھے، ان سے ملتے ہی میں نے پہلا سوال کیا: مَاھُوَ بَرْنَامَجُنَا الْیَوْمَ؟

یعنی آج کے دن ہمارا پروگرام کیا رہے گا؟

وہ رہبر (Guide) مجھے کہنے لگے کہ:

بِرْنَامَجُکُمُ الْیَوْمَ اَوَّلاً زِیَارَۃُ غَارِ أَصْحَابِ الْکَہْفِ۔آج کے دن کی پہلی زیارت اصحابِ کہف کے مزار کی ہے۔

میں نے اپنے معمول کے مطابق تمام ساتھیوں کو بتلا دیا کہ: کھانے پینے آرام وغیرہ کاموں میں زیادہ وقت نہ لگاویں۔

الحمدللہ! ہوائی اڈے پر پانی سے استنجا ہوسکے ویسے بیت الخلا تھے جس کو غنیمت سمجھ کر یہ بھی کہہ دیا کہ: طبعی حاجت سے بھی یہیں فراغت حاصل کرلیں۔ تمام ساتھیوں نے میری اس بات کا لحاظ کیا، اور ضروریات سے فراغت کے بعد ائیر پوٹ سے ہی اپنے مقصد کی طرف آگے بڑھنا شروع کردیا۔

پہلی زیارت: اصحابِ کہف کے غار کی طرف

کمپنی کی ترتیب کے مطابق ہمیں سب سے پہلے اصحابِ کہف کے مزار پر جانا تھا؛ چنانچہ ائیر پورٹ سے باہر نکل کر سب سے پہلے ہم اصحابِ کہف کے غار کی زیارت کے لیے پہنچے۔

اصحابِ کہف کون تھے؟ ان کا کیا واقعہ ہوا تھا؟ یہ غار کہاں واقع ہے؟ پہلے اس کا پس منظر ذکر کیا جاتا ہے۔

اصحابِ کہف اور ان کی غار کا پس منظر اور ان کا زمانہ

"اصحابِ کہف" کا واقعہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے، اور اسی واقعہ کی وجہ سے قرآنِ کریم کی ایک پوری سورت کا نام "سورۃ الکھف" ہے۔ "کہف" عربی زبان میں غار کو کہتے ہیں جو اندر سے وسیع ہو چاہے دہانہ اس کا چھوٹا ہو۔

صاحبِ معارف القرآن نے نقل کیا ہے کہ اصحابِ کہف کا یہ واقعہ دوسو پچاس (۲۵۰) عیسوی کا ہے، پھر تین سو (۳۰۰) سال تک یہ حضرات سوتے رہے تو مجموعہ پانچ سو پچاس (۵۵۰) عیسوی ہوگیا، اور نبیٔ کریم ﷺ کی ولادت باسعادت پانچ سوستر (۵۷۰) عیسوی میں ہوئی اس لیے نبیٔ کریم ﷺ کی ولادت سے بیس (۲۰) سال پہلے ان نوجوانوں کے بیدار ہونے کا واقعہ پیش آیا، اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دین رائج تھا اور جو لوگ اس دین پر صحیح طرح قائم تھے، وہی مسلم اور مؤمن تھے، یہ نوجوان بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر قائم تھے؛ لیکن ان کی بستی کا بادشاہ ''دقیانوس'' اور اس کی قوم بت پرست تھی، جبکہ یہ نوجوان بت پرستی اور شرک سے بیزار تھے، انھوں نے علی الاعلان اپنی توحید کا اعلان کیا، قرآنِ مجید میں اس کا تذکرہ اس طرح کیا گیا:

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ﴿١٣﴾ وَّرَبَطْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰـهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ﴿١٤﴾ (الکہف)

ہم تم کو ان (غار میں سونے والوں) کا واقعہ صحیح (تحقیقی) سناتے ہیں، یقینی بات ہے کہ وہ (غار میں سونے والے) چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے، اور ہم نے ان کو ہدایت میں خوب ترقی دی تھی ﴿۱۳﴾ اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کردیا (یہ اس وقت ہوا) جس وقت وہ کھڑے ہوئے تو کہنے لگے: ہمارے رب تو آسمان وزمین کے رب ہیں، ہم تو ہرگز اس (اللہ تعالیٰ) کو چھوڑ کر کسی اور معبود کی عبادت نہیں کریں گے، اگر ہم ایسا کریں گے تو ہم عقل سے دور کی (لغو) بات کہیں گے۔

نوجوانوں کا یہ اعلان کرنا تھا کہ بت پرست بادشاہ اور اس کے کارندے ان

کے دشمن بن گئے اور ان پر ظلم وستم توڑنے شروع کردیے؛ لہذا یہ لوگ بستی سے روانہ ہوکر ایک غار میں مقیم ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر گہری نیند مسلط فرمادی اور یہ سالوں تک سوتے رہے، کئی سال گذرنے کے بعد بت پرست بادشاہ کی حکومت ختم ہوگئی، اور اس کی جگہ ایک موحد اور صحیح العقیدہ نیک بادشاہ برسرِ اقتدار آ گیا، اس کے زمانے میں یہ لوگ نیند سے بیدار ہوئے۔ بھوک لگی ہوئی تھی انھوں نے اپنے میں سے ایک ساتھی کو سکّے دے کر شہر بھیجا، اور یہ تاکید کی کہ خفیہ طریقے پر جاکر کوئی حلال کھانا خرید کر لائے، سونے والا کیا جانے کہ کتنا وقت گزر گیا ہے وہ تو یہی سمجھ رہے تھے کہ ابھی تک اسی بت پرست بادشاہ کا زمانہ ہے؛ اس لیے انھوں نے خطرہ محسوس کیا کہ اگر ان ظالموں کو ہمارا پتہ لگ گیا تو پھر سے ظلم وستم میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں گے۔

چنانچہ یہ صاحب چھپتے چھپاتے بستی میں پہنچے، اور ایک نان بائی کی دکان سے کھانا خریدنا چاہا؛ لیکن جب سکہ اس کے حوالے کیا تو وہ بہت پرانے زمانے کا تھا، جس سے سارا راز کھل گیا، اور ہوتے ہوتے بادشاہِ وقت کو بھی اطلاع پہنچ گئی۔

ادھر اس ساتھی نے بھی اپنے ساتھیوں کو حکومت بدل جانے اور نئے حالات کی اطلاع دے دی۔

ان کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہوا ہے؛ لیکن قرآنِ کریم نے جس انداز میں ان کا تذکرہ کیا ہے، اس سے گمان ہوتا ہے کہ ان کی تعداد سات تھی، اور آٹھواں ان کا کتا تھا جوان کے پیچھے پیچھے آکر غار کے دہانے پر بیٹھ گیا تھا۔

حضراتِ مفسرین نے لکھا ہے کہ: جس زمانے میں یہ واقعہ پیش آیا اس وقت یہ غار شہر سے باہر جنگلوں کے اندر واقع تھا اور آج کی بات میں آپ سے عرض کروں کہ:

’’عمان‘‘شہر اتنا وسیع ہو گیا ہے کہ کسی زمانے میں وہ غار شہر کے باہر ہوگا اب تو شہر کے بالکل بیچ میں آچکا ہے۔

عقیدہ کی بات

دنیا کو وجود میں آئے برسوں بیت چکے ہیں، اسی وجہ سے جن تاریخی مقامات کی تعیین خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے کردی ہے اور وہ روایات ہم تک صحیح سند کے ساتھ پہنچ چکی ہیں، اس کے علاوہ کسی بھی تاریخی مقام کے بارے میں سو فی صد یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ وہی مقام ہے جس کا تذکرہ قرآن واحادیث نے کیا ہے؛ گویا قرآن وحدیث میں ذکر کردہ غیر متعین مقامات کے بارے میں ہمیں اجمالی طور پر اتنا تو ماننا ہے کہ ان مقامات کا دنیا میں وجود ہے؛ مگر کہاں ہے؟ اس کا صحیح علم عالم الغیب والشہادۃ ذات کے سوا کسی کو نہیں۔

کیا یہی اصحابِ کہف کا غار ہے؟

اصحابِ کہف کی جس غار کو ہم نے دیکھا اس کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے کہ: اس کے بارے میں سو فی صد یقین سے کہنا تو مشکل ہے کہ یہی وہ غار ہے جس کا ذکر قرآنِ مجید کی سورۂ کہف میں آیا ہے؛ مگر اس کے متعلق وارد روایات کا مجموعہ اور اصحابِ کہف کے غار کے سلسلے میں جدید ترین تحقیقات اور مقامی علما اور عوام میں شہرت اور اس غار کے محلِ وقوع کو دیکھ کر غالب گمان؛ بلکہ کسی درجے میں یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ وہی غار ہے جس کا ذکر قرآنِ مجید کی سورۂ کہف میں آیا ہے، قرآنِ مجید میں غار کی کیفیت ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿١٧﴾

ترجمہ: اور تو سورج کو دیکھے گا کہ جب وہ طلوع ہوتا ہے تو ان کی غار سے دائیں طرف ہٹ کر نکل جاتا ہے اور جب ڈوبتا ہے تو بائیں طرف (سے ہٹ کر) کترا کر چلا جاتا ہے اور وہ لوگ اس (غار) کے کشادہ حصے میں سوئے ہوئے تھے، یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے، جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دیویں وہی ہدایت پا جاتا ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کریں تو تم کو کوئی اس کی مدد کر کے راستہ بتانے والا نہیں ملے گا ﴿۱۷﴾

میں نے ساتھیوں سے کہا کہ: ہم میں علما اور حفاظ بھی ہیں، ایک آدمی سورۂ کہف کی آیتیں پڑھتا جائے اور میں اصحابِ کہف کا پورا واقعہ سناؤں گا اور بتاؤں گا کہ:

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ کیسے ہوتا ہے؟

وَإِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ کیسے ہوتا ہے؟

وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ کیا ہے؟ کہاں ہے؟

ایک تفسیر وحدیث کے ماہر شامی عالم کی غار میں ملاقات

خوش نصیبی کی بات کہ جورڈن کے ایک جید عالمِ دین کی غار میں ملاقات ہوگئی، ماشاءاللہ! تفسیر وحدیث کے بڑے ماہر عالم تھے۔

میں نے ان سے عربی زبان میں مذاکرہ شروع کیا؛ چنانچہ انھوں نے بڑی اچھی رہبری فرمائی اور بعض اہم نکات پر روشنی ڈالی۔

اِن ساری چیزوں کو علی وجہ الاکمل تو مشاہدہ کی صورت میں سمجھا جا سکتا ہے، آپ یقین مانیے کہ قرآنِ مجید کی یہ آیات بیس سال سے میں پڑھتا ہوں اور اس سے پہلے الحمدللہ! پڑھ چکا ہوں؛ لیکن ان آیتوں کی صحیح تفسیر تو اسی جگہ پہنچ کر سمجھ میں آئی کہ: فجوۃ منہ کیا چیز ہے؟ اور سورج کیسے کترا کر نکلتا ہوگا؟

غار کی حالت

اللہ کی شان کہ سات نوجوان جس غار میں تین سو نو (309) سال سوئے تھے جیسا قرآن میں ہے: وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿٢٥﴾

ترجمہ: وہ (اصحابِ کہف) اپنے غار میں تین سو اور اس کے اوپر نو سال زیادہ (سوتے) رہے ﴿۲۵﴾

وہ غار ابھی تک اسی طرح موجود ہے اور ان نوجوانوں کے غار میں مزارات بھی بنے ہوئے ہیں، اور قبروں کے درمیان اور اس کے پڑوس میں ”وهم فی فجوة منه“ ایک کھلی جگہ ہے۔

غار میں داخل ہونے کا ایک دروازہ موجود ہے، دروازہ ہے مگر؛ اتنا چھوٹا کہ ایک ایک آدمی باری باری اندر جا سکے۔

اور اندر چلے جاؤ تو غار بڑا وسیع اور کشادہ ہے اور ساتوں نوجوانوں کی اندر قبریں بنی ہوئی ہیں۔

اصحابِ کہف کے تبرکات

غار میں جو کھلی جگہ ہے وہاں پر ایک الماری ہے، جس میں کچھ پرانی چیزیں (پیالہ، کھانے کے برتن وغیرہ) رکھے ہوئے ہیں۔

میں نے اس کے متعلق جورڈن کے عالمِ دین سے پوچھا تو بتلایا کہ: یہ جتنی بھی چیزیں رکھی ہوئی ہیں ہم لوگوں کے یہاں مشہور ہے کہ سب ان سات نوجوانوں کے تبرکات ہیں۔

غار کا پیچھے کا دروازہ

میں نے ان سے مزید ایک سوال کیا کہ: قرآنِ مجید کے انداز سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس غار کا ایک تو دروازہ تھا اور دوسری کھڑکی، تو وہ کھڑکی کہاں ہے؟

انھوں نے غار کے پیچھے والے حصے کی طرف اشارہ کرکے بتلایا کہ: وہ جو چھوٹا سا سوراخ ہے وہی اس غار کی چھوٹی سی کھڑکی ہے۔

پورے پہاڑ میں غار، اور غار میں بالکل اوپر نکلتا ہوا ایک چھوٹا سا سوراخ ہے اور اسی دوسری طرف والے سوراخ سے دھوپ کے داخل ہونے اور روشنی پہنچانے کا نظام یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کتنی بڑی نشانی ہے!!!

ایمان کی خاطر قربانی دینے کا بدلہ:

نظامِ کائنات ان کے تابع کر دیا گیا

قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾

ترجمہ: اور تو سورج کو دیکھے گا کہ جب وہ طلوع ہوتا ہے تو ان کی غار سے دائیں طرف ہٹ کر نکل جاتا ہے اور جب ڈوبتا ہے تو بائیں طرف (سے ہٹ کر) کترا کر چلا جاتا ہے اور وہ لوگ اس (غار) کے کشادہ حصے میں سوئے ہوئے تھے، یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے، جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دیویں وہی ہدایت پا جاتا ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کریں تو تم کو کوئی اس کی مدد کر کے راستہ بتانے والا نہیں ملے گا ﴿۱۷﴾

جورڈن کے عالمِ دین نے بتلایا کہ:

یہ وہ دروازہ ہے کہ اس کے قریب سے سورج کترا کر نکلتا ہے اور غروب کے وقت کی دھوپ کی چند کرنیں پیچھے جو سراخ ہے وہاں سے غار میں داخل ہوتی ہیں؛ گویا صبح وشام دھوپ سیدھی نوجوانوں کے قریب آتی ہیں؛ البتہ قریب سے گذرنے کی وجہ سے دھوپ کے منافع ان نوجوانوں کو حاصل ہوجاتے ہیں، لیکن دھوپ کی روشنی اور حدت کی وجہ سے ان کی نیند میں خلل نہیں ہوتا، دھوپ میں بڑے فوائد ہیں، جن ملکوں میں لوگوں کو دھوپ نہیں ملتی وہاں بڑے امراض ہوتے ہیں۔

کتے کے غار میں نہ جانے کا ایک عجیب تفسیری نکتہ

پھر انھوں نے مزید ایک بات ذکر کی کہ: قرآن میں ہے:

وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ؕ لَوِاطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾

ترجمہ: اور تو ان کو (دیکھ کر) یہ سمجھے گا کہ وہ جاگتے ہیں؛ حالاں کہ وہ سوئے ہوئے تھے اور ہم ان کو دائیں اور بائیں کروٹ بدل دیتے ہیں اور ان کا کُتّا چوکھٹ پر اپنے دونوں ہاتھ (یعنی آگے والے پیر) پھیلائے ہوئے بیٹھا تھا، اگر تو ان (اصحابِ کہف) کو جھانک لیتا تو پیٹھ پھرا کر بھاگ لیتا اور تجھ میں ان کی دہشت بھر جاتی ﴿۱۸﴾

وہاں دروازے پر ایک چوکھٹ ہے، چوکھٹ کے پاس ایک بڑا پتھر ہے، اسی پتھر کے اوپر وہ کتا تین سو نو سال تک ان کی خدمت میں بیٹھا رہا۔

پھر انھوں نے مجھ سے ایک سوال کیا کہ: شیخ! کبھی آپ نے سوچا کہ یہ کتا غار میں کیوں نہیں گیا؟ غار کے باہر ہی کیوں بیٹھا رہا؟

میں نے کہا: بات تو صحیح ہے، میں نے کبھی نہیں سوچا۔

کہا: اس واسطے کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ’’جس گھر میں کتا ہوتا ہے اس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آیا کرتے‘‘ اور یہ سات نوجوان اللہ تعالیٰ کے ولی تھے اور ان پر خدا کی رحمتیں برس رہی تھیں؛ اس لیے کہ یہ نوجوان جب غار میں آئے تو اس وقت دعا کر کے آئے تھے:

اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَاۤ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ﴿۱۰﴾

ترجمہ: (وہ واقعہ بھی یاد کرو) جب چند نوجوانوں نے (پہاڑ کی) غار میں پناہ لی

تو انھوں نے (اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے یوں) کہا کہ: اے ہمارے رب! آپ ہم کو اپنے پاس سے (خاص) رحمت عطا کیجیے اور (ان حالات میں) ہمارے لیے بھلائی کا سامان مہیا کر دیجیے ﴿۱۰﴾

انھوں نے خدا سے رحمت کی دعائیں مانگی تھیں اور جس گھر میں کتا ہوتا ہے وہاں رحمت نہیں اترتی؛ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کتے کے دل میں یہ بات ڈالی کہ وہ غار کے اندر نہ جائے، باہر بیٹھا رہے اور باہر بیٹھ کر خدمت کرے۔

اصحابِ کہف کی یادگار مسجد

جب تین سو نو سال کے بعد یہ نو جوان بیدار کیے گئے تو ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ: ہم کتنی دیر سوئے؟ گویا ان کو پتہ ہی نہیں تھا کہ اتنی لمبی مدت تک سوئے، بعد میں ان کا انتقال ہو گیا۔

ان کے انتقال کے بعد لوگوں نے کہا کہ: ان کی کوئی یادگار قائم کرنی چاہیے؛ لیکن اس میں اختلاف ہوا کہ یادگار کے طور پر کیا چیز بنائی جائے، بالآخر یہ فیصلہ ہوا کہ مسجد بنائی جائے؛ چنانچہ وہاں ایک چھوٹی سی مسجد بنائی گئی۔

اس مسجد کی حالت اور بندے کی ایک خوش نصیبی

اس مسجد کے کھنڈرات آج بھی غار کے اوپر موجود ہیں، وہ پرانے زمانے کی مسجد ہے؛ اسی لیے اس کی چھت وغیرہ ٹوٹ گئی ہے، پتھر کی بنی ہوئی تقریباً چھ چھ فٹ اونچی اس کی دیواریں موجود ہیں، اس کے آٹھ ستون اور محراب والا حصہ بھی موجود ہے۔

اس مسجد کی پرانی دیواروں کے اردگرد تمام ساتھی بیٹھ گئے اور دو قاری تلاوت

کرتے گئے اور پورے واقعہ کی تفسیر سنانے کی بندہ کو سعادت حاصل ہوئی۔

اصحابِ کہف کے مقام پر نئی مسجد

اس وقت حکومتِ جورڈن نے غار کے اوپر ایک نئی عالی شان مسجد بنائی ہے اور اس مسجد کا نام ہے ''مسجدِ اصحابِ کہف'' یعنی غار والے نوجوانوں کی مسجد، یہ ایک دوسری نئی مسجد ہے، قرآنِ مجید میں جس مسجد کا ذکر ہے یہ بالکل ان کے غار کے فوراً اوپر آتی ہے۔

دین کے خاطر اپنے جذبات کو قربان کرنے والے نوجوانوں کی اللہ کے یہاں قدر ومنزلت

اس موقع پر اپنے نوجوان دوستوں سے ایک نکتہ ضرور کہوں گا کہ: تین سو نو سال یہ نوجوان اس طرح سے سوئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ۔

ترجمہ: اور ہم ان کو دائیں اور بائیں کروٹ بدل دیتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ جب نوجوان اللہ تعالیٰ کے دین کی فکر لے کر اٹھیں، اپنی زندگی کو دین داری والی بنائیں، اور برے ماحول سے اپنے آپ کو بچانے کا عزم کرلیں تو اللہ تعالیٰ خود ان کی کروٹوں کو دائیں اور بائیں پلٹا کرتے ہیں۔

حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے مزار پر

اس کے بعد ہم نے دوپہر کا کھانا کھایا اور آگے چلے، کئی کلومیٹر کا سفر کر کے عمان

شہر سے باہر ایک دوسرا چھوٹا شہر آیا اس سے بھی آگے نکلے اور ایک اور پہاڑی علاقے کی طرف ہماری گاڑی چڑھنا شروع ہوگئی اور ایک اونچے پہاڑ پر ہم لوگ پہنچے، وہاں جانے کے بعد پتا چلا کہ اس جگہ پر اللہ کے نبی حضرت یوشع ابن نون علیہ السلام کا مزار ہے۔

حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کا مختصر تعارف

حضرت یوشع بن نون علیہ السلام ان جلیل القدر انبیاء میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت کے خاطر مبعوث کیا تھا، نسلاً بنی اسرئیل کی اولاد میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پر پوتے ہوتے ہیں، مؤرخین نے ان کا نسب نامہ اس طرح لکھا ہے:

یوشع بن نون بن افرائیم بن یوسف بن یعقوب بن ابراھیم خلیل اللّٰہ۔

زمانۂ بعثت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ان کے خادمِ خاص وہم دم رہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کو نبوت عطا کی گئی۔

حضرت یوشع علیہ السلام کا قرآن میں دو جگہ ذکر

تفسیری روایات کے مطابق قرآنِ مجید میں حضرت یوشع علیہ السلام کا ذکر دو جگہ موجود ہے: ① قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۳﴾ (المائدہ)

ترجمہ: (موسیٰ علیہ السلام کی تائید میں) دو آدمیوں نے (بھی) کہا: جو کہ (اللہ تعالیٰ

سے) ڈرنے والوں میں سے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں پر اپنا (خاص) احسان کیا تھا کہ تم ان پر (حملہ کر کے شہر کے) دروازے میں گھس جاؤ، سوجب تم اس میں داخل ہوجاؤ گے تو یقین رکھو کہ (اسی وقت) تم ہی غالب آجاؤ گے اور اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھو اگر تم واقعی مومن ہو ﴿۲۳﴾

اِس آیت میں ''رجلان'' سے حضرت یوشع علیہ السلام اور کالب بن یوحنا مراد ہیں جنھوں نے قومِ عمالقہ کے خلاف بنی اسرائیل کو ہمت دلائی اور نصرت کا وعدہ یاد دلا کر جہاد پر اکسایا تھا۔

② دوسرا موقع: حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اپنے علم میں اضافے کے لیے سفر میں نکلے تو ایک نوجوان خادم ان کے ساتھ تھے، وہ نوجوان خادم حضرت یوشع ابن نون علیہ السلام تھے، قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَآ أَبْرَحُ حَتَّىٰٓ أَبْلُغَ مَجْمَعَ ٱلْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِىَ حُقُبًا ﴿٦٠﴾

ترجمہ: اور (وہ واقعہ بھی یاد کرو) جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے نوجوان خادم (حضرت یوشع علیہ السلام) سے کہا: میں اس وقت تک اپنا سفر برابر جاری رکھوں گا جب تک کہ دو سمندر کے ملنے کی جگہ (سنگم) پر نہ پہنچ جاؤں یا برسوں تک چلتا ہی رہوں گا ﴿۶۰﴾

یوشع علیہ السلام کے لیے سورج کا غروب ہونے سے رُک جانا

حضرت یوشع علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ایسے مقبول بندے تھے کہ جن کی درخواست پر سورج اور چاند کو بھی روک دیا گیا، جس کا واقعہ یہ ہوا کہ: حضرت یوشع علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل کو لے کر بیت المقدس کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوئے اور ایک بستی کا

محاصرہ کرلیا اور اس بستی کا محاصرہ جمعہ کے دن عصر تک طویل ہوگیا، آگے ہفتہ کا دن شروع ہونے والا تھا اور اس دن آپ کو کوئی کام کرنے کی اجازت نہ تھی؛ کیوں کہ ہفتہ کا دن بنی اسرائیل کا چھٹی کا دن ہے، اس دن جہاد ان کے لیے ممنوع تھا، ادھر جنگ جاری تھی کہ سورج غروب ہونے لگا، آپ علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی کہ: سورج کو روک دے، پھر سورج سے مخاطب ہوئے: إِنَّکَ فِي طَاعَةِ اللّٰهِ وَأَنَا فِي طَاعَةِ اللّٰه۔

ترجمہ: اے سورج! تو بھی اللہ کے حکم کا پابند ہے اور میں بھی اس کی فرماں برداری میں مصروف ہوں۔

پھر آپ نے چاند کو مخاطب کرکے فرمایا: ابھی طلوع نہ ہونا۔

چنانچہ فتح ہونے تک سورج اور چاند رُکے رہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الشمسَ لم تجسس لبشر الا لیوشع لیالی سار الی بیت المقدس۔

آفتاب آج تک کسی کے لیے رفتار میں موقوف نہیں ہوا؛ سوائے یوشع بن نون علیہ السلام کے لیے، یہ ان راتوں کی بات جب وہ بیت المقدس کی جانب (بغرض جہاد) گئے تھے۔

حضرت یوشع علیہ السلام کی وفات

بیت المقدس کی فتح کے بعد جب بنی اسرائیل اس میں قیام پذیر ہوئے تو حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نے وحیٔ الٰہی کے مطابق ان کی اصلاح فرمائی اور ایک طویل عرصہ ان کے ساتھ گزارا؛ آخرکار ایک سو چھبیس سال کی ظاہری عمر میں آپ نے وصال فرمایا۔ (ابن کثیر)

حضرت یوشع علیہ السلام کے مزار کی تحقیق

پہاڑ کے ایک کنارے پر ایک مسجد بنی ہوئی تھی، حضرت یوشع علیہ السلام کا مزار اسی مسجد کے ایک کمرے میں واقع ہے، ایک نہایت طویل قبر بنی ہوئی ہے، اس کی لمبائی بارہ سے پندرہ گز کے درمیان ہوگی، آپ علیہ السلام کے مزار کے باہر تختی پر آپ علیہ السلام کا حسب ونسب بھی لکھا ہوا ہے۔

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں:

اب اس بات کی سو فی صد تحقیق تو تقریباً ناممکن ہے کہ یہ واقعتاً حضرت یوشع علیہ السلام کی قبر ہے یا نہیں؟ البتہ یہ تمام علاقہ اسی ارضِ مقدس کا حصہ ہے جسے حضرت یوشع علیہ السلام نے فتح فرمایا تھا؛ اس لیے یہ بات جو یہاں کے لوگوں میں مشہور چلی آتی ہے، کچھ بعید بھی نہیں۔

جناب یعقوب نظامی صاحب اپنے سفر نامہ میں لکھتے ہیں:

بعض روایات کے مطابق حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کی قبر بیت المقدس کے قریب ایک غار میں واقع ہے۔

تورات کے مطابق ان کی قبر فلسطین کے موجودہ شہر ''نابلس'' کے کسی پہاڑی مقام پر ہے۔ اسرائیل میں دو جگہ حضرت یوشع علیہ السلام کا مزار بتایا جاتا ہے۔

اتنا لمبا مزار کیوں؟

ساتھیوں نے مجھ سے سوال کیا کہ: اتنا بڑا مزار ان کا کیسے؟

اس کا ایک جواب تو وہ ہے جو حضرت مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم نے اس

مزار کی زیارت کے موقع سے دیا ہے، فرماتے ہیں: قبر کی غیر معمولی لمبائی ہمارے لیے حیران کن تھی؛ لیکن بعد میں اردن اور شام کے اندر جو دوسرے انبیاءؑ کے مزار دیکھے، وہاں بھی یہی صورت نظر آئی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں کسی مقدس شخصیت کے تعظیم کے خیال سے اس کی قبر بہت لمبی بنائی جاتی تھی۔

دوسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ: پچھلے زمانے میں لوگوں کے بدن کی سائزیں بہت لمبی ہوا کرتی تھیں، حضرت آدم علیہ السلام کا قد جو روایتوں میں آیا ہے وہ باسٹھ (۶۲) ہاتھ کا قد آیا ہے، یہ تو اس امّت کی خصوصیت ہے کہ: عمر بھی کم، قد بھی کم، یہ دونوں چیزیں اس امّت کے واسطے ہیں۔

بحمد اللہ! میری اس بات کی تائید حضرت مولانا ارسلان بن اختر میمن کی تحریر سے بھی ہوگئی، انھوں نے لکھا ہے کہ: مقامی لوگوں کے قول کے مطابق حضرت یوشع بن نونؑ اپنی وفات کے وقت چار سے پانچ میٹر لمبے تھے۔ (از جہانِ دیدہ)

تیسرا احتمال یہ بھی ہوسکتا ہے کہ چند متعدد افراد کی قبریں طول میں ایک ساتھ بنائیں گئی ہوں، جیسا کہ ہمارے سورت ضلع میں کیم کوٹھوا میں موجود مشہور مزار کے بارے میں حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری (دامت برکاتہم) کی رائے گرامی ہے۔

بہر حال! حضرت یوشع ابن نون علیہ السلام کی قبر کی زیارت کی، وہاں ان کے نام کی مسجد ہے، وہاں پر ہم لوگوں نے ظہر کی نماز ادا کی۔

پہاڑ پر سے زیتون کے درخت کا پر کیف منظر

یہاں ایک پر لطف بات یہ ہے کہ جس پہاڑ پر حضرت یوشع علیہ السلام کا مزار ہے،

اس پہاڑ کے بالکل سامنے ایک بہت بڑا میدان ہے اور اس میدان میں ہزاروں کی تعداد میں زیتون کے درخت ہیں۔

ہم کو بتا گیا کہ: صرف فلسطین میں پچاس لاکھ زیتون کے درخت ہیں۔ ’’والتین والزیتون‘‘ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اس کی قسم کھائی ہے۔

اتنا پر کیف منظر ہے کہ میں اپنی زبان سے بیان نہیں کرسکتا، ٹھنڈی کا موسم اور وہ بھی پہاڑ پر، ٹھنڈی ہوا میں سب ساتھی ٹھٹھر رہے تھے؛ مگر منظر اتنا پر کیف تھا کہ نگاہیں اسی پر جم گئیں کہ بس اسی کو دیکھتے رہیں۔

سات عدد زیتون

ایک انگریز کی بات ہے کہ میں روزانہ سات عدد زیتون کے پھل کھاتا ہوں، اس سے میری صحت بہت عمدہ ہے۔ اس کو پوچھا گیا کہ: سات عدد کی تخصیص کیوں ہے؟ اس نے جواب دیا: اس لیے کہ قرآنِ مجید میں سات مقامات پر زیتون کا تذکرہ آیا ہے۔

زیتون کے سات قرآنی مقامات

①وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ .(الأنعام:۹۹)

②وَهُوَالَّذِيْ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ .(الأنعام:۱۴۱)

③يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ .(النحل:۱۱)

④اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ .(النور:۳۵)

⑤وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَاءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ﴿۲۰﴾ (المؤمنون)

⑥وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا﴿۲۹﴾ (عبس)

⑦وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ﴿۱﴾ (التین)

مسجدِ اقصیٰ کے گنبد کا دل کش منظر

دوسری دل کش بات یہ تھی کہ جہاں وہ وادی ختم ہوتی ہے وہاں سامنے ’’جبل القدس‘‘ یعنی بیت المقدس کا پہاڑ ہے اور اس کے بالکل سامنے سے مسجدِ اقصیٰ کا گنبد نظر آتا ہے۔

گائڈ نے کہا کہ: تھوڑے بادل ہٹنے دو۔ اس دن بادل بہت تھے۔ بادل ہٹیں گے تو مسجدِ اقصیٰ کا گنبد صاف نظر آئے گا۔

میں نے کہا: اسی کو دیکھنے کی بے چینی اور تڑپ ہے، بہت دیر تک ہم لوگ انتظار میں کھڑے رہے؛ مگر مقدر کہ بادل نہ ہٹے اور بادلِ ناخواستہ ہمیں یہ جگہ چھوڑنی پڑی اور وہاں سے گنبدِ بیت المقدس کا دیدار نہ کر سکے۔

جورڈن کا جائے وقوع

جورڈن کا جائے وقوع کچھ اس طرح ہے کہ: اس کی مغربی سمت میں فلسطین اور بیت المقدس واقع ہے، جو آج کل ہماری بداعمالیوں کی نحوست سے یہودیوں کے

قبضے میں ہے اور اسرائیل کہا جاتا ہے اور دریائے اردن کے مغربی کنارے کے پیچھے تمام تر پہاڑی علاقہ ہے، دوسری طرف مشرق میں بھی پہاڑی علاقے ہیں، ان دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک علاقہ شمالاً اور جنوباً چلا گیا ہے جو دریائے اردن کے مشرقی کنارے پر واقع ہے اور بڑا زرخیز علاقہ ہے اس علاقے کو اغوار (یعنی نشیبی علاقہ) کہا جاتا ہے۔

عمواس کا جائے وقوع

جورڈن کے اس نشیبی علاقے میں ایک جگہ کا نام ''عمواس'' ہے، عمواس کا کچھ علاقہ جورڈن (Jordan) میں آتا ہے اور زیادہ تر حصہ فلسطین (موجودہ اسرائیل) میں آتا ہے؛ جیسا کہ پہلے بھی بتلایا گیا کہ خلافتِ راشدہ؛ بلکہ بہت بعد تک یہ پورا کا پورا علاقہ ایک شمار ہوتا تھا اور شام کہلاتا تھا، یہ تو ہماری بداعمالیوں اور مسلم حکمرانوں کی بے وفائیوں کے باعث شام کا کافی علاقہ ہمارے ہاتھوں سے نکل گیا اور ابھی بھی نکلتا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو سیدھی راہ دکھلائیں اور ہمارے حکمرانوں کو اس کی بازیابی کی توفیق عطا فرمائیں۔

طاعونِ عمواس

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اس جگہ حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت تھی اور طاعون (Plague) کی بیماری پھیلی اور اتنی خطرناک بیماری پھیلی کہ اس بیماری میں سینکڑوں صحابہ اور تابعین شہید ہوگیے۔ اس کو طاعونِ عمواس کہتے ہیں، یہ طاعون ۱۸ھ، مطابق ۶۳۹ء میں پھیلا تھا۔

عمواس کے دونوں حصوں کی زیارت کا شرف

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں عمواس کے جورڈن اور اسرائیل والے دونوں حصے کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، ابھی ہم جورڈن والے حصے کی زیارت کا تذکرہ کر رہے ہیں جو اسرائیل اور جورڈن کا سرحدی علاقہ ہے۔

پیارے صحابہ کے مزار کی طرف

دن ڈھل رہا تھا، اور حضرت یوشع علیہ السلام کے مزار سے عمواس والا علاقہ کچھ فاصلہ پر تھا؛ چنانچہ جلدی جلدی ہم پہاڑ سے اتر کر گاڑی میں بیٹھے اور اغوار کی طرف روانہ ہوئے۔ تقریباً ایک گھنٹے میں ہم اغوار پہنچے، اس جگہ دو مشہور صحابی کے مزار ہیں:

① اَمِیْنُ ھٰذِہِ الْاُمَّةِ: حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ۔

② حضرت ضِرار بن اَزوَر رضی اللہ عنہ۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف ومناقب

حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں جن کی ذاتِ گرامی اُس دور کے تمام اعلیٰ فضائل ومناقب کا مجموعہ تھی:

آپ رضی اللہ عنہ سابقینِ اولین میں سے ہیں اور اُس وقت اسلام لے آئے تھے جب مسلمانوں کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی تھی۔

آپ رضی اللہ عنہ ان دس خوش نصیب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جن کو عشرۂ مبشرہ کہا جاتا ہے، جن کو سرکارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں جنّتی ہونے کی بشارت دی تھی۔

آپ رضی اللہ عنہ کا شمار ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی ہے جنھیں دو مرتبہ ہجرت کی سعادت حاصل ہوئی: پہلی بار آپ نے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی اور دوسری بار مدینۂ منورہ کی طرف۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ہمیشہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں نہ صرف شامل رہے: بلکہ ہر موقع پر اپنی جاں بازی، عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اطاعت و اتباع کے اَن مٹ نقش قائم فرمائیں۔

ایمان کی کفر پر جیت: بیٹے کے ہاتھ باپ کا قتل

غزوۂ بدر کے موقع پر ان کے والد کفارِ مکہ کے ساتھ مسلمانوں سے لڑنے کے لیے آئے تھے اور جنگ کے دوران اپنے بیٹے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو نہ صرف تلاش کرتے تھے؛ بلکہ اس فکر میں رہتے تھے کہ کسی طرح ان سے آمنا سامنا ہو جائے، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اگرچہ اپنے والد کے کفر سے بیزار تھے؛ لیکن یہ پسند نہ کرتے تھے کہ ان پر اپنے ہاتھ سے تلوار اٹھانی پڑے۔

اس لیے جب کبھی وہ سامنے آکر مقابلہ کرنا چاہتے تو یہ کترا جاتے؛ لیکن باپ نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا اور بالآخر انھیں مقابلہ کرنا ہی پڑا اور جب مقابلہ سر پر آ ہی گیا تو اللہ سے جو رشتہ قائم تھا اس کی راہ میں حائل ہونے والا ہر رشتہ ٹوٹ چکا تھا، باپ بیٹے کے درمیان تلوار چلی اور ایمان کفر پر غالب آ گیا اور باپ بیٹے کے ہاتھوں قتل ہوا۔

اَمینُ ھٰذہ الامّۃ کا لقب

جب یمن کے لوگ مسلمان ہوئے اور انھوں نے اپنے درمیان کوئی معلّم بھیجنے

کی درخواست کی تو آں حضرت ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ کے دونوں ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ: هذا أَمينُ هذه الأُمَّةِ۔ ترجمہ: یہ اس امت کے امین ہیں۔

آں حضرت ﷺ کا یہ ارشاد صحیحین میں مروی ہے کہ:

لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمينٌ وَأَمينُ هذه الْأُمَّةِ أبو عبيده بن جرّاح.

ترجمہ: ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ہیں۔

جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی نگاہ میں آپ کا مقام

آں حضرت ﷺ کے وِصال کے بعد جب سقیفۂ بنی ساعدہ میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اجتماع ہوا اور خلافت کی بات چلی تو حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے خلافت کے لیے دو نام پیش فرمائے:

ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اور دوسرے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا نام صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف سے پیش ہونا واضح کرتا ہے کہ جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی نگاہ میں آپ کا مقام کیا تھا؟

ملکِ شام کی فوج کے امیر

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں شام کی مہمات حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ہی کے سپرد فرمائی تھیں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں سارا شام آپ کی سرکردگی میں فتح ہوا اور آپ نے ملکِ شام کے گورنر کے فرائض انجام دیے۔

شام کا خطہ اپنی زرخیزی، آب وہوا اور قدرتی مناظر کے لحاظ سے عرب کے صحرانشینوں کے لیے ایک جنتِ ارضی سے کم نہ تھا، دوسری طرف یہاں اس وقت کے لحاظ سے انتہائی متمدن تہذیب یعنی رومی تہذیب کا دور دورہ تھا؛ لیکن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فیضِ صحبت کا جوان مٹ رنگ اپنے قلب ودماغ پر چڑھالیا تھا اس میں وہ اس قدر پختہ تھے کہ شام کی رنگینیاں ان کے زہد وقناعت، دنیا بیزاری اور آخرت کی ہمہ وقتی فکر پر ذرہ برابر اثر انداز نہ ہوسکیں، اس بات کا اندازہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے ایک واقعے سے ہوگا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا دل دہلا دینے والا ایک واقعہ

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ شام کے گورنر تھے، اسی زمانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام کے دورے پر تشریف لائے، ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ: مجھے اپنے گھر لے چلیے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ: آپ میرے گھر آکر کیا کریں گے، وہاں آپ کو شاید میری حالت پر آنکھ نچوڑنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہو؟

لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے - چوں کہ ان کو ہمیشہ یہ فکر دامن گیر رہتی تھی کہ کہیں ان کے گورنر بیرونی تہذیبوں سے متأثر ہوکر زیادہ عیش وعشرت میں نہ پڑ گئے ہوں - اصرار فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر لے گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر میں داخل ہوئے تو وہاں کوئی سامان ہی نظر نہ آیا، گھر ہر قسم کے سامان سے خالی تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حیران ہوکر پوچھا: آپ کا سامان کہاں ہے؟

یہ سن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ایک طاق کی طرف بڑھے اور وہاں سے روٹی کے کچھ ٹکڑے اٹھا لائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو رو پڑے؛ حالاں کہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کتابوں میں لکھا ہے کہ: وہ بہت ہی سادہ زندگی گزارتے تھے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''امیر المؤمنین! میں نے تو پہلے ہی آپ سے کہا تھا کہ آپ میری حالت پر آنکھیں نچوڑیں گے، بات دراصل یہ ہے کہ انسان کے لیے اتنا اثاثہ کافی ہے جو اسے اپنی خواب گاہ یعنی قبر تک پہنچا دے''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوعبیدہ! دنیا نے ہم سب کو بدل دیا؛ مگر تمھیں نہیں بدل سکی۔

اللہ اکبر! وہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ جس کے نام سے قیصرِ روم کی عظیم طاقت لرزہ براندام تھی، جس کے ہاتھوں روم کے عظیم الشان قلعے فتح ہو رہے تھے اور جس کے قدموں پر روزانہ رومی مال و دولت کے خزانے ڈھیر ہوتے تھے، وہ روٹی کے سوکھے ٹکڑوں پر زندگی بسر کر رہے ہیں، دنیا کی حقیقت کو اچھی طرح سمجھ کر اسے اتنا ذلیل و رُسوا کسی نے کیا ہے تو وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہی جاں نثار تھے۔

شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہاں داروں کی

طاعون سے بچانے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط

جب اُردن اور شام میں وہ تاریخی طاعون پھیلا جس میں ہزاروں افراد لقمۂ اجل بنے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا جس کے

الفاظ یہ تھے:سَلَامٌ عَلَيْكَ،أَمَّابَعْدُ!فَاِنَّهُ قَدْ عَرَضْتُ لِيْ اِلَيْكَ حَاجَةً اُرِيْدُ أَنْ أُشَافِهكَ بِهَا،فَعَزَمْتُ بِهَا فَعَزَمْتُ عَلَيْكَ اِذَا نَظَرْتَ فِيْ كِتَابِيْ هٰذَا (اَنْ لَا تَضَعَهُ) مِنْ يَدِكَ حَتّٰى تُقْبِلَ اِلَيَّ .

ترجمہ: سلام کے بعد مجھے ایک ضرورت پیش آ گئی ہے جس کے بارے میں آپ سے زبانی بات کرنا چاہتا ہوں، لہذا میں پوری تاکید کے ساتھ آپ کو کہتا ہوں کہ جیسے ہی آپ میرا یہ خط پڑھیں تو اسے اپنے ہاتھ سے رکھنے سے پہلے فوراً میری طرف روانہ ہو جائیں۔

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا جواب

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اطاعتِ امیر کے ساری زندگی پابند رہے؛ لیکن اِس خط کو دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ شدید ضرورت ۔جس کے لیے مجھے مدینہ منورہ بلایا ہے۔صرف یہ ہے کہ وہ مجھے اِس طاعون زدہ علاقے سے نکالنا چاہتے ہیں؛ چنانچہ یہ خط پڑھ کر انھوں نے ساتھیوں سے فرمایا: میں امیر المؤمنین کی ضرورت سمجھ گیا، وہ ایک ایسے شخص کو باقی رکھنا چاہتے ہیں جو باقی رہنے والا نہیں۔

یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ جواب لکھا:

امیر المؤمنین! آپ نے مجھے جس ضرورت کے لیے بلایا ہے وہ مجھے معلوم ہے؛ لیکن میں مسلمانوں کے ایک لشکر کے درمیان ہوں جس کے لیے میں اپنے دل میں اعراض کا کوئی جذبہ نہیں پاتا؛ لہذا میں ان لوگوں کو چھوڑ کر اس وقت تک آنا نہیں چاہتا جب تک اللہ تعالیٰ میرے اور ان کے بارے میں اپنی تقدیر کا حتمی فیصلہ نہیں فرما دیتا؛ لہذا امیر المؤمنین! مجھے اپنے اس تاکیدی حکم سے معاف فرما دیجیے اور مجھے یہاں اپنے

لشکر ہی میں رہنے دیجیے۔

جواب پڑھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خط پڑھا تو آنکھوں میں آنسوں آ گئے، جو لوگ پاس بیٹھے تھے وہ جانتے تھے کہ شام سے خط آیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آب دیدہ دیکھ کر انھوں نے پوچھا: کیا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی؟۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ہوئی تو نہیں؛ لیکن ایسا لگتا ہے کہ ہونے والی ہے۔

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوسرا خط لکھا:

آپ نے لوگوں کو ایسی زمین میں رکھا ہوا ہے جو نشیب میں ہے، اب انھیں کسی بلند جگہ پر لے جایئے جس کی ہوا صاف ستھری ہو۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی وفات

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب یہ خط حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو پہنچا تو انھوں نے مجھے بلا کر کہا کہ: امیر المؤمنین کا یہ خط آیا ہے، اب ایسی جگہ تلاش کیجیے جہاں لے جا کر لشکر کو ٹھہرایا جا سکے۔

میں جگہ کی تلاش میں نکلنے کے لیے پہلے گھر پہنچا تو دیکھا کہ میری اہلیہ طاعون مبتلا ہو چکی ہیں، میں نے واپس آ کر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو بتایا۔

اس پر انھوں نے خود تلاش میں جانے کا ارادہ کیا اور اپنے اونٹ پر کجاوہ کسوایا، ابھی آپ نے اس کے رکاب میں پاؤں رکھا ہی تھا کہ آپ پر بھی طاعون کا حملہ ہو گیا اور اسی طاعون کے مرض میں آپ نے وفات پائی۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر

جب ہم حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر پہنچے تو بے اختیار رونا آیا، ایسا لگتا تھا کہ خدا کی رحمت کھلم کھلی برس رہی ہے، وہاں دیر تک کھڑے رہے، ایصالِ ثواب کیا، بہت پر سکون جگہ ہے، جی نہیں چاہتا تھا کہ وہاں سے ہٹیں؛ لیکن معلوم ہوا تھا کہ اندر دیہات میں ایک اور صحابی کا مزار ہے وہاں بھی جانا ہے، غروب کا وقت تھا؛ چنانچہ ہم جلدی جلدی چلے اور صحابیٔ رسول حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کے مزار پر پہنچے۔

حضرت ضرار بن اَزْوَر رضی اللہ عنہ کا تعارف

حضرت ضرار بن اَزوَر رضی اللہ عنہ ان مجاہد صحابۂ کرام میں سے ہیں جن کی شجاعت و بہادری کی داستانوں سے شام کی فتوحات کی تاریخ بھری پڑی ہے، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے خاص ساتھی، ان کے بارے میں مشہور یہ ہے کہ جنگ کے وقت نہ صرف یہ کہ وہ سینے پر زِرہ نہیں پہنتے تھے؛ بلکہ قمیص بھی اتار دیتے تھے اور کھلے بدن لڑا کرتے تھے۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی وفات کہاں ہوئی؟

ان کی وفات کہاں اور کس زمانے میں ہوئی، حافظ ابن حجرؒ نے اس بارے میں مختلف اقوال نقل کیے ہیں:

بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے۔

بعض سے پتہ چلتا ہے کہ جنگِ اجانید میں ان کی شہادت ہوئی۔

بعض کہتے ہیں کہ: وہ جنگِ یرموک میں شامل تھے اور اس کے بعد دمشق میں

ان کا انتقال ہوا۔(جہانِ دیدہ: ۲۰۳)

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ: یہ وہی صحابی ہیں جن کو حضور ﷺ نے اپنے اخیری زمانہ میں اپنے مقابل دعوۂ نبوت کرنے والے طلیحہ اسدی کی بیخ کنی کے لیے ایک لشکر لے کر روانہ فرمایا تھا جس کا مختصر واقعہ یہ ہے:

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ تحفظِ ختمِ نبوت کے محاذ پر

طلیحہ بن خویلد اسدی نامی ایک شخص۔ جو قبیلۂ بنو اسد کی طرف منسوب ہے، جو نواحِ خیبر میں واقع ہے۔نے حضور ﷺ کے زمانے ہی میں مرتد ہو کر ''سمیرا'' نامی ایک جگہ میں اقامت اختیار کی تھی اور وہیں دعوۂ نبوت کر کے مخلوقِ خدا کو گمراہ کرنے میں مصروف ہوا اور چوں کہ گناہ اور معصیت کے کاموں میں شیطان اور نفس کا بھی بڑا زور رہتا ہے بایں وجہ تھوڑے ہی عرصے میں ہزارہا لوگ اس کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے، اسی پر بس نہ کیا؛ بلکہ اس منحوس نے۔نعوذ باللّٰہ من ذٰلک۔اپنے ایک چیلے کو جس کا نام ''حیال'' یا ''حبال'' تھا ہادیٔ اعظم حضرت محمد ﷺ کے پاس اپنی نبوت کی دعوت لے کر مدینۂ منورہ روانہ کیا۔

حیال بارگاہِ نبوت میں پہنچا اور صورتِ حال بیان کر کے حضرت سید الاولین والاخرین علیہ الصلاۃ والتسلیم کو طلیحی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دی۔

حیال نے اپنے اثباتِ دعویٰ میں کہا کہ: طلیحہ کے پاس ذوالنون یعنی روح الامین آتا ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں نے محض ذوالنون کا نام کہیں سے سن لیا ہے۔

حیال اس کے جواب میں نہایت مغرورانہ لہجے میں کہنے لگا: واہ صاحب! کیا وہ شخص جھوٹا ہوسکتا ہے جس کو لاکھوں مخلوق اپنا ہادی اور نجات دِہندہ یقین کرتی ہے؟

آں حضرت ﷺ اس گستاخی پر ناخوش ہوئے اور فرمایا: خدا تمھیں ہلاک کرے اور تمھارا خاتمہ بخیر نہ ہو۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا، حیال حالتِ ارتداد ہی میں قتل ہوکر واصلِ جہنم ہوا اور دنیا سے نامراد گیا۔

حیال کی واپسی کے بعد آپ ﷺ نے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کو اپنے عُمّال اور قبائل کے پاس تحریکِ جہاد کی غرض سے روانہ فرمایا جو طلیحہ سے قریب واقع تھے۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے علی بن اسد سنان بن ابو سنان اور قبیلۂ قضاعہ اور قبیلۂ بنوقرطہ وغیرہ کے پاس پہنچ کر آں حضرت ﷺ کا پیغام سنایا۔

انھوں نے اس ارشاد پر لبیک کہا اور حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کے ماتحت مسلمانوں کی بڑی جمعیت کو جہاد کی غرض سے بھیج دیا، لشکرِ اسلامی ''واردات'' کے مقام پر خیمہ زن ہوا، ادھر کفار نے بھی لاؤ لشکر جمع کیا اور دونوں طرف سے صف آرائی شروع ہوئی، توحید و رسالت پر مر مٹنے والے شیر کی طرح دشمن پر جھپٹ پڑے اور جو سامنے آیا اس کو گاجر مولی کی طرح کاٹ گرایا، طلیحہ کے ماننے والوں نے مسلمانوں کے نرغے کو روکنے کی بہتیری کوشش کی؛ لیکن شجاعانِ اسلام کے سامنے کچھ کام نہ آئی اور سخت بدحواسی کے عالم میں بھاگ کھڑے ہوئے، لشکرِ اسلام مظفر و منصور واپس آیا؛ لیکن ضرار رضی اللہ عنہ ابھی تک مدینہ نہیں پہنچے تھے کہ فخرِ موجودات اس فانی دنیا کو چھوڑ کر ابدی راحت کے لیے رخصت ہو چکے تھے۔ (از ائمۂ تلبیس)

عربوں کی ایک اچھی عادت

یہاں ایک اچھی بات یہ جاننے ملی کہ: عربوں کی عادت ہے کہ ان کے علاقے میں کسی نبی یا صحابی کا مزار ہو تو انھیں کے نام سے اس بستی یا گاؤں کا نام رکھتے ہیں:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا جہاں مزار ہے اس کا نام ''قرية أبي عبيدة رضی اللہ عنہ'' ہے۔

حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کا جہاں مزار ہے اس بستی کا نام ''قرية ضرار'' ہے۔

بہر حال! ان زیارتوں سے فارغ ہوکر کافی رات کو ہم عمان شہر واپس لوٹے۔

یہ ہماری ایک دن کی کارگزاری مکمل ہوئی جس میں ہم نے تین زیارتیں کی: ① اصحابِ کہف ② حضرت یوشع کا مزار ③ عمواس میں مدفون دو مشہور صحابی: حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت ضرار بن ازورؓ کے مزار کی زیارت۔

ہمارے سفر کا دوسرا دن تیرھویں تاریخ یومِ جمعہ تھا، اور گائڈ صاحب کی ترتیب آج ہمیں موتہ لے جانے کی تھی۔

موتہ کا تعارف

''مُوْ تہ'' میم پر پیش اور واؤ کے سکون کے ساتھ ملکِ شام ہی میں عمان شہر سے کافی دور سعودی کی سرحد پر واقع ایک شہر کا نام ہے، موتہ مدینۂ منورہ سے بہت قریب ہے۔

موتہ کا نام سنتے ہی اس کی یادیں تازہ ہونے لگی، تاریخِ رسالت میں سب سے بڑی جنگ اسی سرزمین پر پیش آئی ہے، سن ہجری آٹھ (۸) میں وہاں غزوۂ موتہ پیش آیا تھا، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً تین (3000) کا لشکر بھیجا تھا۔

غزوۂ موتہ کا سبب

آں حضرت ﷺ نے ایک صحابی حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کو بُصریٰ (شام) کے بادشاہ کے پاس دعوتِ اسلام کے عنوان پر ایک قیمتی خط دے کر بھیجا تھا، ابھی وہ بصری پہنچے بھی نہ تھے کہ راستے میں شرحبیل بن عمرو غسانی نے انھیں گرفتار کر کے بصری کے حاکم کے پاس پیش کر دیا اور اس نے آپ کو قتل کر دیا، آں حضرت ﷺ کے ایلچیوں میں وہ تنہا ایلچی ہے جن کو اس طرح شہید کیا گیا۔

آں حضرت ﷺ کو اس غمناک حادثہ کی اطلاع ملی تو بہت صدمہ ہوا، اور ایلچی اور قاصد کا قتل اس دور میں بھی بین الاقوامی بڑا جرم سمجھا جاتا تھا؛ چنانچہ اس وقت کے مخالف حالات کے باوجود صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع فرما کر اس حادثے کی اطلاع دی اور اس وقت کی سپر پاور طاقت روم اور شام سے لڑنے کے لیے تین ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کا لشکر تیار فرمایا، جس کی سربراہی کے لیے اولاً اپنے لے پالک حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اور ان کے شہید ہو جانے کے بعد آپ کے چچا زاد بھائی حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اور ان کے شہید ہو جانے کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا نام منتخب فرمایا اور فرمایا کہ: اگر وہ بھی شہید ہو جائے تو مسلمان اپنے مشورے سے جس کو چاہے امیر منتخب کر لیں۔

اشارۂ شہادت

مؤرخین نے لکھا ہے کہ: خلافِ معمول آں حضرت ﷺ کا معرکہ کی امارت کے لیے یکے بعد دیگرے تین امیروں کو منتخب فرمانے میں اشارہ تھا کہ یہ تینوں حضرات اس معرکے میں شہادت سے سرفراز ہوں گے؛ چنانچہ ایسا ہی ہوا، تینوں صحابی اس جنگ

میں شہید ہوئے اور اس کے بعد مسلمانوں کی جماعت نے باتفاقِ رائے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا اور پھر انھیں کی امارت میں مسلمانوں کا وہ لشکر مظفر و منصور واپس لوٹا۔

غزوۂ موتہ کے تینوں امیروں کا مختصر تعارف

① حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

نام: زید۔ والد کا نام: حارثہ۔ والدہ کا نام: سعدی بنت ثعلبہ۔ کنیت: ابو اسامہ۔

لقب: حبِ رسول۔

یمن کے ایک نہایت معزز قبیلہ بنو قضاعہ سے ان کا تعلق تھا، والدہ کا نام سعدی بنت ثعلبہ جو قبیلہ ''بنوطی'' کی ایک شاخ ''بنومعن'' سے تعلق رکھتی تھی۔

ابتدائی حالات

حضرت زید رضی اللہ عنہ ابتدا میں زید بن محمد کے نام سے جانے پہچانے جاتے تھے، جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ: ان کی والدہ سعدیٰ بنت ثعلبہ ایک مرتبہ اپنے چھوٹے بچے زید کو لے کر اپنے میکے گئیں، ابھی وہ میکہ ہی میں تھی کہ: بنو قین کے سوار جو غارت گری سے واپس آرہے تھے اس نونہال کو خیمے کے سامنے سے اٹھا لائے اور غلام بنا کر عکاظ کے بازار میں بیچنے کے لیے پیش کیا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ دربارِ رسالت میں

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا نصیب اچھا تھا، اللہ تعالیٰ نے غلامی میں بھی سرداری مقدر

کی تھی، حضرت حکیم بن حزام۔ جو ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہوتے ہیں۔ نے چار سو (400) درہم میں خرید کر اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی نذر کر دیا، اور پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے وہ غلام سرورِ دو عالم ﷺ کی خدمت کے لیے پیش کر دیا؛ گویا اس طرح ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وساطت سے حضرت زید کو سرکار کی غلامی کا شرف نصیب ہو گیا، جس پر ہزاروں آزادیاں اور تمام دنیا کی شہنشاہیاں قربان ہیں، پھر کیا تھا حضرت زید حضور ﷺ کی غلامی میں مزے کی زندگی بسر کرنے لگے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ اسلام کے سایہ میں

یہاں تک کہ: جب آں حضرت ﷺ کو تاجِ نبوت سے سرفراز فرمایا گیا تو غلاموں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے یہی قرار پائے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی ایک نرالی شادی

ویسے تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے مختلف شادیاں کی؛ مگر ان کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ خود حضور ﷺ نے اپنی باندی حضرت امِ ایمن رضی اللہ عنہا سے شادی کروائی اور انھیں کے بطن سے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے ہیں، جو اپنے والد کے انتقال کے بعد ''حبِ رسول'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کے والد کی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضری

جیسا کہ پہلے بتلایا جا چکا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ بچپن سے غائب تھے اور ان کے والدین اور دیگر رشتے داران کی تلاش ہی میں تھے، جب ان کے والد کو پتہ چلا تو اپنے

بھائی کعب بن شرحبیل کو ہمراہ لے کر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت سرورِ کائنات ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر لجاجت کے ساتھ عرض کیا:

اے ابن عبداللہ! اے ابن عبدالمطلب! اے قوم کے رئیس زادہ! تم اہلِ حرم اور اس کے مجاور ہو، مصیبت زدوں کی دست گیری کرتے ہو، قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہو، غلاموں کو آزاد کرتے ہو، ہم تمھارے پاس اس غرض سے آئے ہیں کہ ہمارے لڑکے کو آزاد کر کے ہم کو رہینِ منت بنا دو، ان کو آزاد کرنے کے لیے جس قدر چاہو مال لے لو، ہم قرار سے بھی زیادہ معاوضہ دینے تیار ہیں۔

ارشاد ہوا: وہ کون ہے؟ وہ بولے: زید بن حارثہ۔

آں حضرت ﷺ نے جب یہ نام سنا تو ایک لمحہ تفکر کے بعد فرمایا: کیا اس کے سوا تمھاری اور کوئی حاجت نہیں؟ جواب دیا: نہیں۔

آپ ﷺ کا حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اختیار دینا

فرمایا: بہتر ہے، میں زید کو بلا کر اختیار دوں گا، اگر وہ تمھیں پسند کرے تو وہ تمھارا ہے اور اگر مجھے ترجیح دے تو خدا کی قسم! میں ایسا نہیں ہوں کہ اپنے ترجیح دینے والوں پر کسی کو ترجیح دوں۔

حارثہ اور کعب نے اس شرط پر شکریہ کے ساتھ رضامندی ظاہر کی، چنانچہ حضرت زید بلائے گئے۔

آں حضرت ﷺ نے ان سے پوچھا: کیا تم ان دونوں کو پہچانتے ہو؟

عرض کیا کہ: ہاں! یہ میرے باپ اور چچا ہیں۔

آپ ﷺ نے ان کے ہاتھ میں قرعۂ انتخاب دے کر فرمایا کہ: میں کون ہوں اس سے تم واقف ہو، میری ہم نشینی کا حال بھی تم کو معلوم ہے، اب تمھیں اختیار ہے، چاہے مجھے پسند کرو یا ان دونوں کو۔

اس غلامی پر سینکڑوں آزادیاں قربان

حضرت زید رضی اللہ عنہ کو شہنشاہِ کونین ﷺ کی غلامی میں جو لطف ملا تھا اس پر صدہا آزادیاں قربان تھیں۔

بولے: میں ایسا نہیں ہوں جو حضور ﷺ پر کسی کو ترجیح دوں، آپ ﷺ ہی میرے ماں باپ ہیں۔

ایک طرف سالوں سے بچھڑا ہوا باپ ہے اور دوسری طرف حضور ﷺ کی ذاتِ بابرکات، نیز ایک طرف بیٹے کی باپ سے محبت یہ ایک فطری تقاضہ ہے تو دوسری طرف حضور ﷺ کی محبت یہ ایک شرعی تقاضا۔

صرف دعوۂ محبت کافی نہیں

حضرت زید نے حضور ﷺ کی صحبت میں رہ کر اسی گُر کو سیکھا تھا کہ فطری اور شرعی محبت کے تقابل اور مقابلے کے وقت ترجیح شرعی محبت ہی کو ہوگی۔

آج امت نے اسی گر کو کھو دیا اور فقط دعوۂ محبت ہی میں پھنس کر رہ گئی، ضرورت ہے اس بات کی حضور ﷺ کی محبت کو شرعی محبت سمجھا جائے اور اس طرح کے مقابلے کے وقت شرعی محبت کو اپنایا جائے اور رسمی محبت کو ترک کیا جائے۔

خیر! حضرت زید نے اپنے والد اور چچا کو کہہ دیا کہ: میں حضور کو چھوڑ آپ کے

پاس نہیں آ سکتا، میں حضور کے مقابلے میں آپ کو ترجیح نہیں دے سکتا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کے والد کی حیرت

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی اس مخلصانہ و فاشعاری نے ان کے باپ اور چچا کو محوِ حیرت کر دیا، تعجب سے بولے: زید! افسوس تم تو آزادی یعنی باپ اور چچا پر غلامی کو ترجیح دیتے ہو۔

فرمایا: ہاں! مجھے اس ذات پاک میں وہ محاسن نظر آئے ہیں، میں اس پر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔

آزادی کا پروانہ اور زید ابن محمد بننے کی سعادت

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی اس غیر متزلزل محبت نے آقا کے دل میں چھپی محبت کی چنگاری کو بھڑکا دیا، چنانچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خانۂ کعبہ میں حجرِ اسود کے پاس لے جا کر اعلان فرما دیا کہ: آج سے زید میرا فرزند ہے، میں اس کا وارث ہوں گا اور وہ میرا وارث ہوگا۔

اس اعلان کے بعد ان کے باپ کا افسردہ دل گلِ شگفتہ کی طرح کھل گیا، اگرچہ والد کو بیٹے کی مفارقت گوارا نہ تھی؛ تاہم اپنے لختِ جگر کو ایک شفیق ومعزز باپ کے آغوشِ شفقت میں دیکھ کر اطمینان ہو گیا اور امتنان ومسرت کے ساتھ واپس گئے۔

پھر تو حضرت زید ''ابن حارثہ'' کے بجائے ''ابن محمد'' سے پکارے جانے لگے اور اسی نام سے تمام لوگوں میں مشہور ہو گئے، یہاں تک کہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی:

وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَ كُمْ اَبْنَآءَ كُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ

يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝٤ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝٥ (الأحزاب)

ترجمہ: اور تمھارے منہ بولے بیٹوں (لے پالک) کو (حقیقی، سچا) بیٹے نہیں بنایا، یہ تو تمھاری بات ہی بات ہے جو تم منہ سے کہتے ہو اور اللہ تو سچی بات کہتے ہیں اور وہی سیدھا راستہ بتلاتے ہیں ﴿۴﴾ تم ان کو ان کے (حقیقی) باپوں کے نام سے پکارا کرو، یہی طریقہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پورے انصاف کا ہے، پھر اگر تم کو ان کے (اصلی) باپ معلوم نہیں ہے تو وہ تمھارے دینی بھائی اور تمھارے دوست ہیں اور تم سے جو بھول چوک ہو جائے اس کی وجہ سے تم پر کوئی گناہ نہیں ہوگا؛ لیکن جو کام تم اپنے دلوں سے جان بوجھ کر کروگے (اس میں گناہ ہے) اور اللہ تعالیٰ تو بہت زیادہ معاف کرنے والے، سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں ﴿۵﴾

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝٤٠ (الأحزاب)

ترجمہ: محمد (ﷺ) تمھارے مردوں میں سے کسی کے (نسبی) باپ نہیں ہیں؛ لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور نبیوں میں سب سے آخری نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اچھی طرح جانتے ہیں ﴿۴۰﴾

اس میں بتلایا گیا کہ: منہ بولے بیٹے حقیقی بیٹوں کے مانند نہیں ہے اور ان کی نسبت حقیقی باپ سے قطع کر کے غیرِ حقیقی باپ کی طرف کرنا یہ ناانصافی ہے، چنانچہ ابن

محمد والی نسبت شریعت کے حکم کی بنیاد پر بادل ناخواستہ چھوڑنی پڑی۔

صرف ایک صحابی حضرت زید رضی اللہ عنہ کا نام صراحتاً قرآن میں

مفسرین نے لکھا ہے کہ: جب نبیٔ کریم ﷺ کی طرف باپ والی نسبت جو مشہور تھی اس کو قانونِ الٰہی کی وجہ سے بدلنا پڑا تو آپ کی تسلی کا سامان قرآن میں آپ کے ذکرِ خیر کے ذریعہ سے کیا گیا: ﴿فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا﴾

ترجمہ: پھر جب زید نے اس (عورت) سے (اپنی) حاجت پوری کر لی۔

قرآنِ مجید میں صحابہ میں سے صراحتاً آپ ہی کا نام مذکور ہے۔

نوٹ: حضرت زینب کے ساتھ نکاح کا تفصیلی واقعہ خطباتِ محمود جلد (۸) میں ملاحظہ فرمائیں۔

گویا حضرت زید رضی اللہ عنہ کو باپ، خاندان کے چھوڑنے پر حضور ﷺ کی طرف سے بطورِ انعام گھر کا ایک فرد ہونے کا شرف حاصل ہوا تھا؛ مگر اب شرعی حکم کی بنیاد پر اس کو بھی بلا چون و چرا چھوڑ دیا؛ یعنی اللہ تعالیٰ کے منشا و مرضی پر اپنی مرضی کو قربان کر دیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں یہ شرف حاصل ہوا کہ رہتی دنیا تک ان کا نام بطورِ تلاوت پڑھا جائے گا، اور جس طرح قرآنِ مجید کے دیگر حروف کی تلاوت پر دس دس نیکیوں کا وعدہ ہے اس نام کے پڑھنے پر بھی اللہ تعالیٰ وہ اپنا فضل فرمائیں گے، اور آخرت کا انعام تو الگ رہا۔

دوسرے امیر لشکر: حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا تعارف

نام: جعفر۔ والد کا نام: عبد المناف (ابو طالب)۔ والدہ کا نام: فاطمہ۔ کنیت:

ابوعبداللہ۔ لقب: ابوالمساکین، طیار۔

شجرۂ نسب یہ ہے: جعفر بن ابي طالب بن عبدالمطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصی القرشي الهاشمي۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی تھے جو عمر میں ان سے دس سال بڑے تھے، شکل وشباہت میں حضور ﷺ کے مشابہ تھے، ایک مرتبہ آپ ﷺ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: أَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي۔

ترجمہ: تم صورت اور اخلاق میں میرے مشابہ ہو۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ غریبوں کی بہت خدمت اور امداد کرتے تھے، اسی وجہ ابوالمساکین کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: رسول اللہ ﷺ کے بعد جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے افضل ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کا شمار بھی ان خوش نصیب صحابہ میں ہوتا ہے جنھوں نے دین کی حفاظت کی خاطر دو مرتبہ ہجرت فرمائی: ایک مرتبہ ملکِ حبشہ کی طرف اور دوسری مرتبہ حضور ﷺ کے مدینۂ منورہ ہجرت فرما جانے کے بعد سن ہجری سات (۷) میں غزوۂ خیبر کے موقع پر ملکِ حبشہ سے مدینہ منورہ کی طرف۔

جب وہ مدینۂ منورہ پہنچے اس دن خیبر فتح ہو گیا تھا، جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سامنے آئے تو آں حضرت ﷺ نے ان کو گلے سے لگایا اور پیشانی چوم کر فرمایا کہ: ”میں نہیں جانتا کہ مجھ کو جعفر کے آنے سے زیادہ خوشی ہوئی یا خیبر کی فتح سے“۔

نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی جان دار تقریر

مکہ کے کفار کے کہنے پر نجاشی نے جب مسلمانوں کو اپنے دربار میں بلایا تو نجاشی نے پوچھا کہ: تمھارا دین کونسا ہے جس کے باعث تم نے اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ دیا اور وہ جدید مذہب جو ہم سب لوگوں کے لیے نرالا ہے وہ کیا ہے؟

اس کے جواب کے لیے حضرت جعفرِ طیار رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور نجاشی شاہِ حبشہ کے سامنے ایک شان دار تقریر کی۔

اسلام کا عمدہ تعارف

فرمایا: شاہا! ہم جاہل قوم تھے، بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، فواحش میں مبتلا تھے، قطع رحمی کرتے تھے، پڑوسیوں کے ساتھ بُرا برتاؤ رکھتے تھے، ہمارا طاقتور کمزوروں پر ظلم کرتا تھا۔

ہماری اس حالت میں خدا نے ایک ایسے پیغمبر کو مبعوث کیا جس کے صدق، عفاف، امانت و دیانت، حسب ونسب کو ہم پہلے سے جانتے تھے، اس نے ہم کو خدائے واحد کی طرف بلایا کہ ہم صرف اسی کی پرستش کریں اور اپنے آبا کے مانند بتوں کی پرستش چھوڑ دیں۔

اس نے ہم کو سچ بولنے، امانت ادا کرنے، صلہ رحمی کرنے، پڑسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنے، حرام باتوں اور خون ریزی سے دور رہنے کا حکم دیا اور فواحش سے، جھوٹ بولنے سے، یتیم کا مال کھانے سے، پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے سے منع کیا اور خدائے واحد کی تنہا عبادت کا حکم دیا کہ اس میں کسی کو شریک نہ کریں

اور صوم وصلوۃ اور زکوۃ کا حکم دیا۔

ہم نے اس کو مانا اور اس پر ایمان لائے، اب جبکہ ہم نے شرک چھوڑ کر خدا پرستی اختیار کی اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانا اس پر ہماری قوم دشمن ہوگئی اور ہم کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچانے لگی؛ تا کہ ہم ایک خدا کی عبادت چھوڑ کر پھر سے بت پرستی شروع کردیں۔

نجاشی نے کہا: خدا کا کلام تم کو کچھ یاد ہے؟

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں!

نجاشی نے سننے کی خواہش ظاہر کی۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم کا وہی ابتدائی حصہ پڑھ کر سنایا جو رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ وقتِ رخصت عنایت فرمایا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں وہ تاثیر رکھی ہے کہ بڑے بڑے دشمنوں نے بھی جب اس کو سنا تو وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔

چنانچہ نجاشی اور اس کے درباری بھی اس قدر متاثر ہوئے کہ روتے روتے ڈاڑھیاں تر ہوگئیں اور کہا کہ: یہ اور عیسیٰ علیہ السلام کا لایا ہوا مذہب ایک ہی چراغ کے دو پرتو ہیں اور عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ سے کہا کہ: تم چلے جاؤ، یہ لوگ تمھارے حوالے کسی طرح نہیں کیے جاسکتے۔

تیسرے امیر لشکر: حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ

نام: عبداللہ۔ والد: رواحہ۔ والدہ: کبشہ بنت واقد بن عمرو۔ کنیت: ابومحمد۔

لقب: شاعرِ رسول۔ **خاندان:** حارث بن خزرج۔

سلسلۂ نسب: عبد اللّٰہ بن رواحہ بن ثعلبہ بن عمرو بن امرأالقیس الاکبر۔

اخلاق و عادات

نہایت عابد وزاہد تھے، خود آں حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ: عبد اللہ بن رواحہ انہیں مجلسوں کو پسند کرتے ہیں جن پر فرشتے فخر کرتے ہیں۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: کوئی دن ایسا نہیں ہوتا جس میں میں ابن رواحہ کو یاد نہ کرتا ہوں اور وہ مجھ سے ملتے تو کہتے کہ: آؤ تھوڑی دیر کے لیے مسلمان بن جاویں، پھر بیٹھ کر ذکر کرتے اور کہتے کہ: یہ ایمان کی مجلس تھی۔

ان کی بیوی کا بیان ہے کہ: جب گھر سے نکلتے تو دو رکعت نماز پڑھتے اور واپس آتے اس وقت بھی ایسا ہی کرتے، اس میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔

ایک سفر میں اتنی شدید گرمی تھی کہ آفتاب کی تمازت کی وجہ سے لوگ سروں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے؛ لیکن ایسی حالت میں بھی حضور ﷺ اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ روزہ دار تھے۔

جہاد کا بہت زیادہ شوق تھا، بدر سے لے کر موتہ تک ایک غزوہ بھی ترک نہ ہوا، اسماء الرجال کے مصنفین اس شوق و ذوق کا ان الفاظ میں تذکرہ کرتے ہیں؛ یعنی حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ غزوے میں سب سے پہلے جاتے اور سب سے پیچھے واپس ہوتے تھے۔

فضل و کمال

کتابت اور شعر گوئی میں کمال حاصل تھا، دربارِ رسالت کے کاتبوں اور

شاعروں میں ان کا شمار ہوتا ہے، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں کہ: دربارِ نبوی ﷺ کے شعراء: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ تو حسب ونسب پر چوٹ کرتے تھے اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا کام کافروں کو لڑائی سے ڈرانا تھا، رہ گئے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تو وہ کفاروں کو کفر پر عار اور غیرت دلاتے تھے۔

ان کی شاعری کا واقعہ

ان کی شعر گوئی سے متعلق کتابوں میں ایک عجیب قصہ لکھا ہے: ایک مرتبہ ان کی بیوی کو ان کے متعلق کچھ بدگمانی سی ہوگئی، ہوا یہ کہ وہ ایک مرتبہ اپنی لونڈی سے ہم بستر تھے، بیوی نے کچھ اور ہی سمجھ لیا اور غصہ میں آگئی، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان کی سمجھی ہوئی بات کو جھٹلا دیا، اس پر ان کی بیوی نے کہا: اگر تم پاک ہو تو قرآن پڑھو۔

اس وقت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو عجیب چال سوجھی اور بر وقت چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کا وعدہ سچا ہے اور کافروں کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور عرش پانی کے اوپر تھا اور عرش پر جہاں کا پروردگار اور اس عرش کو خدا کے مضبوط فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں۔

بیوی چوں کہ قرآن پڑھی ہوئی نہیں تھی، سمجھیں کہ آیتیں پڑھ رہے ہیں، بولیں: خدا سچا ہے اور میری نظر نے غلطی کی، میں نے ناحق تہمت لگائی۔

جامعِ موتہ میں جمعہ کی نماز کی سعادت

بہر حال! ہم سویرے سویرے عمان سے روانہ ہوئے اور لگاتار چلتے رہے؛ مگر اس کے باوجود ہماری گاڑی منزل پر اس وقت پہنچی جب کہ سورج ڈھل چکا تھا اور جمعہ کے دن کی وجہ سے گویا نمازِ جمعہ نے ہم کو پالیا تھا؛ چنانچہ اولاً ہم نے موتہ کی وسیع و عریض جامع مسجد میں نمازِ جمعہ ادا کی جس میں بہت اونچا منبر ہے، اور طویل خطبہ ہوا، نمازِ جمعہ کی ادئیگی کے بعد سیدھے ہم غزوۂ موتہ کے تینوں امیرِ لشکر صحابہ رضی اللہ عنہم کے مزارات پر پہنچے۔

حضرت جعفر، حضرت عبداللہ بن رواحہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہم کے مزارات پر دلوں کی عجیب کیفیت

سب سے پہلے ہم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت کی، موتہ کی جامع مسجد کے پڑوس میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کا مزار ہے۔

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے جہانِ دیدہ میں لکھا ہے کہ: غزوۂ موتہ کے میدان اور تینوں بزرگوں کے مزارات پر حاضری اور اس کے نتیجے میں حاصل ہونے والی سکینت وطمانینت آج کے دن کا وہ عظیم سرمایہ تھی جو زندگی بھر یاد رہے گی۔

میں نے یہ جملہ پڑھ رکھا تھا؛ لیکن تجربات کی دنیا میں اس کا مطلب یہیں آکر سمجھ میں آیا، دل کی کیفیت عجیب ہوتی جارہی تھی، سارے ساتھیوں کی آنکھوں سے

برابر آنسو بہہ رہے تھے،ایک ساتھی نے دوسرے سے کہا کہ:مفتی صاحب سے کہو کہ:دعا کرائیں۔

ہم نے ہاتھ اٹھائے،تقریباً آدھے گھنٹے تک ساتھیوں نے چیخیں مار مار کر دعا کی کہ:یااللہ!یہ تیرے محبوب نبی کے چچازاد بھائی ہیں،تیرے دین کی خاطر اپنے وطن سے اتنی دور آکر سو گئے،شہید ہو گئے،اے اللہ!تو ان کی قربانیوں کو قبول فرما اور انہی کے نقش قدم پر ہمیں بھی مرتے دم تک دین کی مقبول خدمات کے لیے چن لے۔

ایک نعمت غیر مترقبہ:اسلامی وضع قطع کی برکات

اللہ کی شان دیکھو!ہم باہر نکلے تو مسجد میں ہمیں دیکھ کر بہت سے عرب حضرات آئے اور بات کرنا چاہا،ساتھیوں نے میری طرف اشارہ کر دیا کہ:ان سے بات کرو؛چوں کہ عربی زبان کا معاملہ تھا۔

وہ میرے پاس آکر کہنے لگے:آپ کون ہیں؟کہاں سے آئے ہیں؟

میں نے بتایا کہ:بھارت سے آئے ہیں،قرآنی مقامات اور حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مزارات کی زیارت کے لیے آئے ہیں۔

وہ کہنے لگے کہ:ہمارے گھر چلو اور کھانا کھالو،آپ کی دعوت ہے۔

میں نے ان سے کہا کہ:کیسے؟ہم سولہ(۱۶)اور دو(۲)ہمارے ڈرائیور، اس طرح اٹھارہ(۱۸)ساتھی ہیں۔

وہ کہنے لگے:کوئی بات نہیں،سب کی دعوت ہے،واللہ!مافی مشکلة۔

بہت اصرار کیا؛مگر چوں کہ ہمارے کھانے کا نظام آگے طے تھا اور دُبئی کے

ہمارے ایک دوست حافظ نعیم صاحب ویراولی وہیں ملنے والے تھے، جو مستقل اس سفر میں رفاقت کے لیے دُبئی سے عمان پہنچے تھے؛ اس لیے معذرت ہی کرنی پڑی۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے مزار سے فارغ ہوکر آگے بڑھے تو ایک چھوٹی سی پہاڑی پر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا مزار ہے، اس کی زیارت کی۔

وہاں سے کچھ ہی قدم کے فاصلے پر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا مزار ہے، وہاں بھی حاضری ہوئی۔

مدین کے قریب

ہمیں بتلایا گیا کہ: تقریباً پچیس (۲۵) کلومٹر کے فاصلے پر مدین کا علاقہ ہے، مدین سے بھی ہماری بہت ساری یادیں وابستہ ہیں، وادئ مدین کا ذکر قرآن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں ہے:

① وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾ (القصص)

ترجمہ: اور جب ان (موسیٰ علیہ السلام) نے مدین کی جانب رخ کیا تو (دعا میں) کہا: امید ہے کہ میرے رب مجھے سیدھے راستے پر لے جاویں گے ﴿۲۲﴾

② وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ.

ترجمہ: اور جب وہ (موسیٰ علیہ السلام) مدین کے کنویں پر پہنچے تو لوگوں کے ایک مجمع کو دیکھا کہ (کنویں سے پانی کھینچ کر اپنے جانوروں) کو پانی پلارہے ہیں۔

مدین اور وادئ مدین میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زندگی کے دس (۱۰) سال

گذارے ہیں۔

اس لیے میں نے گائڈ سے کہا کہ: ہم تو ہر حال میں مدین جائیں گے، ہمیں وہ جنگل دیکھنا ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام بکریاں چراتے تھے اور وہ کنواں دیکھنا ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے، اور ایک تحقیق یہ ہے کہ ''مدین'' کا علاقہ اس وقت سعودیہ کا جورڈن کی طرف کا سرحدی علاقہ اور موتہ کے مابین واقع ہے۔

گائڈ نے کہا: شیخ! ابھی تو ہم کو موتہ کا میدانِ جنگ دیکھنا بھی باقی ہے۔

موتہ کا میدانِ جنگ اور قاصدِ رسول حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کا مزار

مزارات کی زیارت کے بعد ہم گاڑی سے واپس ہوئے اور پھر موتہ پہنچ کر جس جگہ غزوۂ موتہ پیش آیا تھا اس میدان کا مشاہدہ کیا، میدان کے درمیان میں حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کا مزار ہے۔ جو رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پہنچانے آئے تھے اور شہید کر دیے گئے تھے۔

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی دامت برکاتہم نے اپنی کتاب ''انبیا کی سرزمین میں چند روز'' میں لکھا ہے کہ: وہاں کے لوگوں نے بتایا کہ جب تک یہاں پکی سڑکیں اور آبادی کی کثرت نہیں تھی اور بجلی بھی نہیں آئی تھی اس وقت تک جب ہم جمعہ کے دن صبح کو فجر کی نماز کے لیے جاتے تھے تو یہاں تلواروں کی جھنکار اور گھوڑوں کے ٹاپوں اور ہنہنانے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں، جیسے جنگ ہو رہی ہو؛ لیکن جب سے آبادی بڑھی اور عمارتیں پکی بن گئیں تو وہ آوازیں آنا بند ہو گئیں۔

بہر حال! ہم وہاں کافی دیر بیٹھے، ذکر، دعا، اور تسبیحات میں مشغول رہے، عجیب پرسکون جگہ ہے، بڑے بڑے پتھر وہاں ہیں، جمعہ کے بعد کا وقت تھا، دھوپ تھی پھر بھی منظر اچھا معلوم ہو رہا تھا، چاروں طرف دور دور نظر دوڑ رہی تھی اور موتہ کی یادوں میں ذہن گشت کر رہا تھا۔

بحرِ میت

دوپہر کے کھانے کا نظم گائڈ نے بحرِ میت پر کر رکھا تھا اور بحرِ میت وہاں سے کافی فاصلہ پر تھا، وقت بھی کافی ہو چکا تھا، گائڈ کو بھی جلدی تھی، اس نے کہا کہ: آپ حضرات کا کھانا ''بحرِ میت'' پر ہے۔

میں نے کہا: بحرِ میت کوئی کھانا کھانے کی جگہ ہے؟

انھوں نے کہا: نہیں! کھانا تو وہیں ہوگا۔ گویا ہم نے بتادیا کہ: بحرِ میت جا کر کھانا کھانا ہم کو پسند نہیں ہے، وہ عذاب کا مقام ہے۔

بحرِ میت کا تعارف

بحرِ میت (Dead sea) یہ ایک چھوٹا سا سمندر ہے، جو اپنی تاریخی اور جغرافیائی خصوصیت کے لحاظ سے دنیا بھر میں مشہور ہے، یہ سمندر کل پچاس (50) میل لمبا اور گیارہ (11) میل چوڑا ہے، اس کی سطح کا کل رقبہ تقریباً تین سو اکیاون (351) مربع میل ہے، زیادہ سے زیادہ گہرائی تیرہ سو (1300) فٹ ہے۔

۱۹۶۷ء سے پہلے اس کا نصف شمالی حصہ مکمل طور پر اردن میں تھا اور باقی نصف حصہ اردن اور اسرائیل کے درمیان بٹا ہوا تھا، ۱۹۶۷ء کی جنگ کے بعد اسرائیلی

فوجیں پورے مغربی ساحل پر قابض ہوگئی ہیں۔

یہ دنیا کا واحد سمندر ہے جو کسی دوسرے سمندر سے جڑا ہوا نہیں ہے، اس کے طول وعرض کے لحاظ سے اس کو جھیل کہنا زیادہ موزون ہے؛ لیکن چوں کہ اس کا پانی خالص سمندری پانی ہے؛ بلکہ اس کے پانی کی کڑواہٹ، تلخی اور شوریدہ پن عام سمندروں کے مقابلے میں کم از کم دس گنا زیادہ ہے، اسی وجہ سے اس کو ''بحر'' یا ''بحیرہ'' ہی کہا جاتا ہے۔

مزید اس کا پانی اتنا گاڑھا ہے جیسے شہد یا شکر کا شیرہ، اسی وجہ سے کوئی بھی آدمی اس پانی میں ڈوبتا نہیں، پانی وزن دار اور انسان کا وزن اندر جانے کے بعد کم ہو جاتا ہے۔

یہ دنیا کا سب سے نچلی سطحِ زمین والا حصہ ہے، اس طرح کہ یہ عام سطحِ سمندر سے تیرہ سو فٹ نیچے ہے، یہاں سے قریب ترین سمندر بحرِ متوسط (یا بحرِ روم) ہے؛ لیکن بحرِ میت اس کی سطح سے تیرہ سو فٹ نیچے واقع ہے اور اس طرح یہ کرۂ زمین کا سب سے نچلا حصہ ہے، اردن کا دریا اسی سمندر (بحرِ میت) میں آکر گرتا ہے اور آس پاس کی پہاڑی ندیاں بھی اسی میں آکر شامل ہوتی ہیں، مگر اس کا پانی کسی دوسرے سمندر یا ندیوں کو نہیں ملتا۔

جدید محققین کی رائے

بہت سے جدید محققین کا کہنا ہے کہ: یہ وہی جگہ ہے جس پر حضرت لوط علیہ السلام کی قوم آباد تھی؛ بلکہ مصری محقق عبد الوہاب النجار نے اس سمندر کے وجود میں آنے کا سبب

ہی حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر آنے والا عذاب قرار دیا ہے، جس کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔

سدوم

اُردن کی وہ جانب جہاں آج بحرِ میت یا بحرِ لوط واقع ہے، یہی وہ جگہ ہے جس میں سدوم اور عامورا کی بستیاں آباد تھیں، اس کے قریب بسنے والوں کا یہ اعتقاد ہے کہ پہلے یہ تمام حصہ جو اب سمندر نظر آتا ہے کسی زمانے میں خشک زمین تھی اور اس پر شہر آباد تھے، سدوم و عامورہ کی آبادیاں اسی مقام پر تھیں، یہ مقام شروع سے سمندر نہیں تھا؛ بلکہ جب قومِ لوط پر عذاب آیا اور اس سرزمین کا تختہ الٹ دیا گیا اور سخت زلزلے اور بھونچال آئے تب یہ زمین تقریباً چار سو میٹر سمندر سے نیچے چلی گئی اور پانی ابھر آیا؛ اسی لیے اس کا نام بحرِ میت اور بحرِ لوط ہے (بستانی ص: ۷۵۳، ج: ۹)

یہ صحیح ہو یا غلط بہر حال! یہ مسئلہ حقیقت رکھتا ہے کہ اسی بحرِ میت کے ساحل پر وہ حادثہ رونما ہوا جس میں قومِ لوط کی بستیوں کو ختم کر دیا گیا۔

حضرت لوط علیہ السلام

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہیں، ان کے والد کا نام ''ہاران'' تھا، حضرت لوط علیہ السلام کا بچپن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیرِ سایہ گزرا اور ان کی نشو نما حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہی آغوشِ تربیت میں ہوئی؛ اسی لیے وہ اور حضرت سارہ ''ملتِ ابراہیمی'' کے پہلے مسلم اور السابقون الاولون میں داخل ہیں، ارشادِ خداوندی ہے:

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۶﴾

ترجمہ: پھر لوط ان (ابراہیم علیہ السلام) پر ایمان لائے اور انھوں نے کہا کہ: میں ہجرت کر کے میرے رب کی (بتائی ہوئی جگہ کی) طرف جا رہا ہوں، یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ) بڑے زبردست ہیں، بڑے حکمت کے مالک ہیں ﴿۲۶﴾ (العنکبوت)

حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی بیوی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرتوں میں ہمیشہ ساتھ رہے ہیں اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام مصر میں تھے تو اس وقت بھی یہ ہم سفر تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت لوط علیہ السلام سے مشورہ کیا اور دونوں کی صلاح سے یہ طے پایا کہ حضرت لوط علیہ السلام ہجرت کر کے شرقِ اردن کے علاقہ ''سدوم'' اور ''عامورہ'' چلے جائیں اور وہاں رہ کر دینِ حنیف کی تبلیغ کرتے رہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رسالت کا پیغام سناتے رہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر واپس فلسطین چلے جائیں اور وہاں رہ کر اسلام کی تعلیم و تبلیغ کو سر بلند کریں۔

اللہ کے عذاب کو دعوت دینے والی قومِ لوط کی کچھ بڑی برائیاں جن کو پڑھ کر ہم ان سے بچیں

حضرت لوط علیہ السلام نے جب سدوم میں آکر قیام کیا تو دیکھا کہ یہاں کے باشندے فواحش اور معصیتوں میں اس قدر مبتلا ہیں کہ الامان والحفیظ! دنیا کی کوئی برائی ایسی نہیں تھی جو ان میں موجود نہ ہو اور کوئی خوبی ایسی نہیں تھی جو ان میں پائی جاتی ہو، دنیا کی سرکش، متمرد اور بداخلاق و بداطوار اقوام کے دوسرے عیوب و فواحش کے علاوہ یہ قوم ایک خبیث عمل کی موجد تھی؛ یعنی اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے عورتوں کے بجائے امرد لڑکوں سے اختلاط رکھتے تھے، دنیا کی قوموں میں اس عمل کا اس

وقت تک بالکل کوئی رواج نہ تھا، یہی بد بخت قوم ہے جس نے اس ناپاک عمل کی ایجاد کی، اس عمل کو اردو زبان میں ''لواطت'' کہا جاتا ہے۔

اِس سے بھی زیادہ شرارت اور خباثت اور بے حیائی یہ تھی کہ وہ اپنی اس بدکرداری کو عیب نہیں سمجھتے تھے اور علی الاعلان فخر ومباہات کے ساتھ اس کو کرتے رہتے تھے، قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۡ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اَىِٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ۭ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ (العنکبوت)

ترجمہ: اور (ہم نے) لوط (علیہ السلام) کو (نبی بنا کر بھیجا) جب ان (لوط علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا کہ: حقیقت میں تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو جو تم سے پہلے تمام دنیا والوں میں کسی نے نہیں کیا ﴿۲۸﴾ کیا تم مردوں کے پاس (خواہش پوری کرنے) جاتے ہو اور راستے میں ڈاکہ ڈالتے ہو اور تم تمھاری (بھری) مجلس میں برے کام کرتے ہو، سو ان (لوط علیہ السلام) کی قوم کا (آخری) جواب یہی تھا ''اگر تو سچوں میں سے ہے تو ہم پر اللہ کا عذاب لے آ'' ﴿۲۹﴾

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَىِٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَاۗءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾ (النمل)

ترجمہ: اور (ہم نے) لوط (علیہ السلام) کو (پیغمبر بنا کر بھیجا) تب انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ: کیا تم کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی بے حیائی کے کام کرتے ہو؟ ﴿۵۴﴾ کیا تم لوگ اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں پر (للچا کر) جاتے ہو؛ بلکہ (حقیقت یہ ہے) تم لوگ جاہل ہی ہو ﴿۵۵﴾ سو ان (لوط علیہ السلام) کی قوم کے پاس اس کے سوا کوئی جواب نہیں تھا کہ وہ آپس میں یوں کہنے لگے: لوط کے (اور پر ایمان والے) لوگوں کو تم اپنی بستی سے نکال دو؛ کیوں کہ وہ بڑے پاک (صاف ستھرے) رہنا چاہتے ہیں ﴿۵۶﴾

مال لوٹنے کی عجیب چال بازی

عبدالوہاب نجار لکھتے ہیں کہ: میں نے عبرانی ادب کی ایک کتاب میں ان کی بعض بداعمالیوں کا حال پڑھا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اہلِ سدوم کی یہ بھی عادت تھی کہ وہ باہر سے آنے والے تاجروں اور سوداگروں کے مال کو ایک نئے اور اچھوتے انداز سے لوٹ لیا کرتے تھے، چنانچہ ان کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی سوداگر باہر سے آ کر سدوم میں مقیم ہوتا تو اس کے مال کو دیکھنے کے بہانے سے ہر شخص تھوڑی تھوڑی چیزیں اٹھاتا اور لے کر چل دیتا اور تاجر بے چارہ حیران اور پریشان ہو کر رہ جاتا، اب اگر اس نے اپنے ضیاعِ مال کا شکوہ کیا اور رونے دھونے لگا تو ان لٹیروں میں سے ایک آتا اور لوٹی ہوئی دو ایک چیزیں دکھلا کر کہنے لگتا کہ: بھائی میں تو یہ لے گیا تھا، لو! تمھاری یہ چیز موجود ہے۔

وہ رنجیدہ آواز میں کہتا کہ: میں اس کو کیا کروں گا جہاں میرا سارا مال لوٹ گیا

وہاں یہ بھی سہی، جاتو ہی اپنے پاس رکھ لے۔

جب یہ معاملہ ختم ہوجاتا تو اب دوسرا آتا اور وہ بھی اسی طرح کوئی معمولی سی چیز دکھا کر وہی کہتا جو پہلے نے کہا تھا اور سوداگر رنج وغم اور غصہ میں اس سے بھی پہلی بات لوٹا کر کہہ دیتا، اسی طرح سب اس کا مال ہضم کر جاتے اور سوداگر کو لوٹ کھسوٹ کر بھگا دیتے۔

عجیب طرح کی ناانصافی

اسی کتاب میں یہ عجیب قصہ بھی نقل کیا ہے کہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ نے ایک مرتبہ حضرت لوط علیہ السلام کی عافیت وخیر معلوم کرنے کے لیے اپنے خالہ زاد "الیعر ز دمشقی" کو سدوم بھیجا، یہ جب بستی کے قریب پہنچا تو اجنبی سمجھ کر ایک سدومی نے اس کے سر پر پتھر مار دیا، الیعر ز کے سر سے خون جاری ہوگیا، تب آگے بڑھ کر سدومی کہنے لگا کہ: میرے پتھر کی وجہ سے یہ تیرا سر سرخ ہوا ہے؛ لہٰذا مجھے اس کا معاوضہ ادا کر، اس مطالبے کے لیے کھینچتا ہوا سدوم کی عدالت میں لے گیا، حاکمِ سدوم نے مدعی کا بیان سن کر کہا کہ: بیشک "الیعر ز" کو سدومی کے پتھر مارنے کی اجرت دینی چاہیے۔ الیعر ز یہ سن کر غصے میں آگیا اور ایک پتھر اٹھا کر حاکم کے سر پر دے مارا اور کہنے لگا کہ: میرے پتھر مارنے کی جو اجرت ہے وہ تو اس سدومی کو دے دینا اور یہ کہہ کر وہاں سے بھاگ گیا۔

یہ واقعات صحیح ہوں یا غلط؛ لیکن ان سے یہ روشنی ضرور پڑتی ہے کہ اہلِ سدوم اس قدر ظلم، فحش، بے حیائی، بداخلاقی اور فسق وفجور میں مبتلا تھے کہ اس زمانے کی قوموں

میں ان کی جانب اس قسم کے واقعات عام طور پر منسوب کیے جاتے تھے۔ (قصص القرآن ص:۲۵۶)

قومِ لوط پر عذاب

جب قومِ لوط اپنے گناہوں میں حد پار کر چکی تو اللہ تعالیٰ نے ان نافرمانوں کو زمین سمیت اٹھایا اور آسمان تک لے جا کر الٹا کر دیا۔

تفسیری روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس پوری بستی کو۔ جو پانچ یا سات شہروں پر مشتمل تھی، جس کا مرکزی شہر ''سدوم'' تھا۔ اپنی انگلی کے ایک پوروے پر اٹھایا اور اتنا اونچا لے گئے کہ پہلی آسمان کے ملائکہ نے صبح کے وقت کے مرغوں کی آواز سنی، پھر وہاں سے الٹ دیا جس سے اس کی پوری آبادی زمین میں دب گئی اور اندر کا پانی اوپر آ گیا اور ایک سمندر کی شکل اختیار کر گیا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ﴿٨٢﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ۭ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿٨٣﴾

ترجمہ: پھر جب ہمارے (عذاب کا) حکم آ گیا تو ہم نے اس (زمین کو پلٹ کر) اس کے اوپر والے حصے کو نیچے والا حصہ کر دیا اور ہم نے اس (بستی) پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر مسلسل برسائے ﴿۸۲﴾ تمھارے رب کی طرف سے اس پر (خاص) نشان لگے ہوئے تھے اور وہ (بستیاں مکہ کے) ظالموں سے کچھ دور بھی نہیں ہیں۔

بحرِ میت کی طرف

ہم وہاں سے روانہ ہوئے، کافی دیر چلنے کے بعد ہماری گاڑی نیچے کی طرف

اترنا شروع ہوئی، جوں جوں ہماری گاڑی نیچے اتر رہی تھی کان اسی طرح سن ہوتا ہوا محسوس ہورہا تھا جیسے ہوائی جہاز کے اترتے وقت کان کی حالت ہوتی ہے۔

خیر! گاڑی آہستہ آہستہ نیچے اتری اور اس طرح کافی لمبا سفر کر کے ہم بحرِ میت پہنچے؛ مگر چوں کہ راستہ بہت اچھا اور کشادہ تھا؛ اس لیے سفر جلدی طے ہوگیا۔

افسوس! عذاب کی جگہ تفریح گاہ

ہم وہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں! سینکڑوں لوگ وہاں تفریح کے لیے آئے ہوئے ہیں، اور اس بحرمیت میں نہا کر لطف اندوز ہوتے ہیں، افسوس کا مقام ہے کہ اس عذاب والی جگہ کو بھی لوگوں نے تفریح گاہ بنا رکھا ہے، لوگ بحرِ میت کے کیچڑ کو اپنے بدن پر مَل کر کافی دیر تک دھوپ میں بیٹھتے ہیں اور پھر بحرِ میت سے غسل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: بہت سی بیماریوں سے شفا کا ذریعہ ہے۔

وہاں عالی شان سیون اسٹار ہوٹل اور سوئمنگ پل بنے ہوئے ہیں اور اب تو بحرِ میت کے کیچڑ سے بنے ہوئے صابون، مختلف قسم کی کریمیں دنیا کے بہت سے ملکوں کی بڑی بڑی دکانوں میں امتیازی طور پر اونچی قیمتوں میں بکتی ہے۔

افسوس! عبرت کے سامان کو لوگوں نے سامانِ عیش بنالیا، جب کہ قرآنِ مجید اور احادیثِ مبارکہ سے صاف پتہ چلتا ہے کہ نزولِ عذاب والی جگہوں سے جب گزرو تو استغفار کی کثرت کے ساتھ جلدی سے گزر جاؤ۔

مجرموں کے نام لکھے ہوئے پتھر

ہم نے دیکھا کہ وہاں ساحل پر گول گول پتھر بہت ہیں، بتایا جاتا ہے کہ: یہ

وہی پتھر ہیں جن کا قرآن میں ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نافرمان قوم پر پتھروں کی بارش برسائی تھی:

وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهَا حِجَارَةً مِّنۡ سِجِّيۡلٍ ۙ مَّنۡضُوۡدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً عِنۡدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِىَ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ بِبَعِيۡدٍ ﴿۸۳﴾

ترجمہ: اور ہم نے اس (بستی) پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر مسلسل برسائے ﴿۸۲﴾ تمھارے رب کی طرف سے اس پر (خاص) نشان لگے ہوئے تھے اور وہ (بستیاں مکہ کے) ظالموں سے کچھ دور بھی نہیں ہیں ﴿۸۳﴾

اس پتھر پر نام بھی لکھا رہتا تھا کہ فلان پتھر فلاں ظالم کو اور فلاں پتھر فلاں نافرمان کو لگے گا، وہ پتھر بھی آج تک موجود ہے۔

آج بھی عذاب کے اثرات

خیر! بحر میت کا منظر کچھ عجیب سا لگتا ہے، آس پاس کے پہاڑ بھی کافی ڈراونے لگتے ہیں، وہاں دل نہیں لگتا، یوں کہہ لیجیے کہ عذابِ خداوندی کے اثرات آج تک اس سرزمین پر محسوس ہوتے ہیں، نیز اس پانی میں مینڈک، مچھلی، کیڑے وغیرہ کچھ زندہ نہیں رہ سکتے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کے مزار کی طرف

بحرِ میت سے فراغت کے بعد اب ہماری اگلی منزل حضرت شعیب علیہ السلام کا مزار تھی، اور وہ مزار ''ایکہ'' (مدین) کی وادی میں ہے جس کا ذکر قرآن مین ہے:

وَاِنۡ كَانَ اَصۡحٰبُ الۡاَيۡكَةِ لَظٰلِمِيۡنَ ﴿۷۸﴾ فَانۡتَقَمۡنَا مِنۡهُمۡ ۘ وَاِنَّهُمَا

لَبِاِمَامٍ مُّبِیْنٍ﴿۷۹﴾

ترجمہ:اور پکی بات یہ ہے کہ ''اَیْکَۃ'' والے بھی بڑے ظالم تھے﴿۷۸﴾ ہم نے ان سے بھی انتقام لیا، یہ دونوں (حضرت لوطؑ اور ایکہ والوں کی) بستیاں کھلے عام راستے پر ہیں﴿۷۹﴾

''ایکہ'' کہتے ہیں گھنے جنگلوں کو، اردو میں ''بن'' کہتے ہیں۔ وہ پورا علاقہ آج تک جوں کا توں موجود ہے اور ایکہ کے جنگل میں ایک مسجد میں حضرت شعیب علیہ السلام کا مزار بتایا جاتا ہے۔

مدین اور اصحابِ ایکہ ایک ہیں یا الگ الگ؟

مفسرین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ''مدین'' اور ''اصحابِ ایکہ'' ایک ہی قبیلے کے دو نام ہیں یا دو جدا جدا قبیلے ہیں؟

بعض کا خیال ہے کہ دونوں جدا جدا قبیلے ہیں، مدین متمدن اور شہری قبیلہ تھا اور ''اصحابِ ایکہ'' دیہاتی اور بدوی قبیلہ جو جنگل اور بن میں آباد تھا؛ اس لیے اس کو ''بن والا'' یا ''جنگل والا'' کہا گیا اور آیت ''انهما لبامام مبين'' میں ''هما'' ضمیر تثنیہ سے یہی دونوں مراد ہیں۔

بعض مفسرین دونوں کو ایک ہی قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ: آب و ہوا کی لطافت، نہروں اور آبشاروں کی کثرت نے اس مقام کو اس قدر شاداب اور پرفضا بنا دیا تھا اور یہاں میووں، پھلوں اور خوشبودار پھولوں کے اس قدر باغات اور چمن تھے کہ اگر ایک شخص آبادی سے باہر کھڑے ہو کر نظارہ کرتا تھا تو اس کو یہ معلوم ہوتا کہ یہ نہایت

خوب صورت اور شاداب گھنے درختوں کا ایک جھنڈ ہے، اسی وجہ سے قرآنِ عزیز نے اس کو ''ایکہ'' کہہ کر تعارف کرایا۔

ان مفسرین میں سے حافظ عماد الدین ابن کثیر کا یہ خیال ہے کہ یہاں ''ایکہ'' نامی ایک درخت تھا، اہلِ قبیلہ چوں کہ اس کی پرستش کرتے تھے؛ لہذا اس کی نسبت سے مدین کو ''اصحابِ ایکہ'' کہا گیا۔

نیز چوں کہ یہ نسبت نسبی نہ تھی؛ بلکہ مذہبی تھی؛ اس لیے جن آیات میں ان کو اس لقب سے یاد کیا گیا ہے ان میں حضرت شعیب علیہ السلام کو "اخوھم" ان کا بھائی یا اسی قسم کے نسبی علاقے سے یاد نہیں کیا۔

البتہ جن آیات میں قومِ شعیب کو مدین کہہ کر یاد کیا گیا ہے، ان میں حضرت شعیب علیہ السلام کو بھی ان کے نسبی رشتے میں منسلک ظاہر کیا ہے۔

بہر حال! راجح یہی ہے کہ مدین اور اصحابِ ایکہ ایک ہی قبیلہ ہے جو باپ کی نسبت سے مدین کہلایا اور زمین کی طبعی اور جغرافی حیثیت سے ''اصحابِ ایکہ'' کے لقب سے مشہور ہوا۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی قبر

میں نے ابھی اوپر یہ بات ذکر کی کہ ایکہ کی ایک مسجد میں حضرت شعیب علیہ السلام کا مزار بتایا جاتا ہے۔ جس کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی۔

اس لیے کہ اس سلسلے میں دوسری رائے یہ ہے کہ: ''حضر موت'' میں ایک قبر ہے جو زیارت گاہِ عوام وخواص ہے، وہاں کے باشندوں کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ شعیب علیہ السلام

کی قبر ہے، حضرت شعیب علیہ السلام مدین والوں کی ہلاکت کے بعد یہاں بس گئے تھے اور یہیں ان کی وفات ہوئی۔

''حضرموت'' کے مشہور شہر ''شیون'' کے مغربی جانب میں ایک مقام ہے جس کو ''شبام'' کہتے ہیں، اس جگہ اگر کوئی مسافر وادی ابن علی کی راہ ہوتا ہوا شمال کی جانب چلے تو وادی کے بعد وہ جگہ آتی ہے جہاں یہ قبر ہے، یہاں مطلق کوئی آبادی نہیں ہے اور جو شخص بھی یہاں آتا ہے صرف زیارت ہی کے لیے آتا ہے۔

عبدالوہاب نجار کہتے ہیں کہ: مجھے اس قبر کے متعلق شک ہے کہ یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قبر ہے؛ لیکن انھوں نے اس شک کے لیے کوئی وجہ نہیں بیان فرمائی۔

مدین

اسی ایکہ کے ایک طرف مدین ہے۔

ہم وہاں پہنچے تو میں نے ساتھیوں سے بتایا کہ: دیکھو! بعض تفسیری روایتوں کے مطابق حضرت شعیب علیہ السلام وہ ہیں جن کی بیٹی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نکاح ہوا تھا؛ اگرچہ بعض محققین کی رائے یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خسر کوئی اور شیخِ مدین ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خسر کون ہیں؟

قرآن نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور مدین کے شیخ کے بارے میں جو واقعات بیان کیے ہیں ان میں کسی ایک جگہ بھی اس شیخ کا نام نہیں بتایا؛ اس لیے تاریخی حیثیت سے شیخِ مدین کے نام میں مؤرخین ومفسرین کے مختلف اقوال پائے جاتے ہیں، جو مندرجۂ ذیل ہیں:

① مفسرین، اصحابِ سیر اور ادبائے عرب کی ایک بڑی جماعت کا یہ خیال ہے کہ یہ حضرت شعیب علیہ السلام ہیں۔

یہ قول بہت مشہور اور شائع ذائع ہے، مشہور مفسر امام جریر طبریؒ نے حسن بصریؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ مدین کے شیخ حضرت شعیب علیہ السلام ہیں اور فرماتے ہیں کہ: ابن ابی حاتم نے سلسلۂ سند کے ساتھ حضرت مالک بن انسؒ سے روایت نقل کی ہے کہ: ان کو یہ بات پہنچی ہے کہ صاحبِ موسیٰ حضرت شعیب علیہ السلام ہیں۔(ابن کثیر ص:۲۴۸، ج:۷)

② ایک جماعت کہتی ہے: شیخ کا نام ''یثرون'' تھا اور یہ حضرت شعیب علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔

طبری نے سند کے ساتھ ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ: جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اجیر بنایا وہ شعیب علیہ السلام کا برادر زادہ یثرون تھا۔(ابن جریر ج:۱، ص:۲۰۶)

③ بعض کہتے ہیں کہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خسر کا نام ''یثری'' تھا۔

طبری نے سند کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اجیر رکھنے والا مدین کا شیخ ''یثری'' نامی تھا اور اسی روایت کے دوسرے الفاظ یہ ہیں ''عورت کے والد کا نام ''یثری'' تھا''؛ مگر یثری والی روایت میں یہ نہیں کہا گیا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کا برادر زادہ تھا (تفسیر ابن کثیر جلد ۷ ص ۲۴۸)

④ بعض علما یہ فرماتے ہیں کہ: یہ ''شیخ'' حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا ایک مردِ مؤمن تھا۔

⑤ایک جماعت کا گمان ہے کہ: حضرت شعیب علیہ السلام کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بہت پہلے کا زمانہ ہے جس کے درمیان صدیاں ہیں، قرآن کہتا ہے کہ: حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ۭ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۹﴾

ترجمہ: اور اے میری قوم! میرے ساتھ جو تم کو مخالفت (ضد) ہے وہ تم کو ایسے (برے کاموں کی طرف نہ لے جاوے) جس کے نتیجے میں تم پر بھی اسی طرح کی مصیبت آ پڑے جیسی نوح کی قوم یا ہود کی قوم یا صالح کی قوم پر آ پڑی تھی اور لوط کی قوم (کا زمانہ اور علاقہ) تم سے زیادہ دور (بھی) نہیں ہے ﴿۸۹﴾

ظاہر ہے کہ قومِ لوط کی ہلاکت کا زمانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ ہے اور ان کے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے درمیانی مدت چار سو (400) سال سے بھی زیادہ ہے اور جن لوگوں نے اس مدت کو قریب کر دینے کے لیے کہا کہ: حضرت شعیب علیہ السلام کی عمر غیر معمولی طور پر طویل ہوئی تو یہ دعوی بلا دلیل ہے۔ (ابن کثیر: ۷/۲۴۸)

اس قول کی تائید کے لیے یہ دلیل بھی قوت رکھتی ہے کہ: اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خسر حضرت شعیب علیہ السلام ہوتے تو قرآن ضرور ان کے نام کی تصریح کرتا اور اس طرح مجمل اور مبہم نہ چھوڑتا۔ (تفسیر ابن کثیر: ۷/۲۴۸)

اِن مختلف پانچ اقوال کے نقل کے بعد ہمارے نزدیک راجح اور صحیح مسلک وہی معلوم ہوتا ہے جو ابن جریر اور ابن کثیر جیسے جلیل القدر محدثین ومفسرین نے اختیار کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: نام کی تصریح کے بارے میں کوئی روایت صحت کو نہیں پہنچتی

اور جو روایات نقل کی گئی ہیں وہ قابلِ احتجاج نہیں ہیں؛ اس لیے جس طرح تصریح کیے بغیر قرآن نے ان کا ذکر کیا ہے اسی طرح ہم بھی ان کے نام کی تصریح کو خدا کے علم کے حوالے کر دیں۔

مدین جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس سال گذارے

بہر حال: یہی وہ مدین ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام دس سال گزارے، یہ جگہ اس وقت سعودی عرب کے شہر تبوک کے مغرب میں واقع ہے۔جس جگہ بنی مدیان (قوم شعیب) آباد تھے وہ جگہ آج کل ''البدع'' کے نام سے مشہور ہے؛ اگرچہ ''مدین'' کی تعیین میں اور بھی اقوال ہیں۔

قرآن میں مدین کا ذکر

قرآن میں مدین کا ذکر دو سبب سے آتا ہے: اول حضرت شعیب علیہ السلام اور دوم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تعلق کی حسبِ ذیل آیتیں ہیں:

فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ۥ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ۝۴۰ (طه)

ترجمہ: پھر تم (کئی) سال مدین والوں میں رہے، پھر تم اے موسیٰ! مقدر سے (یعنی تقدیر کے فیصلے کے مطابق یہاں) آئے ﴿۴۰﴾

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝۲۲ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ. (القصص:۲۳)

ترجمہ: اور جب ان (موسیٰ) نے مدین کی جانب رخ کیا تو (موسیٰ علیہ السلام نے

دعا میں) کہا: امید ہے کہ میرے رب مجھے سیدھے راستے پر لے جاویں گے ﴿۲۲﴾ اور جب وہ (موسیٰ علیہ السلام) مدین کے کنویں پر پہنچے تو لوگوں کے ایک مجمع کو دیکھا کہ (کنویں سے پانی کھینچ کر اپنے جانوروں کو) پانی پلا رہے ہیں۔

چنانچہ یہ پورا علاقہ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس سال قیام فرمایا تھا جس کا کچھ حصہ ہم نے دیکھا، جس جگہ وہ کنواں ہے وہ اسرائیل کے قبضے والے علاقے میں بتایا جاتا ہے اور نشیبی جگہ میں ہے، اس وقت تو اُتر کر جانے میں بھی ڈر لگتا ہے، جب ہم نے یہ سنا تو ہم سوچنے لگے: کیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہاں پہنچ کر لڑکیوں کو پانی پلایا ہوگا؟ اس سلسلے میں مفصل واقعے کے لیے بندے کی کتاب خطباتِ محمود: حصہ اول ملاحظہ فرمایئے۔

بہر حال! حضرت شعیب علیہ السلام کے مزار اور اطراف کی زیارت سے فارغ ہوئے تو رات ہو چکی تھی، آرام کا شدید تقاضہ تھا اور آئندہ کل فلسطین جانا تھا جو اس سفر کا اہم مقصد تھا، چنانچہ ہم اپنی قیام گاہ پر پہنچے، اس طرح دوسرے دن کی زیارت کا سلسلہ بھی اللہ کے فضل سے عافیت کے ساتھ پورا ہوا۔

فلسطین

اب میں سفر کے تیسرے دن کی کارگزاری شروع کرتا ہوں؛ مگر اس سے پہلے فلسطین اور اس کے ساتھ وابستہ ہماری داستان کا تذکرہ مناسب سمجھتا ہوں۔

فلسطین کا علاقہ وہ ہے جس کو قرآنِ کریم میں ارضِ مقدسہ، ارضِ مبارکہ وغیرہ ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔

فلسطین کا قضیہ

فلسطین روئے زمین کا وہ ٹکڑا ہے جو تاریخی، جغرافیائی اور مذہبی ہر اعتبار سے تاریخ ساز اہمیت کا حامل ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے مادّی اور روحانی برکات سے مالا مال فرمایا ہے، کئی جلیل القدر انبیا علیہم السلام اس سرزمین میں مبعوث ہوئے، اپنی جغرافیائی اہمیت کے پیشِ نظر تاریخ کے مختلف ادوار میں مختلف فاتحین کی جنگ آزمائی کا میدان بھی رہا۔

یہاں کی سرزمین نے زمانے کے اتنے اتار چڑھاؤ دیکھے ہیں جو کم ہی کہیں اور دیکھنے میں آئے ہوں گے۔

مشہور ہے کہ یہ قدیم دور سے انسانی تہذیب کا مرکز ہے۔ جب یہاں حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت تھی تو یہ بنی اسرائیل کے عروج کا زمانہ تھا، ان برگزیدہ انبیا علیہم السلام کے بعد یہودیوں کی نافرمانیوں کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان پر مختلف فاتحین کو مسلط کیا جنھوں نے ان کو عبرتناک طریقے سے قتل کیا، غلام بنایا اور باقی ماندہ کو یہاں سے جلاوطن کردیا، کسی قوم کی ایسی اجتماعی رسوائی اور وطن سے محرومی کم ہی دیکھنے میں آئی ہے۔

قرآنِ مجید کے مطابق یہ درحقیقت عذابِ الٰہی تھا جو اس کم فطرت قوم کی شرارتوں پر ان پر بھیجا گیا تھا۔

عراق، فارس اور روم کے بادشاہ یہودیوں کی بداعمالی کی سزا کے طور پر ان کو تاراج کرتے رہے؛ مگر زیادہ مشہور بخت نصر کے حملے ہیں۔ (اقصیٰ کے آنسو، ص: ۴۳)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت یہودیوں کے لیے آخری تنبیہ اور آسمانی حجت تھی؛

مگر یہودی قوم نے ان کے ساتھ کافی بدسلوکی کی جس کی وجہ سے طویل رسوائی اور بربادی ان کا مقدر بن گئی اور ان پر ذلت کی مہر ثبت ہوگئی۔

اُس وقت سے آج تک یہ دنیا میں مارے مارے پھرتے تھے، زمین کا کوئی ٹکڑا ان کو پناہ دینے کے لیے تیار نہیں تھا، ان کے مختلف قبائل دنیا کے مختلف حصوں میں بکھر گئے؛ لیکن خدا تعالیٰ کی طرف سے پھٹکار کے باعث انھیں کوئی جگہ راس نہ آتی تھی اور یہ اپنی بدفطرتی کے سبب دنیا کی مختلف قوموں سے مار کھاتے، ذلت اٹھاتے اور عبرت کا نشان بنتے رہے؛ تا آں کہ گذشتہ صدی میں یہ سانحہ پیش آیا کہ: یہ مغضوب علیہم قوم کئی صدیوں بعد اپنے لیے ایک مملکت حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی۔

مسلمانوں کے لیے اس میں رنج اور غصہ کی بات یہ ہے کہ یہودی ریاست کے لیے مسلم ممالک کی سرزمین چنی گئی اور ہنستے بستے مسلمانوں کو بے دخل کر کے وہاں دنیا بھر کے یہودیوں کو لا بسایا گیا، اس غرض کے لیے عالمی طاقتوں کے تعاون سے بدنیتی، بددیانتی اور دھوکہ، فریب پر مشتمل ایسی چالیں چلی گئیں جن کے تذکرے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ (ایضاص:۴۷)

فلسطین پر یہودیوں کا قبضہ کس طرح ہوا؟

ارضِ مقدس ''فلسطین'' یہودیوں کے تسلط میں کس طرح چلی گئی؟

اس دردناک داستان کی تفصیل کچھ یوں ہے: مسلمانوں نے جب ۱۶ھ مطابق ۶۳۶ء میں انجیل کی پیش گوئی کے مطابق فلسطین فتح کر لیا تو اس کے بعد یہ طویل عرصے تک مسلمانوں کے پاس رہا اور انھوں نے یہاں شان دار علمی وتہذیبی ورثہ چھوڑا۔

بارھویں صدی عیسوی میں اہلِ یورپ نے اسے مسلمانوں سے چھیننے کے لیے مشہور صلیبی جنگیں لڑیں اور ایک مرتبہ وہ کامیاب بھی ہو گئے؛ مگر فرزندِ اسلام سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے انھیں زبردست معرکہ آرائی کے بعد یہاں سے نکال باہر کیا اور انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کی یہ وراثت مسلمانوں کے پاس رہی۔

فلسطین ترکوں کی عمل داری میں

۱۲۲۲ھ مطابق ۱۵۱٦ء میں فلسطین ترکوں کی عمل داری میں آ گیا اور پہلی جنگِ عظیم کے خاتمے تک سلطنتِ عثمانیہ کا حصہ رہا، سلطنتِ عثمانیہ کے زوال کے دنوں میں صہیونی لیڈروں کا ایک اجلاس ہوا، آخری عثمانی خلیفہ سلطان عبد المجید خان تھے، یہودیوں نے فلسطین پر ان کی کمزور پڑتی گرفت کے سبب مذکورہ بالا اجلاس میں طے کر لیا تھا کہ فلسطین میں صہیونی ریاست تشکیل دینی ہے؛ اس لیے انھوں پہلے مال و دولت کے ذریعے اپنا کام نکالنے کی کوشش کی۔

سلطنتِ عثمانیہ غیر ضروری اخراجات کے سبب مقروض ہو چکی تھی، یہودیوں نے سلطان کو پیش کش کی کہ اگر وہ فلسطین کا علاقہ ان کے حوالے کر دیں تو وہ نہ صرف یہ کہ سلطنت پر چڑھا ہوا سارا قرض چکا دیں گے؛ بلکہ اس کے علاوہ بھی کثیر مقدار میں سونا پیش کریں گے۔

سلطنتِ عثمانیہ کی حمیت وغیرتِ ایمانی: تاریخی جواب

عثمانی سلطان کیسے ہی سہی؛ مگر ان کی رگوں میں فاتحین کا خون دوڑ رہا تھا، انھوں نے اپنے پاؤں کے ناخن سے مٹی کھرچی اور یہودیوں کو جواب دیتے ہوئے یہ

تاریخی الفاظ کہے:

اگر تم اپنا سارا مال و دولت لا کر میرے قدموں میں ڈھیر کر دو تب بھی میں فلسطین کی اتنی مٹی بھی نہ دوں گا۔ یعنی ایک کلومیٹر کا رقبہ تو کیا ایک ایک مٹھی مٹی بھی نہ دوں گا۔

یہودیوں کا انگریزوں سے معاہدہ

یہودیوں نے مایوس ہو کر کسی عالمی طاقت کو اپنا ہمنوا بنا کر اس کے ذریعے اپنا مقصد حاصل کرنے کی کوشش شروع کی، قرآنِ کریم کی پیش گوئی ہے کہ یہودی کسی طاقت کا سہارا ضرور ڈھونڈتے ہیں، محض اپنے زورِ بازو پر کچھ کرنے کے قابل نہیں۔

اس زمانے میں پہلی جنگ عظیم جاری تھی، امریکہ اور برطانیہ اتحادی طاقتوں کے سربراہ تھے، برطانیہ کو مختلف محاذوں پر جنگ کا سامنا ہونے کی وجہ سے سرمائے کی شدید ضرورت تھی، یہودیوں نے برطانیہ کی مدد کے لیے اپنی تجوریوں کے منہ کھول دیے اور اس کے عوض انگریزوں سے وعدہ لیا کہ جنگ میں کامیابی کے بعد فلسطین کی حدود میں یہودی ریاست کے قیام میں مدد دی جائے گی۔

انگریز کی طرف سے یہودی ریاست کی تشکیل کا اعلان

جنگ کے اختتام پر جب انگریزوں کو فتح ہوئی تو یہودیوں کی دیرینہ مراد بر آئی۔ ۲ نومبر ۱۹۱۷ء کو برطانیہ کے وزیرِ خارجہ مسٹر بالفور (balfor) نے برطانیہ میں مقیم یہودیوں کی فیڈریشن کے چیئرمین لارڈ شیلڈ کے نام ایک خط روانہ کیا جس میں صہیونی ریاست کی تشکیل کا ذمہ لیتے ہوئے کہا گیا تھا:

ہر میجسٹی حکومت فلسطین میں یہودی عوام کے لیے ایک قومی وطن کے قیام کو

پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور اس مقصد کو آسان بنانے کے لیے اپنی بہترین کوششیں صرف کرے گی۔

قصہ مختصر! جنگِ عظیم میں اتحادیوں کی کامیابی کے بعد انگریز ۱۹۱۷ء میں ''جنرل ایلن بی'' کی قیادت میں فلسطین میں داخل ہوگئے اور ۹ / دسمبر ۱۹۱۷ء کو انھوں نے فلسطین پر قبضہ کرلیا، ترکی اور جرمن فوجیں شام کی طرف ہٹ گئیں اور اس دن سے فلسطین کی حکومت انگریزوں کے پاس آگئی۔ (ایضاص:۷۶)

انگریز نے صرف اس وعدہ خلافی اور دغا بازی پر بس نہیں کی؛ بلکہ اپنی نگرانی میں صہیونی مقاصد کی تکمیل کا عمل زور وشور سے جاری رکھا، اس کے لیے اس نے دو باتوں پر زور دیا:

① ایک تو یہ کہ اسرائیل کو آبادی اور وسائل کے لحاظ سے مضبوط کیا جائے۔

مسلمانوں سے زمینیں خریدنے میں پانی کی طرح پیسہ بہانا

② یہودی چوں کہ فلسطین میں نہایت قلیل تعداد میں تھے؛ اس لیے غیر محسوس طور پر منصوبہ شروع کیا گیا کہ فلسطینی مسلمانوں کے مکانات اور جائدادیں خریدی جائیں اور دنیا بھر سے یہودیوں کو لاکر یہاں بسایا جائے، اس غرض کے لیے یہودیوں کی تنظیمیں اور سرمایہ دار یہودی سرگرم ہوگئے اور فلسطینی مسلمانوں کی جائدادیں خریدنے کے لیے پانی کی طرح پیسہ بہایا گیا۔

مقامی علما کی مخالفت اور دیگر ممالک کے علما سے فتویٰ طلب کرنا

مقامی علمائے کرام نے اس کی سختی سے مخالفت کی اور مسلم عوام کو منع کیا کہ:

یہودیوں کے ہاتھوں مکانات اور زمینیں ہرگز فروخت نہ کریں، اس غرض کے لیے انھوں نے ساری دنیا کے سربرآوردہ علمائے کرام ومفتیان حضرات سے فتاویٰ طلب کیے، ان سب حضرات نے اس امر کو ناجائز اور حرام بتلایا۔

اس سلسلے کا ایک فتویٰ برِ صغیر کی مشہور علمی اور روحانی شخصیت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ سے بھی لیا گیا، آپؒ نے بھی عدمِ جواز کا فتوی دیا، اصل فتویٰ عربی میں ہے جس کا اردو ترجمہ امداد الفتاویٰ میں موجود ہے۔

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عالمِ اسلام میں علمائے دیوبند کا کیا مقام تھا کہ حضرت تھانویؒ سے بھی فتویٰ طلب کیا گیا۔

مگر افسوس اس وقت کچھ تو عوام کی غفلت تھی، کچھ مسلمانوں کا غربت وافلاس اور کچھ یہودیوں کی مکاری کہ علمائے کرام کے سختی سے منع کرنے کے باوجود مقامی آبادی سے زمینیں خرید خرید کر یہود اپنے پاؤں جماتے گئے اور دھیرے دھیرے انبیا علیہم السلام کی اس مقدس سرزمین میں روس، یورپ اور افریقہ سے آئے ہوئے یہودی آباد ہوتے گئے۔

خیر! تیسرے دن یعنی ۱۴ تاریخ سنیچر کو ہمیں فلسطین جانا تھا اور فلسطین جانے کے لیے اسرائیل کے بارڈر کو پار کرنا تھا؛ چنانچہ آج پھر ہم صبح سویرے نکل پڑے۔

جورڈن کی موجودہ دینی حالت اور اس تبدیلی کی اہم وجہ

ہمارے گائڈ بہت دین دار آدمی تھے اور اس دن وہ ۱۵؍شعبان کا روزہ رکھے ہوئے تھے، راستے میں میں نے ان سے ایک سوال کیا کہ:

ہمارے اس سفر سے ٹھیک دس سال پہلے حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب مدظلہ یہاں تشریف لائے تھے، انھوں نے اپنے سفر نامے میں لکھا ہے کہ جورڈن کے مسلمانوں میں بہت دین داری ہے، مردوں میں ڈاڑھی کا عام رواج ہے، عورتوں میں برقعے اور پردے کا عام چلن ہے، مسجدیں مصلیوں سے بھری رہتی ہیں؛ لیکن ہمیں تو کچھ نظر نہیں آرہا ہے، کیا بات ہے؟

یہاں نہ تو پردہ ہے، نہ ڈاڑھی؛ بلکہ مغربی تہذیب (Western Culture) ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

گائڈ صاحب نے تھوڑا سوچا، پھر فرمایا: شیخ! مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے صحیح لکھا ہے، پہلے یہ سب تھا؛ مگر جس دن سے ہمارے ملک میں موبائل اور انٹرنیٹ آیا ان دونوں چیزوں نے ہمارے ملک سے دین داری کو ختم کر دیا، غرض یہ کہ انٹرنیٹ اور موبائل کے غلط استعمال نے ہمارے یہاں کی دین داری کو مجروح کر دیا ہے، یہ دو بڑے فتنے ہیں جنھوں نے آکر ہماری عورتوں کو بے پردہ اور ہمارے مردوں کو بے نمازی کر دیا ہے۔

ایک درد بھری اپیل: خدارا موبائل اور انٹرنیٹ کے غلط استعمال سے اپنے آپ کو بچایئے!

موقع کی مناسبت سے ایک بار پھر میں اپنے تمام مسلمان بھائیوں سے عموماً اور میرے نوجوان دوستوں اور ساتھیوں سے خصوصاً عرض کروں گا کہ ماحول اور معاشرے کو خراب کرنے اور بے حیائی کو عام کرنے میں موبائل اور انٹرنیٹ نے جو کردار اور

رول ادا کیا اور کررہے ہیں اس سے بڑا کردار کسی کا نہیں ہے، اچھے اچھے لوگ بڑے متقی پرہیز گار تھے، پکے نمازی تھے؛ لیکن جب ان کے ہاتھ میں موبائل آیا تو شروع شروع میں تو ان کی نیتوں میں کسی قسم کی خرابی نہ تھی، اس کا استعمال بھی صحیح نہج پر ہورہا تھا؛ مگر جوں جوں وقت گزرتا گیا موبائل نے ان کے دلوں پر قبضہ جمانا شروع کیا اور فکری غفلت میں مبتلا ہونا شروع ہوئے اور آہستہ آہستہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ تلاوتِ قرآن، نماز وغیرہ سب ہی چھوٹ گئے۔

ہر وقت فلمی گانوں، بلیو فلم، اور فاحش تصویریں اور کچھ نہیں تو گیم کھیلنے میں گھنٹوں اپنا قیمتی وقت ضائع اور برباد کردیتے ہیں، یہ برا کام تو تھا ہی، باطل نے اس میں بھی ملمع سازی کرکے گیم بھی جوئے والی بنا کر کریلا اور نیم چڑھا کا مصداق بنادیا اور ان چیزوں میں ہمارا جوان اتنا مشغول ہوا کہ یہی چیزیں ہر وقت دماغ میں گردش کرتی رہتی ہیں اور دین کی کوئی بات دل ودماغ میں اترتی ہی نہیں۔

بلکہ نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ العیاذ باللہ! آدمی ایمان جیسی قیمتی دولت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے؛ اس لیے سب مسلمان بھائیوں سے اپیل کرتا ہوں کہ خدارا موبائل کے غلط استعمال سے بچو اور ہر وقت اپنا محاسبہ بھی کرتے رہو کہ کہیں ان چیزوں میں مشغول ہوکر ہم اپنا دین تو برباد نہیں کررہے ہیں، ساتھ میں ہر وقت اللہ سے دعا کرتے رہو کہ اللہ موبائل اور انٹرنیٹ کے فتنے سے ہماری حفاظت فرمائیں۔

بہرحال! ہم اردن سے نکل کر فلسطین کی سرحد میں داخل ہورہے تھے، درمیان میں ایک پل ہے جو اردن اور فلسطین کے لیے حدِ فاصل ہے اور نہر اردن پر بندھا ہوا ہے، نہر کو اردو میں دریا بھی کہہ دیتے ہیں۔

نہرِ اُردن

نہرِ اردن ۱۰ یا ۱۲ فٹ چوڑی اور لمبائی میں ۳۱۹ کلومیٹر کی علاقے میں پھیلی ہوئی ہے، اس کا کچھ حصہ کنعان اور کچھ حصہ فلسطین اور سوریا میں ہے، یہ وہی مبارک نہر ہے جس کا ذکر قرآنِ مجید میں تین جگہ آیا ہے:

(۱) سورۂ آلِ عمران میں جہاں حضرت طالوت کے عمالقہ کے ساتھ جہاد کا واقعہ بیان ہوا ہے:

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ ۙ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُم بِنَهَرٍ ۚ فَمَن شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي ۚ وَمَن لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ ۚ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ ۚ (البقرۃ)

ترجمہ: پھر جب طالوت لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے تو اس (طالوت) نے (لشکر والوں سے) کہا کہ: یقیناً اللہ تعالیٰ ایک دریا کے ذریعے تمھارا امتحان لینے والے ہیں، سو جو شخص بھی اس (دریا) سے (پانی) پیے گا تو وہ میرے (ساتھیوں) میں سے نہیں ہے اور جو اس (پانی) کو چکھے گا بھی نہیں تو وہ میرا (یعنی میری جماعت کا آدمی) ہے، ہاں! جو اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر کے پی لیوے (تو اتنی اجازت ہے) پھر (ایسا ہوا کہ) ان میں کے چند آدمیوں کے سوا باقی سب نے اس (دریا) سے (خوب) پانی پیا۔

اس میں جس ندی کا ذکر ہے وہ بہت سارے مفسرین کے نزدیک نہرِ اردن ہی ہے، جسے ہم عبور کر رہے تھے۔

② دوسری جگہ قرآن میں اس ندی کا ذکر سورۂ روم میں ہے:

الٓمّٓ ﴿١﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿٢﴾ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ﴿٣﴾ (الروم)

ترجمہ: الم ﴿۱﴾ (حجاز کے) قریب کے ملک میں رومی لوگ ہار گئے ﴿۲﴾ اور وہ (اس) ہار جانے کے بعد عنقریب غالب آجائیں گے ﴿۳﴾

اس جگہ بھی بعض مفسرین حضرات نے صراحت کی ہے کہ ''أَدْنَیٰ الْأَرض'' سے مراد یہی نہرِ اردن کا کنارہ ہے۔

تفسیر پڑھاتے وقت جب اس آیت کا ذکر آتا تو ہم سمجھتے تھے یہ کوئی بہت بڑی ندی ہوگی جس کا ذکر قرآن میں ہے؛ لیکن آج معلوم ہوا کہ یہ تو بہت چھوٹی ہے؛ مگر کتنی متبرک ہے!

③ اس ندی کا تیسرا تذکرہ قرآن میں اس جگہ ہے جہاں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ ذکر ہے کہ ان کی پرورش کے بارے میں مسجدِ اقصیٰ اور بیت المقدس کے علما کا آپس میں اختلاف ہوا کہ کون مریم کی پرورش کرے؟

انھوں نے اپنا قلم ندی میں ڈال کر قرعہ اندازی کی کہ جس کا قلم ندی میں الٹی سمت میں بہے گا یا پانی پر تیرتا رہے نہ ڈوبے وہی پرورش کا ذمے دار بنے گا، چنانچہ انھوں نے اسی ندی میں اپنے قلم۔ جو تانبے کے تھے اور اس سے وہ تورات لکھتے تھے۔ ڈال کر قرعہ اندازی کی تھی:

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۠ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٤٤﴾ (آل عمران)

ترجمہ: اور تم ان لوگوں کے پاس (اس وقت) موجود نہیں تھے جب وہ (بیت المقدس کے اس دور کے علما) اپنے قلموں کو (دریا میں) ڈال رہے تھے، (اپنی اس بات کو طے کرنے کے لیے) کہ ان سب میں سے کون مریم کی کفالت کرے گا اور تم اس وقت بھی ان کے پاس موجود نہیں تھے جب وہ (اس پرورش کے معاملے میں) آپس میں (قلم کے ذریعہ قرعہ ڈالنے سے پہلے) بحث کررہے تھے ﴿۴۴﴾

میں نے گائڈ سے کہا کہ: ہمیں اس ندی کا پانی پینا ہے، اس کا ذکر تو قرآنِ مجید میں آیا ہے۔

اس نے کہا: اسرائیل کے سیکوریٹی والے آپ کو نیچے اترنے نہیں دیں گے، البتہ! میں گاڑی رُکوا دیتا ہوں، آپ اندر بیٹھے بیٹھے اس کی زیارت کرلیں، ہاں! آگے ایک موقع آئے گا جہاں آپ اس ندی کو اطمینان سے دیکھ بھی سکیں گے اور اس کا پانی بھی پی سکیں گے۔

بہرحال! ہم اس مبارک ندی کی زیارت کرتے ہوئے آگے بڑھے۔

دریائے اُردن کی وادی مختلف اقوام اور تہذیبوں کا گہوارہ رہی ہے، اسی کے کنارے پر سینکڑوں انبیائے کرام علیہم السلام مبعوث ہوئے، اس کے مغربی کنارے سے فلسطین کا علاقہ شروع ہوتا ہے جسے قرآنِ کریم نے ارضِ مقدسہ، ارضِ مبارکہ وغیرہ ناموں سے تعبیر فرمایا ہے۔

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا

جہاں سے فلسطین شروع ہوتا ہے وہیں اسرائیل کی حکومت کی جانب سے

بارڈر سیکوریٹی فورس اور آرمی متعین ہے اور وہی لوگ کسٹم امیگریشن بھی کرتے ہیں، چیکنگ بھی وہی لوگ کرتے ہیں، ہمیں ساتھیوں نے بتایا تھا کہ: بہت سخت چیکنگ ہوتی ہے اور بہت مشکل امیگریشن ہوتا ہے؛ لیکن خدا کے فضل سے ایسی مدد آئی کہ ساتھی حیران رہ گئے، بہت آسانی سے ساری کارروائی مکمل ہوگئی، الحمدللہ! اس وقت ہمارے ترانۂ ہندی کا مصرعہ ''سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا'' بھی خوب یاد آیا۔

بات یہ ہوئی کہ جب امیگریشن کرنے والی یہودی لڑکی نے میرے پاسپورٹ کو دیکھا کہ یہ انڈیا کا ہے تو وہ ہمیں مانوس کرنے کے لیے کہنے لگی: نمستے نمستے، انڈیا انڈیا؟

میں نے بھی کہا: YES I AM FROM INDIA، اس نے خوشی خوشی ہماری کارروائی پوری کی اور ایک بیگ بھی نہیں کھلوائی۔

جب ہم بارڈر پار کر کے حدودِ فلسطین میں داخل ہوئے تو ٹور آپریٹر کی جو گاڑی ہمیں لینے آئی ہوئی تھی اس کا گائڈ۔ جو عربی شخص تھا۔ بہت خوش ہو کر ہم سے ملا اور پہلے تو اس نے عربی میں ہمیں مبارک بادی دی کہ: آپ لوگ خوش قسمت ہیں جو اتنی جلد یہاں کی کارروائیوں سے فارغ ہو گئے؛ ورنہ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ میں آنے والے مہمانوں کے انتظار میں صبح سے شام تک بیٹھا رہتا ہوں اور کارروائی پوری نہیں ہوتی۔

بہر حال! ہم عافیت کے ساتھ آگے نکل گئے، اللہ تعالیٰ آخرت کے امیگریشن کی سختی سے بھی نجات عطا فرماویں، آمین۔

آگے نئے گائڈ صاحب آگئے، میں نے ان سے پوچھا: پہلے کہاں جانا ہے؟ وہ کہنے لگے کہ: ہمیں پہلے ''شہر اریحٰہ'' جانا ہے۔

میں نے کہا: واہ واہ! اریحہ کا نام سن کر ایمان تازہ ہوگیا۔

شہر اریحہ کا تعارف

اریحہ کا معنیٰ ہے ''خوشبو''، انگریزی میں اس کو ''جیریکو'' کہتے ہیں، اریحہ یہ دنیا کے قدیم شہروں میں سے ایک ہے، ۶۰۰۰ سال قبل مسیح وجود میں آیا اور پچھلے ۱۰،۰۰۰ سال سے آباد ہے۔

تاریخ کی بہت ساری باتیں اس اریحہ شہر سے وابستہ ہیں:

بعض تفسیری روایت کے مطابق حضرت الیاس علیہ السلام آسمان پر اٹھائے جانے سے قبل یہاں آئے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک چلہ یعنی چالیس دن اریحہ شہر کے ایک پہاڑ کے غار میں گذارے تھے، وہ غار ابھی بھی موجود ہے۔

حال میں جیریکو کے قریب ''سلمان کی پہاڑی'' نامی بستی دریافت ہوئی ہے، جس کے بارے میں ماہرینِ آثارِ قدیمہ کا کہنا ہے کہ: یہ دو ہزار سال پرانی بستی ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس بستی کو بھی ضرور دیکھا ہوگا۔

یہی وہ جگہ ہے جہاں عیسیٰ علیہ السلام نے نابینا کو خدا کے حکم سے بینائی بخشی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اندھوں اور برص والوں کو تندرست اور مُردوں کو زندگی بخشنے کا ذکر قرآنِ حکیم میں موجود ہے، اللہ رب العزت قرآنِ حکیم میں فرماتے ہیں:

وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ.

ترجمہ: اور ماں کے پیٹ سے جو اندھا اور کوڑھ والا ہو اس کو تو میرے حکم سے

اچھا کر دیتا تھا اور جب تو میرے حکم سے مُردوں کو (زندہ) نکالتا تھا۔(المائدۃ)

آپ ﷺ کا لعابِ دہن ہر بیماری کے لیے شفا

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تین مرضوں کے ازالے کی قوت دی گئی تھی؛ مگر حضور سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کی خصوصیت ہے کہ آپ ﷺ کا لعابِ دہن ہر مرض اور ہر بیماری کے لیے فوری شفا ہے۔

ملکِ شام کی برکت کا نظارہ

بہر حال! ہم اریحہ پہنچے، ایک فلسطینی بھائی کی دکان سے ڈھیر سارے فروٹ خریدے، یہاں پہنچ کر ملکِ شام کی برکتوں کا نظارہ شروع ہو گیا، تازہ پھل فروٹ اور خشک میوے بہت ہی بڑی مقدار میں اس دکان میں بک رہے تھے جس سے بے اختیار ذہن بار بار ''الذی بار کنا حوله'' کی طرف منتقل ہو رہا تھا۔

میں نے ساتھیوں سے کہا: جلدی چلو! مجھے تو مسجدِ اقصیٰ پہنچنے کی بے چینی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مزار

گائڈ نے کہا: پہلے ہمیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مزار کی زیارت کرنا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقریباً پانچ سو پینسٹھ (۵۶۵) سال کا فاصلہ ہے۔(از سیرتِ خاتم الانبیا)

تقریباً ۴۰۰۰ سال قبل مصر کے شہر ''طیبہ'' میں۔جس کا قدیم نام ''تھپس''

ہے، جسے آج کل ''الاقصر'' کہا جاتا ہے۔ پیدا ہوئے۔

آپ کا نسب یوں ہے: موسیٰ بن عمران بن قامت بن لاوی بن یعقوب بن اسحق بن ابراھیم علیہ السلام۔

چوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نسب حضرت یعقوب علیہ السلام سے بھی جا ملتا ہے اور یعقوب علیہ السلام کی اولاد کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے اسی لیے آپ کا شمار بنی اسرائیل میں ہوتا ہے۔

تورات اور تاریخی روایات کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک سو بیس (۱۲۰) سال کی عمر پائی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام مبارک قرآن میں ایک سو چھتیس (۱۳۶) مرتبہ آیا ہے۔

مقامِ موسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ فضیلت بھی حاصل ہے کہ شبِ معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر کے پاس سے گذرے تو دیکھا کہ آپ علیہ السلام لال رنگ کے ٹیلے کے پاس قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے وصال سے پہلے اللہ سے دعا کی تھی کہ: مجھے بیت المقدس سے قریب کردے اگرچہ پھینکے ہوئے پتھر کے بقدر ہو۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ: اگر میں بیت المقدس کے قریب ہوتا تو تمھیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کا (نشان) دکھا دیتا جو ایک راستے کے کنارے پر سرخ ٹیلے کے قریب ہے۔ (بخاری، باب من احب الدفن فی

الارض المقدسة او نحوها، رقم الحدیث:۱۳۳۹)

ضیاء مقدسی کہتے ہیں کہ: اریحہ میں سرخ ٹیلہ کے قریب ایک قبر ہے جس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر بتایا جاتا ہے، دوسرے تاریخی اقوال کے مقابلے میں یہ قول صحیح ہے؛ اس لیے کہ تیہ کے سب سے قریب وادی مقدس کا علاقہ اریحہ کی بستی ہے اور اسی جگہ وہ کثیبِ احمر (سرخ ٹیلہ) واقع ہے جس کا ذکر حدیث میں ہے (قصص:۱/۵۴۹)

واقعتاً یہاں پہنچ کر حدیث شریف کی یہ دونوں نشانیاں دیکھنے کو ملی، اور آقا حضرت محمد ﷺ پر ایمان مزید تازہ ہوگیا، لال لال رنگ کے ٹیلے اور راستے کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد جو سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے بنوائی تھی، اسی مسجد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر مبارک ہے۔

عداوت کی وجہ سے اس جگہ موسیٰ علیہ السلام کی قبر کا انکار

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ یہودیوں کی یہاں کثرت ہو؛ مگر وہ لوگ اس جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مزار تسلیم نہیں کرتے۔

پوچھنے پر بتلایا گیا کہ: حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کی علامات بتلائی ہیں اور وہ یہاں بوجہ اتم پائی جارہی ہیں؛ مگر یہودیوں نے حضور ﷺ سے پرانی عداوت میں اس جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کا ہی انکار کردیا، اسی وجہ سے وہ یہاں نہیں آتے۔

یہاں پہنچ کر میں نے ساتھیوں کو یاد دلایا کہ: تمھیں معلوم ہے تم کہاں ہو؟ ایسے جلیل القدر پیغمبر کے مزار پر ہو جن کا ذکر قرآنِ کریم کے ۲۸ پاروں میں آیا ہوا

ہے، پارہ چودہ (۱۴) اور انتیس (۲۹) کے علاوہ پورے قرآن میں جابجا آپ کا تذکرہ پھیلا ہوا ہے۔

گجراتی میں بات کرنے کا فائدہ

قبر کے چاروں طرف جالیاں لگی ہوئی ہیں اور جالی کے باہر سے قبر کی زیارت بآسانی ہوسکتی ہے، عام زائرین کے لیے تو یہی دستور ہے؛ مگر یہاں بھی اللہ تعالیٰ کا فضل شاملِ حال رہا، ہوا یہ کہ انگلینڈ سے وی آئی پی (V.I.P) حضرات کا ایک گروپ زیارت کے لیے پہنچا ہوا تھا اور ان حضرات کے لیے جالی کا تالا کھولا جانا تھا، ہم لوگ آپس میں گجراتی زبان میں باتیں کررہے تھے، میں نے اپنے تمام ساتھیوں سے پہلے ہی کہہ رکھا تھا کہ: ہر جگہ گجراتی زبان میں باتیں کیا کریں؛ کیوں کہ دوسری زبانوں کو سمجھنے والا ممکن ہے ہر جگہ پر کوئی نہ کوئی موجود ہو؛ لیکن گجراتی زبان ہم گجراتیوں کے علاوہ اور کوئی نہیں سمجھ سکے گا۔

ہوا یہ کہ ہمیں گجراتی میں باتیں کرتا ہوا دیکھ کر انگلینڈ کے گروپ کا ایک آدمی ہمارے قریب آکر گجراتی میں یوں گویا ہوا: તમે કઈ ના (یعنی تم کہاں کے ہو؟)۔

ہم نے ان سے پوچھا: તમે કઈ ના (یعنی تم کہاں کے ہو؟)۔

پتہ چلا کہ وہ اصلاً گجراتی تھے، ہمارا آپس میں تعارف ہو گیا تو ان حضرات نے وہاں کے ذمے داروں سے سفارش کی کہ یہ بھی ہمارے بڑے عالمِ دین ہیں اور ہم ان کو بھی اپنے ساتھ جالی کے اندر لے جائیں گے، اس طرح الحمد للہ! ہم بھی اندر گئے اور قبر مبارک سے متصل کھڑے ہو کر ایصالِ ثواب کیا، دعائیں مانگیں اور وہیں میں نے

تمام ساتھیوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کچھ قصے سنائے۔

جب اس زیارت سے فارغ ہوئے تو میں نے ساتھیوں سے کہا کہ: ظہر اگر چہ کچھ تاخیر سے ہو؛ لیکن مسجدِ اقصیٰ جا کر ہی پڑھیں گے۔

''مادب'' جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوئی تھی

یہاں سے بیت المقدس کے راستے میں ایک اور پہاڑ ہے جس کا نام ''نیبوں'' ہے، اس پہاڑ کے پاس ''مادب نامی'' گاؤں ہے، اسی گاؤں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انتقال ہوا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وصیت فرمائی تھی کہ: مجھے بیت المقدس کے قریب دفن کرنا؛ چنانچہ لوگ ان کا جنازہ لے کر چلے اور اس مقام تک لے آئے جہاں آج وہ آرام فرما ہیں۔

ہم نے اس ''نیبوں'' پہاڑ اور ''مادب گاؤں'' کی بھی زیارت کی، پھر بیت المقدس کے لیے روانہ ہوئے۔

بیت المقدس کا تعارف

بَیْتُ الْمَقْدِسْ یا بَیْتُ الْمُقَدَّ سْ کو ''اَلْقُدْس'' بھی کہتے ہیں، بیت المقدس'' سے مراد ''مبارک گھر'' یا ایسا گھر ہے جس کے ذریعے گناہوں سے پاک ہوا جاتا ہے۔ یہاں مسلمانوں کا قبلہ اول مسجدِ اقصی اور قبۃ الصخرہ واقع ہیں، اسے یورپی زبان میں یروشلم (jerusalem) اور عبرانی میں ''شلیم'' کہتے ہیں۔ یروشلم وہ شہر ہے جہاں حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت تھی۔ بیت المقدس کے احاطے میں ایک کمرہ ہے اس کے متعلق بتاتے ہیں کہ: وہاں حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت ہوا کرتا تھا۔

مکہ مکرمہ سے بیت المقدس کا فاصلہ تقریباً تیرہ سو (۱۳۰۰) کلومیٹر ہے۔

مسجدِ اقصیٰ کی عجیب وغریب تعمیر

سب سے پہلے مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر کا کام حضرت داوٗد علیہ السلام نے شروع کیا تھا؛ مگر صرف قدِ آدم تک اس کی بنیادیں اٹھنے پائی تھی کہ آپ کی وفات ہوگئی، آپ کے بعد آپ کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام آپ کے جانشین ہوئے تو ان کو اس کی تعمیر کی تکمیل کی فکر ہوئی؛ چنانچہ آپ علیہ السلام نے جنات کو جمع کیا اور ان کو کام تقسیم کر دیے، ہر جماعت کو اس کام کے لیے خاص کیا گیا جس کو وہ اچھی طرح کر سکتے تھے۔

جنات کو سنگِ رخام اور سنگِ مرمر جمع کرنے کے لیے متعین کر دیا، شہر کے بارے میں حکم دیا کہ: شہر کو سنگِ رخام اور بڑے (چوکور) پتھروں سے تعمیر کیا جائے اور اس میں بارہ آبادیاں رکھی جائیں، ہر آبادی میں ایک خاندان رہے۔

جنات کی بعض جماعتوں کو کانوں سے سونا، چاندی اور یاقوت نکالنے کے لیے متعین کیا، ایک جماعت کو سمندر سے موتی نکالنے پر مقرر کیا، اور ایک جماعت کو سنگِ مرمر نکالنے کا حکم دیا، ایک جماعت کو مشک وعنبر ودیگر خوشبوؤں کی تمام اشیا کے حصول کے لیے روانہ کیا۔

جب یہ تمام چیزیں اس قدر جمع ہوگئیں کہ ان کی تعداد صرف اللہ ہی جانتا ہے تو اس کے بعد کاریگروں کو طلب کیا گیا اور ان کے سپرد یہ کام کیا گیا کہ وہ بلند پتھروں کو تراش کر تختیاں بنائیں، یاقوت اور موتیوں میں سوراخ کریں اور جواہرات درست کریں، جب یہ کام بھی مکمل ہوگیا تو مسجد کی تعمیر شروع ہوئی۔

اس کی دیواریں سفید، زرد اور سبز سنگِ مرمر سے بنائی گئیں اور اس کے ستون بلور کے رکھے گئے، اس کی چھت قیمتی جواہرات کی تختیوں سے پاٹ دی گئی۔ چھتوں، دیواروں اور ستونوں میں مروارید، یاقوت اور دیگر قسم کے یاقوت جڑ دیے گئے۔

مسجد کے افتتاح کی تقریب اور دعا

جب یہ مسجد مکمل ہوگئی تو دنیا کی کوئی عمارت اس کی خوب صورتی اور چمک دمک کو نہیں پہنچتی تھی، رات کو وہ چودہویں کے چاند کی طرح چمکتی تھی، اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے علمائے بنی اسرائیل کو جمع فرمایا اور ان کے سامنے تقریر کرتے ہوئے فرمایا: میں نے یہ مسجد خالص اللہ کے لیے تعمیر کرائی ہے اور وہ دن یومِ عید منایا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جب حضرت سلیمان علیہ السلام بیت المقدس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ سے چند دعائیں کیں جو مقبول ہوئیں، ان میں سے ایک دعا یہ ہے کہ: جو شخص اس مسجد میں صرف نماز کی نیت سے داخل ہو (اور کوئی دنیوی غرض نہ ہو) اس مسجد سے نکلنے سے پہلے اس کو تمام گناہوں سے ایسا پاک کر دے جیسا کہ اس وقت پاک تھا جب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔

مسجد کے افتتاح کی خوشی میں دعوت

اور سدی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ بیت المقدس کی تعمیر سے فارغ ہونے پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے بطور شکرانہ کے بارہ ہزار گائے بیل اور بیس ہزار بکریوں کی قربانی کر کے لوگوں کو دعوتِ عام دی اور اس دن خوشی منائی، اور صخرۂ بیت المقدس پر

کھڑے ہوکر اللہ تعالیٰ سے یہ دعائیں مانگیں کہ:

یا اللہ! آپ ہی نے مجھے قوت اور وسائل عطا فرمائے جن سے تعمیرِ بیت المقدس مکمل ہوئی تو یا اللہ! مجھے اس کی بھی توفیق دیجیے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں اور مجھے اپنے دین پر وفات دیجیے اور ہدایت کے بعد میرے قلب میں کوئی زیغ اور کجی نہ ڈالیے۔

مسجدِ اقصیٰ میں داخل ہونے والے کے لیے حضرت سلیمان علیہ السلام کی پانچ دعائیں

اور عرض کیا کہ: اے میرے پروردگار! جو شخص اس مسجد میں داخل ہو میں اس کے لیے آپ سے پانچ چیزیں مانگتا ہوں:

① جو گنہ گار توبہ کرنے کے لیے اس مسجد میں داخل ہو تو آپ اس کی توبہ قبول فرمالیں اور اس کے گناہوں کو معاف فرمادیں۔

② جو آدمی کسی خوف اور خطرے سے بچنے کے لیے داخل ہو آپ اس کو امن دے دیں۔

③ جو بیمار آدمی اس میں داخل ہو اس کو شفا عطا فرمادیں۔

④ جو فقیر آدمی اس میں داخل ہو اس کو غنی کردیں۔

⑤ جو اس میں داخل ہو وہ جب تک اس میں رہے آپ اپنی خصوصی نظرِ عنایت و رحمت اس پر رکھیں؛ سوائے اس شخص کے جو کسی ظلم یا بے دینی کے کام میں مشغول ہو۔ (از معارف القرآن شفیعی)

مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے متعلق

دوسری روایت

اس سلسلے میں دوسری روایت یہ ہے کہ: جب آپ علیہ السلام کی موت کا وقت قریب معلوم ہوا تو سوچا کہ: مسجدِ اقصی کی تعمیر نامکمل رہ جائے گی؛ کیوں کہ جنات آپ کے بعد تعمیر کا کام نہ کریں گے، تو آپ نے ایک نقشہ بنا کر جنات کے سپرد کر دیا کہ: اس کے مطابق تعمیر کا کام ہوتا رہے، اور خود ایک شیشے کے مکان میں بند ہو کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گئے۔

جنات آپ کو دیکھتے رہتے تھے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام شیشے کے مکان میں سے ہمیں دیکھ رہے ہیں، آپ عبادت میں مصروف تھے کہ اسی دوران ملک الموت نے آپ کی روح قبض کر لی، وفات کے بعد لکڑی کے سہارے کھڑے رہے، جنات کو پتہ بھی نہ چلا کہ آپ وفات پا گئے، جنات اسی دھوکے میں بدستور تعمیر کے کام میں لگے رہے، لکڑی کو دیمک لگ گئی اور آپ کا مجسمہ زمین پر گر گیا، اس سے جنات کو معلوم ہوا کہ آپ کا تو وصال ہو گیا، آپ کا وصال حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً پندرہ سو چھیالیس (۱۵۴۶) سال قبل ہوا، چالیس سال آپ بڑے رعب اور شاہی دبدبے کے ساتھ حکومت کرتے رہے۔

جناتوں پر دیمک کا احسان

جنات نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی انتقال کی مدت کو معلوم کرنے کے لیے لکڑی

کو دیمک کے سامنے ڈالا، ایک دن رات تک جس قدر دیمک نے اسے کھایا، اسے دیکھ کر اندازہ کیا تو معلوم ہوا کہ آپ کے انتقال کو پورا سال گذر چکا ہے، اس وقت سے جنات گھن کے کیڑے کو مٹی اور پانی لا دیا کرتے ہیں؛ گویا اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

بیت المقدس اور مسجدِ اقصیٰ میں فرق

یہاں بیت المقدس اور مسجدِ اقصیٰ کے فرق کو سمجھنے کی ضرورت ہے، بیت المقدس بہت بڑا شہر ہے، اس کے چاروں طرف دیواریں بنی ہوئی ہیں، اس کے بیچ میں مسجدِ اقصیٰ اور دیگر انبیا کی یادگاریں موجود ہیں۔

برکت کا ایک نمونہ

سب سے پہلے ہم ایک دروازے سے اندر داخل ہوئے تو گیٹ پر ہی بہت سارے فروٹ رکھے ہوئے تھے، جو کسی بھی آنے جانے والے زائرین کے لیے دعوتِ نظارہ تھے، طرح طرح کے پھلوں اور ان کی سائز دیکھ کر ساتھی حیران رہ گئے، بلا مبالغہ فلسطین کے سنترے ہمارے یہاں کے چھوٹے تربوز کی سائز کے برابر تھے اور تربوز تو ایسے کہ دس آدمی مل کر بھی ایک تربوز نہ کھا سکیں، اسی طرح انجیر، زیتون اور طرح طرح کے پھلوں کی بھرمار تھی۔

میں نے ساتھیوں سے کہا: دیکھو! یہ بھی اس خطے کی برکت کا ایک نمونہ ہے۔

مسجدِ اقصیٰ میں ظہر کی نماز کی سعادت

ہم مسجد میں داخل ہوئے تو پہلے نماز ظہر کی ادائیگی کی فکر تھی؛ اس لیے احاطۂ

قدس میں داخل ہونے کے بعد جلدی جلدی قدم بڑھا رہے تھے، چلتے چلتے اپنی نااہلی اور اللہ تعالیٰ کے احسانات میں محو تھے، سوچتے تھے کہ: ہم کیسی مقدس جگہ میں آئے ہیں جہاں معراج کے موقع پر سارے انبیا جمع ہوئے اور حضور ﷺ تشریف لائے، پھر وہ جگہ آئی جہاں معراج کی رات حضور ﷺ نے براق باندھا تھا، پھر صخرۂ مقدس آیا؛ مگر ہم سب چیزوں کو پار کرتے ہوئے مسجد پہنچے اور نمازِ ظہر ادا کی۔

اصل مسجدِ اقصیٰ

نماز سے فارغ ہوئے تو گائڈ نے کہا: جلدی کرو، دروازہ بند ہونے والا ہے۔ ہم نے پوچھا: کون سا دروازہ؟

بتایا کہ: دراصل مسجدِ اقصیٰ کے تین حصہ ہیں، اصل مسجدِ اقصیٰ پہنچنا ہے۔

ہم جو فوٹو میں سرمگیں رنگ کا گنبد دیکھتے ہیں وہ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی بنوائی ہوئی مسجد ہے جو انھوں نے فتح بیت المقدس کے موقع پر بنوائی تھی، یہ سطحِ زمین کے اوپر ہے اور ہمیں نظر آتی ہے۔

البتہ! حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کے انتقال کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو مسجد جناتوں کے ذریعہ بنوائی تھی جس کا ذکر قرآن میں ہے وہ نیچے والے حصے میں ہے، خلیفہ مروان نے اپنے دورِ حکومت میں اس کی توسیع بھی کی تھی اور یہی اصل مسجد ہے جس میں حضور ﷺ نے معراج کی شب تمام انبیا کی امامت فرمائی تھی۔

مسجدِ اقصیٰ اتنی بڑی ہے کہ بیک وقت اس میں سات ہزار (۷۰۰۰) مصلیوں کی گنجائش ہے، رمضان المبارک میں مجمع زیادہ ہوتا ہے اور شبِ قدر میں تقریباً بیس

ہزار کا مجمع ہو جاتا ہے، جو صحنِ مسجد اور قبۃ الصخراء وغیرہ میں عشا اور تراویح ادا کرتا ہے۔

نور کا دریا

ظہر پڑھ کر ہم نے نیچے اترنا شروع کیا، بخدا! جیسے جیسے ہم نیچے اتر رہے تھے ایسا لگ رہا تھا جیسے نور کے دریا میں اتر رہے ہوں، عجیب سکون اور نورانیت والا پر کیف منظر تھا، ہم نے اس کے ستون دیکھے جو بہت بڑے بڑے اور ایک ہی پتھر کے تھے، واقعی ان پتھروں کو دیکھ کر عین الیقین حاصل ہوتا ہے کہ اس قدر بڑے اور بھاری پتھر کون اٹھا سکتا ہے، جنات کے علاوہ کسی انسان کے بس میں نہیں کہ انہیں اٹھائے اور تعمیر کے لیے اوپر تک نصب کرے۔

جنات حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے بطورِ معجزہ جناتوں کو تابع کیا تھا، اسی کی برکت ہے کہ اس قدر مضبوط پتھروں سے مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر کی گئی۔

بعض علما کا قول ہے کہ: اللہ نے جنوں کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع بنا دیا تھا اور ان کو اطاعت کا حکم دیا تھا اور ان کو احکام کا پابند رکھنے کے لیے ان پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا تھا، جس کے ہاتھ میں آگ کا ایک کوڑا رہتا تھا؛ لہذا جنوں میں سے جو کوئی بھی آپ علیہ السلام کی نافرمانی کرتا وہ فرشتہ اس کو کوڑے مارتا جس سے وہ جن جل جاتا۔

تانبے کا چشمہ

مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ: اللہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے تانبے کا

ایک چشمہ پیدا کر دیا تھا، جو تین دن اور تین رات برابر پانی کی طرح بہتا رہا تھا اور یہ چشمہ ملکِ یمن میں تھا؛ چنانچہ اس چشمہ سے جتنا تانبا اللہ نے اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے نکالا تھا اسی کی بدولت ہم آج تک تانبے سے مستفیض ہو رہے ہیں۔

وہاں عجیب عجیب چیزیں دیکھنے کو ملیں، بنائے سلیمانی کے نشانات اب بھی موجود ہیں۔ گائڈ صاحب نے ہمیں خلیفہ مروان کا توسیع والا حصہ بھی دکھایا۔

تیل کا کنواں اور مسجدِ اقصیٰ کے لیے تیل بھیجنے کی فضیلت

مسجد کی دائیں جانب ایک کونے میں تیل کی جگہ ہے، جہاں عالم سے مسجدِ اقصیٰ کے لیے تیل بھیجا جاتا تھا، اور وہ اس کنویں میں جمع ہوتا تھا اور دورِ قدیم میں وہیں سے پوری مسجدِ اقصیٰ میں روشنی کا انتظام ہوتا تھا؛ چوں کہ حدیث شریف میں مسجدِ اقصیٰ کے لیے تیل بھیجنے کا حکم اور فضیلت آئی ہے:

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں بیت المقدس جانے کی استطاعت نہ پاؤں (تو کیا کروں)؟

فرمایا: وہاں کے لیے تیل بھیج دو جس سے روشنی کا انتظام ہو، جو ایسا کرے وہ بھی وہاں جانے والے کی مانند ہے۔ (ابن ماجہ، باب ماجاء فی الصلوۃ فی مسجد بیت المقدس)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بیت المقدس نہ جا سکے کہ اس میں نماز پڑھے تو وہ تیل بھیج دے جس کے ذریعہ اس میں چراغ جلایا جائے (کنز العمال)

مسجدِ مروان بن عبد الملک اور مسجدِ براق

وہیں پر عبد الملک بن مروان کی مسجد ہے، عیسائیوں نے جب بیت المقدس کو

فتح کیا تو اس مسجد کے ایک حصے کو اصطبل بنادیا تھا، اس میں گھوڑوں کے باندھنے کے نشانات اب تک ظاہر ہیں۔

زیارت کا ایک مقام مسجدِ براق ہے، دیوار کی بائیں جانب دیوار میں ایک دروازہ تھا جو اب بند ہے، یہ وہی دروازہ ہے جہاں سے براق اندر آیا تھا، اور وہیں باندھا گیا تھا۔

گائڈ نے کہا: آگے ایک اور اہم چیز دیکھنا ہے جلدی چلو، یہ کہہ کر ہمیں کافی نیچے تہہ خانے میں لے گئے، پھر مسجد کے حی علی الفلاح والی جانب میں ایک سیڑھی چڑھے، وہاں کھڑکی سے جھانکا تو عجیب چیز نظر آئی۔

گائڈ نے کہا: پہلے باری باری سب لوگ یہ چیز دیکھو، پھر میں بتاتا ہوں کہ یہ کیا ہے؟

اس گہوارے کی زیارت جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سب سے پہلے کلام کیا تھا

ہم نے دیکھا کہ بچوں کے جھولے کی طرح ایک پتھر کا گہوارہ ہے اور اس پر چھت بنی ہوئی ہے، جب سب نے باری باری دیکھ لیا تو گائڈ نے بتایا: یہ وہ گہوارہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سب سے پہلے کلام کیا تھا اس جگہ اب اس طرح گہوارہ وغیرہ نشانی کے طور پر بنا ہوا ہے، پیدائش کے بعد جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا آپ کو لے کر مسجدِ اقصیٰ آئیں تو ساری قوم جمع ہوگئی اور انھوں نے پوچھا:

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا۝۲۷

يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾

ترجمہ: وہ (مریم) اس (لڑکے) کو (گود میں) اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئی، وہ (قوم کے لوگ) کہنے لگے: اے مریم! تو نے تو بڑا غضب ہی کا کام کیا ﴿۲۷﴾ اے ہارون کی بہن! تیرا باپ کوئی برا آدمی نہیں تھا اور تیری ماں بھی کوئی بدکار عورت نہیں تھی ﴿۲۸﴾

ان کے جواب میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے اسی بچے کی طرف اشارہ کیا کہ اس بچے سے پوچھو: ﴿فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ﴾

ترجمہ: سو اس (مریم) نے بچے کی طرف اشارہ کر دیا۔

انھوں نے کہا کہ: ہم اس بچے سے کیسے دریافت کریں:

قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾

ترجمہ: قوم کے لوگ کہنے لگے: جو بچہ گود میں ہے اس کے ساتھ ہم کس طرح بات کریں گے؟ ﴿۲۹﴾

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو ابھی صرف تین دن کے تھے انھوں نے ماں کی چھاتی سے منہ ہٹایا اور ان سے کلام کرتے ہوئے کہا:

قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ﴿٣٠﴾

ترجمہ: (اس پر) وہ (بچہ) بولا کہ: میں تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اس (اللہ تعالیٰ) نے مجھ کو کتاب دی ہے اور مجھ کو نبی بنایا ہے ﴿۳۰﴾

یہ سارا سوال و جواب اسی جگہ ہوا تھا جس کی ہم لوگ زیارت کر رہے تھے۔

اس کی زیارت کے بعد ہم وہاں سے نکل گئے، پوری مسجدِ اقصیٰ کی زیارت کی،

جس میں سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے بنوائے ہوئے منبر، محراب وغیرہ بھی دیکھے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے محراب (کمرہ) کی زیارت

مسجد ہی میں حی علی الفلاح والی جانب ایک اور مقدس جگہ بھی دیکھی، جس کو محرابِ مریم کہا جاتا ہے۔

محرابِ مریم وہی محراب ہے جسے حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے نام قرعۂ فال نکلنے کے بعد بیت المقدس کے اوپری حصہ میں بنایا تھا۔

ہم اس میں داخل ہوئے، میں نے ساتھیوں سے کہا: یہ وہ کمرہ ہے جہاں حضرت مریم رضی اللہ عنہا رہتی تھیں اور اسی جگہ ان کے پاس غیبی پھل آتے تھے جس کو دیکھ کر حضرت زکریا علیہ السلام نے اولاد کی دعا مانگی تھی اور اللہ نے دعا کو قبول بھی کیا تھا:

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾

ترجمہ: جب کبھی زکریا (علیہ السلام) اس (مریم) کے پاس مسجد میں (یعنی عبادت اور رہنے کے حجرے میں) آتے تو اس کے پاس کھانے کی کوئی نہ کوئی چیز پاتے، اس (زکریا علیہ السلام) نے پوچھا: اے مریم! یہ چیزیں تیرے پاس کہاں سے آئیں؟ تو اس (مریم) نے جواب دیا کہ: وہ (کھانے کی چیزیں) اللہ تعالیٰ کے یہاں سے (آئی) ہیں، یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے حساب رزق دیتے ہیں ﴿۳۷﴾

اس موقع پر (اسی جگہ) زکریا (علیہ السلام) نے اپنے رب سے دعا کی (زکریا علیہ السلام نے دعا میں) عرض کیا: اے میرے رب! آپ مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرمایئے، یقینی بات ہے کہ آپ دعا کو بہت سنتے ہیں ﴿۳۸﴾

اس لیے ساتھی خاص طور سے اگر بے اولاد ہوں تو اولاد کی دعا مانگیں، ہم نے نمازِ عصر، مغرب اور عشا وہیں مسجدِ اقصیٰ میں پڑھی، اور اس محراب میں بھی دعا، ذکر اور تلاوت کی سعادت حاصل ہوئی۔

نوٹ: حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے تفصیلی حالات خطباتِ محمود جلد دو (۲) میں اور حضرت زکریا کے تفصیلی حالات جلد آٹھ (۸) میں ملاحظہ فرمائیں۔

قبۃ الصخرہ

پھر ہم ''قبۃ الصخرۃ'' دیکھنے گئے۔

قبۃ اور صخریٰ عربی زبان کے الفاظ ہیں، قبہ کے معنی گنبد اور صخرہ کے معنی چٹان کے ہے، یہ قبہ مسجدِ اقصیٰ کی شمالی جانب صحنِ حرم میں قدرے اونچی جگہ موجود ایک قدرتی چٹان پر تعمیر کیا گیا ہے؛ اس لیے اسے ''قبۃ الصخرۃ'' (چٹان والا گنبد) کہتے ہیں۔ (مقامات: ۳۴۳)

قدرتی چٹان

یہ قبہ جس قدرتی چٹان پر قائم ہے وہ انسان کے سینے کے برابر اونچی، ۵۶ فٹ لمبی، ۴۲ فٹ چوڑی اور تقریباً نیم دائرے کی غیر منظم شکل میں ہے، اس کا مشرقی پہلو ڈھلوان والا اور مغربی پہلو اونچا اور بلند تر ہے۔

یہ چٹان دراصل یروشلم میں پائی جانے والی سرمئی رنگ کی چٹانوں کے سلسلے کا حصہ ہے۔

دنیا پرست پادریوں کے مذموم کردار کی ایک جھلک

گیارھوی صدی عیسوی میں بدقسمتی اور نااتفاقی کی وجہ سے القدس پر عیسائیوں کا قبضہ ہوگیا تو دنیا پرست عیسائی پادریوں کے کردار کی ایک مذموم جھلک دیکھنے میں آئی، یہاں متعین بڑے پادریوں نے انجیل کو بیچ کھانے کی طرح یہ کاروبار شروع کردیا کہ یہاں آنے والے عیسائی زائرین کو چٹان کے ٹکڑے ہم وزن سونے کے عوض فروخت کرنا شروع کردیے، صلیبی حکمرانوں کو اس کی اطلاع ملی تو انھیں اس بدعنوانی کو روکنے کا سوائے اس کے کوئی اور راستہ نظر نہ آیا کہ اس چٹان کو سنگِ مرمر سے ڈھانک دیں؛ کیوں کہ متعصب و دنیا پرست پادریوں کی حرام خوری کو روکنا ان کے بس میں نہیں تھا۔

اسّی (۸۰) سال کے وقفے کے بعد جب سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے بیت المقدس فتح کیا تو قبے کے گنبد سے صلیب اتارنے اور عیسائیت کے دیگر نشانات مٹانے کے ساتھ ان سنگِ مرمر کی سلوں کو بھی ہٹا دیا۔

قبۃ الصخرہ کی تعمیر

اس کی تعمیر کا آغاز ٦٦ ہجری مطابق ٦٨٥ء میں اموی خلیفہ عبد الملک بن مروان نے کیا، اس کی تکمیل اس کے بیٹے ولید بن عبدلملک کے ہاتھوں ۷۲ھ مطابق ٦٩١ء میں ہوئی اور مامون الرشید اور معتصم باللہ کے زمانے میں اس کی تجدید ہوئی۔

اسے دو ماہرِ فن معمار: رجاء بن حیوۃ اور یزید بن سلام کی نگرانی میں تعمیر کیا گیا،

اول الذکر فلسطین کے ایک مقام بیسان اور موخر الذکر القدس کے رہنے والے تھے۔

مشہور ہے کہ خلیفہ نے اس کی تعمیر پر مصر کے خراج سے حاصل ہونے والی سات سال کی آمدنی خرچ کی۔

موجودہ عمارت ترک سلاطین: عبد الحمید (۱۸۵۳ء) اور سلطان عبد العزیز (۱۸۷۴ء) کے عہد کی مرمت کردہ ہے، عمارت کے باہر چاروں طرف خوب صورت پتھروں پر سورۂ بنی اسرائیل اور سورہ یاسین کی آیات خوب صورت اور دل فریب انداز میں تحریر کی گئی ہیں، یہ آیات سلطان عبد الحمید ثانی نے تحریر کروائی تھیں۔

قبۃ الصخرہ کی کیفیت اور خوب صورتی

یہ عمارت آٹھ پہلوؤں والی ہے، اس کا ہر پہلو ۶۶ فٹ طویل ہے۔ یہ ننانوے (۹۹) فٹ بلند اور لکڑی کا بنا ہوا ہے جس پر باہر کی طرف سونے کا رنگ چڑھا ہوا پیتل اور سیسہ لگایا گیا ہے اور اندر کی طرف کانچ کا استر کیا گیا ہے، جس میں خوب صورت سنہری کام اور پر تکلف آرائش وزیبائش کی گئی ہے۔

مشہور مسلمان جغرافیہ نگار مقدسی یروشلم میں ۷۳۵ء میں پیدا ہوا تھا، وہ قبۃ الصخرہ کے بارے میں لکھتا ہے:

یہ ایک ہشت پہلو عمارت ہے، اس کے چار دروازے ہیں، جن تک سیڑھیوں کے ذریعے پہنچا جاتا ہے، اندرونی حصہ تین دالانوں میں منقسم ہے جن کے ستون سنگِ مرمر کے ہیں، اس کے وسط میں صخرہ ہے اور اس کے نیچے غار ہے جس میں ۷۰ آدمی سما سکتے ہیں۔

صخرہ کے گرد ستونوں کا حلقہ اسے باقی حصوں سے جدا کرتا ہے، گنبد کی چھت تک بلندی ۱۰۰ اباع (سوا سو گز) ہے۔ گنبد لکڑی کے تین چوکھٹوں کا بنا ہوا ہے، نیچے والی پر سنہری تانبا چڑھا ہوا ہے، دوسرا لوہے کی سلاخوں کا ہے اور تیسرا لکڑی کا جس پر دھات کے پترے چڑھے ہوئے ہیں۔

صلیبیوں نے اپنے دور میں گنبد کی چوٹی پر سونے کی صلیب لگا دی تھی اور صخرہ کو سنگِ مرمر کی سلوں سے ڈھانپ دیا تھا اور اس کے اوپر ایک قربان گاہ تعمیر کی گئی تھی، بعد میں صلاح الدین ایوبیؒ نے صلیب اتار کر وہاں ہلال نصب کیا اور صخرہ کے گرد کی دیوار مع قربان گاہ ہٹادی۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۱۶/۱، حوالہ اٹلس سیرت النبی ﷺ)

مسجدِ قبۃ الصخرہ

آج کل دروازے کے ساتھ متصل حصے میں سبز اور درمیان والے حصے میں سرخ قالین بچھی ہوئی ہے، مسلمان یہاں بیٹھ کر تلاوت کرتے ہیں اور (قبلہ کی طرف منہ کر کے) نماز پڑھتے ہیں، اس اعتبار سے بعض کتبِ تاریخ میں اس کو ''مسجدِ قبۃ الصخرہ'' بھی کہا گیا ہے؛ اور وہاں مشہور بھی اسی طرح ہے، لیکن درحقیقت یہ باقاعدہ مسجد نہیں، ایک طرح کی جائے نماز ہے جسے مسلمان یہاں آنے کے بعد لہو ولعب میں مشغول ہونے کے بجائے نماز وتلاوت سے آباد رکھتے ہیں۔

قبۃ الصخرہ نامی اس چٹان کے بارے میں مشہور ہے کہ یہی وہ چٹان ہے جہاں حضرت داؤد علیہ السلام عبادت کیا کرتے تھے اور یہی وہ جگہ ہے جہاں سے حضورِ اکرم ﷺ نے معراج کی رات آسمان کا سفر فرمایا تھا۔

مجاہدِ اعظم مولانا محمد علی جوہرؒ کا مزار

مسجد صخرہ کے بالمقابل جانبِ مغرب میں مجاہدِ اعظم مولانا محمد علی جوہرؒ کی قبر ہے، انھوں نے پندرہ شعبان کو لندن میں وفات پائی، آپ نے انگریز کی حکومت میں دفن ہونے تک کو گوارہ نہ کیا اور پانچ رمضان 1349ھ کو قدس میں دفن کیے گئے۔

اس سے اندازہ لگاؤ کہ کیسے تھے یہ محبِ وطن!!!

حضرت سلیمان علیہ السلام کا مزار اور جیل خانہ

بیت المقدس میں مسجدِ صخرہ کی جانب تین سو قدم کے فاصلے پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی قبر مبارک بتائی جاتی ہے۔

اس کے متصل ہی ''حبسِ سلیمان'' (جیل خانہ) ہے جہاں شریر جنات کو قید رکھا جاتا تھا۔

اس کے ساتھ ہی دیوارِ براق ہے، یہ وہ جگہ ہے جہاں شبِ معراج میں براق باندھا گیا تھا۔

چٹان کے نیچے ایک قدرتی غار

اس چٹان کے نیچے ایک قدرتی غار ہے جس میں تقریباً ستر آدمی سما سکتے ہیں، یہ غار مربع شکل کا ہے جس کا ہر ضلع تقریباً ساڑھے چار میٹر اور چھت تین میٹر اونچی ہے۔ چھت میں تقریباً ایک میٹر چوڑا ایک شگاف ہے، اس غار میں گیارہ سیڑھیاں اترنے کے بعد ایک محرابی دروازے کے ذریعہ داخل ہوا جاتا ہے، یہ محرابی دروازہ سنگِ مرمر کا

بنا ہوا ہے، غار کے فرش پر بھی سنگِ مرمر بچھا ہوا ہے، اس غار میں دو محراب ہیں، دائیں طرف والے محراب کے سامنے ایک چبوترہ ہے جسے عوام ''مقامِ خضر'' کہتے ہیں اور شمال کے چبوترے کو ''باب الخلیل'' کہا جاتا ہے۔

قبۃ الصخرہ کے فضائل

اس وقت دنیا میں تین جنتی پتھر ہیں:

① حجرِ اسود۔ ② مقامِ ابراہیم۔ ③ صخرۂ بیت المقدس۔

خانۂ کعبہ اور گنبدِ خضراء کے بعد روئے زمین پر ''قبۃ الصخرہ'' مسلمانوں کے لیے مقدس ترین مقام ہے، اس چٹان کے متعلق بہت سی روایات ہیں، یہاں چند ذکر کی جاتی ہیں: ① سارے پتھروں کا سردار بیت المقدس کا صخرہ ہے۔

② صخرہ جنت سے ہے۔

③ مشہور نہریں چار ہیں: سیحون، جیحون، نیل اور فرات، اور وہ صخرہ سے نکلتی ہیں۔

④ سارے بادل اور سارے سمندر اور ہوا صخرہ کے نیچے سے چلتی ہیں۔

⑤ معراج کے سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صخرہ سے عروج الی السماء کرایا گیا۔

⑥ سارے انبیاء نے اس چٹان پر عبادت کی ہے۔

⑦ صخرہ میں دائیں یا بائیں ایک ہزار رکعتیں پڑھے تو موت سے پہلے جنت میں داخل ہوگا (یعنی موت سے پہلے ہی جنت میں اپنا مقام دیکھ لے گا)۔

⑧ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کے صخرہ سے فرمایا: تو میرا قریبی عرش ہے، تیرے ذریعہ میں آسمان پر مستوی ہوا، اور تجھ ہی میں میری جنت اور جہنم ہے، اور تجھ ہی

میں میری جزا اور سزا ہے، سو بشارت ہو اس کے لیے جو تیری زیارت کرے، پھر بشارت ہو اس کے لیے جو تیری زیارت کرے، پھر بشارت ہو اس کے لیے جو تیری زیارت کرے۔

⑨ صخرہ پر سے حضرت اسرافیلؑ صور پھونکیں گے اور پورے روئے زمین میں آسمان سے قریب ترین یہ جگہ ہے، ایک قول میں بارہ میل اور دوسرے قول میں اٹھارہ میل اور ایک قول میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ پوری دنیا کی زمین میں وسط ہے۔

وھو صخرۃ بیت المقدس اقرب موضع من الارض الی السماء یقول (اسرافیل عند نفخ الصور) أیتھا العظام البالیۃ والاوصال المتقطعۃ واللحوم المتمزقۃ والشعور المتفرقۃ إنَّ اللّٰہ یامرکن أن تجمعن لفصل القضاء۔

قولہ أقرب موضع أی بإثنی عشر میلاً و ھی وسط الارض اہ خطیب وعبارۃ الخازن أقرب الارض الی السماء ثمانیۃ عشر میلاً و قیل ھی وسط الارض. (سورۃ ق: حاشیۂ جلالین)

⑩ اللہ تعالیٰ صخرہ پر سے قیامت کے دن اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرمائیں گے، اور اسی سے وہ جنت میں داخل ہوں گے۔

⑪ ممکن ہو تو صخرہ کے نیچے (غار) میں اتریں؛ اس لیے کہ وہ معبد الانبیا ہے اور وہاں دعا میں خوب کوشش کریں؛ اس لیے کہ اس جگہ دعا ان شاء اللہ! قبول ہوگی۔

ایک بہت بڑی غلط فہمی کا ازالہ

آپ نے بیت المقدس کی تصویریں دیکھی ہوگی، فوٹو میں جو سنہرا گنبد نظر آتا

ہے وہ اسی چٹان پر بنا ہوا ہے، اس کے گنبد پر تقریباً چھیاسی (۸۶) کلو سونا لگایا گیا ہے؛ اسی لیے وہ پیلا پیلا چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔

بعض لوگ تو اسی کو اصل مسجدِ اقصیٰ کہہ دیتے ہیں، یہ ان کی غلطی ہے؛ حالاں کہ اس گنبد کے نیچے یہ مبارک صخرہ ہے اور یہ مسجدِ اقصیٰ کے صحن میں ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا محراب وتخت

وہ محراب جس میں کھڑے ہو کر جنات سے حضرت سلیمان علیہ السلام کام کروایا کرتے تھے وہ ساری جگہیں ہم نے دیکھی۔

مسجدِ صخرہ سے ایک جانب بیرونی عمارت ہے جس کے اندر ایک چبوترا سا ہے جس پر سبز غلاف رہتا ہے، یہاں حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت ہے، جہاں آپ جلوہ افروز ہوتے تھے، یہیں قریب میں شیشے کا صحن تھا جسے پانی سمجھ کر ملکہ بلقیس اپنی پنڈلیاں کھولنے لگی تھی، اسی جگہ حضرت سلیمانؑ بوقتِ وفات نماز میں کھڑے ہو گئے تھے، یہیں پر آپ کی قبر مبارک ہے۔ (مقامات:۲۲۵)

چرچ اور مسجدِ عمر رضی اللہ عنہ

پھر ایک اور خاص جگہ ''مسجدِ عمر'' پر گئے، یہ مسجدِ اقصیٰ کے قریب ہی ہے، یہ مسجد پرانے زمانے کی تاریخی عمارت ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فتح بیت المقدس کے بعد تعمیر کروائی تھی، اس کے سامنے ایک چرچ ہے جہاں پوری دنیا کے عیسائی آتے ہیں۔

خلیفۂ ثانی امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فتح بیت المقدس کے موقع پر عیسائیوں کے اسی گرجا میں گئے تھے اور وہاں کی ہر چیز کا معائنہ کیا تھا، اور جب نماز کا

وقت آیا تو پوپ نے کہا کہ: آپ یہیں نماز ادا کرلیں؛ مگر آپ نے قبول نہیں فرمایا اور فرمایا: اگر آج میں تمھارے چرچ میں نماز پڑھ لیتا تو (ہوسکتا ہے کہ) کل مسلمان اس پر یہ کہہ کر قبضہ جمالیں کہ یہاں ہمارے خلیفہ نے نماز ادا کی ہے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چرچ کے باہر نماز ادا فرمائی، وہاں نیچے والا حصہ جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز ادا فرمائی تھی عجیب انوار محسوس ہوتے ہیں، چنانچہ مسلمانوں نے اسی کی یاد میں وہاں ایک مسجد تعمیر کروادی جسے آج مسجدِ عمر کے نام سے جانا جاتا ہے۔

چرچ کی چیزوں کے متعلق عیسائیوں کے عقیدے

اس گرجا کی عمارت ایسی مضبوط اور عجیب ہے جس کا بیان نہیں ہوسکتا، یہ دو منزلہ عمارت ہے۔

یہاں سامنے ایک لمبا پتھر کا تختہ ہے جس کے متعلق عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی کے بعد اس پر غسل دیا گیا۔

اس کے شرقی جانب ایک اندھیرے والی تہہ خانہ نما عمارت ہے جہاں موم بتی کی روشنی ہے، جاتے ہی وہاں برآمدے میں ایک اونچا پتھر ہے جس پر شیشہ چڑھا ہے اور چاروں طرف موم بتیاں جلتی ہیں، عیسائی بڑے احترام سے اس کی زیارت کرتے ہیں، اس پتھر کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ: اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی گئی تھی۔

اس کے متصل چھوٹا سا دروازہ ہے، اس کے اندر چھوٹی سی محراب ہے جس میں سخت اندھیرا ہے، محراب کے دروازے پر زیتون کے چراغ جل رہے ہیں جن کی روشنی بہت ہلکی ہے، اس محراب کے اندر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مصلوبی فوٹو ہے۔

میں نے ساتھیوں سے کہا کہ: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس چرچ میں تشریف لے گئے ہیں تو ہمیں جانے میں کیا حرج ہے؟ چنانچہ ہم وہاں گئے۔

بیت المقدس آج کسی عمرِ ثالث کے انتظار میں!!!

آج ہم اسی مسجدِ عمر کی زیارت کر رہے تھے اور دل ہی دل میں سوچ رہے تھے ایک وقت تھا کہ: مسلمان اس جگہ کے فاتح تھے اور ان کی شان وشوکت کا ڈنکا بجتا تھا، خود عیسائیوں نے سامنے سے بلا کر بیت المقدس حوالہ کیا تھا؛ مگر آج وہی بیت المقدس اسرئیل کے ناجائز تصرف میں ہیں، اور بیت المقدس کی زمین کسی عمرِ ثالث اور سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کا منہ تک رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ: پھر سے عافیت کے ساتھ جلد از جلد وہ سرزمین مکمل طور پر مسلمانوں کے قبضہ وتصرف میں عطا فرمادیں، آمین۔

اصل مسجد نیچے ہے جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز ادا فرمائی تھی۔

مسجد کے صحن میں ایک کتبہ لگا ہوا ہے، یہ وہی کتبہ ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نصاریٰ کے ساتھ ہونے والے معاہدہ کے وقت لکھا تھا، یہ معاہدہ ۱۵ھ میں لکھا گیا تھا، اصل مضمون عربی میں ہے جس کا ترجمہ پیشِ خدمت ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نصاریٰ کے ساتھ کیے گئے معاہدہ کا مضمون

یہ وہ امان ہے جو خدا کے غلام امیر المؤمنین عمر نے ایلیاء کے لوگوں کو دی، یہ امان ان کی جان، مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور ان کے تمام مذہب والوں کے لیے ہے، اس طرح پر کہ ان کے گرجاؤں میں نہ سکونت کی جائے، نہ وہ ڈھائے

جائیں گے، نہ ان کو یا ان کے احاطے کو نقصان پہنچایا جائے گا، نہ ان کی صلیبوں میں اور نہ ان کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی، مذہب کے بارے میں ان پر جبر نہیں کیا جائے گا، اور نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا۔

ایلیاء میں ان کے ساتھ یہودی نہ رہنے پائیں گے، ایلیاء والوں پر یہ فرض ہے کہ: اور شہروں کی طرح جزیہ دیں اور یونانیوں کو نکال دیں، ان یونانیوں میں سے جو شہر سے نکلے گا اس کی جان اور مال کو امن ہے؛ تا آں کہ وہ جائے پناہ میں پہنچ جائے، اور جو ایلیاء ہی میں رہنا اختیار کرے تو اس کو بھی امن ہے اور اس کو جزیہ دینا ہوگا، اور ایلیاء والوں میں سے جو شخص اپنی جان اور مال لے کر یونانیوں کے ساتھ چلا جانا چاہے تو ان کو اور ان کے گرجاؤں کو اور صلیبوں کو امن ہے یہاں تک کہ وہ اپنی جائے پناہ تک پہنچ جائیں۔ جو کچھ اس تحریر میں ہے اس پر خدا کا عہد ہے، رسولِ خدا کا، خلفا کا، مسلمانوں کا ذمہ ہے، بشرطیکہ یہ لوگ جزیہ مقررہ ادا کرتے رہیں۔

اس تحریر پر گواہ ہیں: خالد بن الولید، عمرو بن العاص، عبد الرحمن بن عوف، معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم۔ (الفاروق: ۳۰۴)

اس مسجد میں آج تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے انوار و برکات محسوس ہوتے ہیں۔

اس کے بعد ہم نے فاتحِ بیت المقدس سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی خانقاہ کی زیارت کی۔

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کا مختصر تعارف

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ سے مسلمانوں کا بچہ بچہ واقف ہے، وہ نور الدین

زنگی کے قابل ترین جرنیلوں میں سے تھے، نورالدین نے انہیں ان کے چچا شیرکوہ کے ساتھ ایک جنگی مہم پر مصر روانہ کیا تھا، وہاں انھوں نے اپنی بہترین جنگی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا، فرنگیوں کے متعدد حملے انھوں نے پسپا کیے، اور وہ نورالدین زنگی کی طرف سے مصر کے حکمران بن گئے، اور انہیں کی کوششوں کے نتیجے میں مصر سے فاطمی حکومت کا خاتمہ کیا۔

نورالدین زنگی - جن کا پایۂ تخت شام تھا - کی وفات کے بعد اہلِ شام نے انہیں شام کی حکومت سنبھالنے کی دعوت دی اور اس طرح وہ بیک وقت مصر اور شام دونوں کے حکمران بن گئے۔

اپنے عہدِ حکومت کے دوران انھوں نے ایک طرف بے شمار تعمیری خدمات انجام دیں اور دوسری طرف یہی وہ دور تھا جب عیسائیوں نے مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگوں کی پے در پے مہمات شروع کر رکھی تھیں، سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے ان جنگوں میں یورپ کی طاقتوں کے دانت کھٹے کیے، اسی زمانے میں بیت المقدس پر عیسائی قابض تھے، سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے ۵۸۳ھ میں مسلمانوں کا قبلۂ اول ان کے قبضے سے چھڑا کر وہاں اسلام کا پرچم لہرایا، اور شام کے جتنے علاقوں پر اہلِ صلیب قابض ہو گئے تھے، وہ سب ان سے آزاد کرائے۔

ان کی بھی ساری زندگی میدانِ جہاد میں گزری، وہ بھی عدل و انصاف اور صلاح و تقوی میں نورالدین زنگیؒ کے جانشین تھے، انھوں نے مصر میں چوبیس (۲۴) سال اور شام میں انیس (۱۹) سال حکومت کی؛ لیکن جب ۵۸۹ھ میں ان کی وفات ہوئی تو ان کے ترکے میں نہ کوئی زمین جائداد تھی، نہ کوئی نقدی یا سونا۔

آہ!اے صلاح الدین ایوبی!!!

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کو دنیا سے رخصت ہوئے آٹھ سو سال سے زائد ہو چکے ہیں، آج پھر مسلمانوں کا قبلۂ اول ان سے چھین لیا گیا ہے، آج پھر امتِ مسلمہ کسی صلاح الدین کے انتظار میں ہے، اور پورا عالمِ اسلام زبانِ حال سے پکار رہا ہے کہ:

اے فروغِ دیدۂ امکاں! بیا	اے سوارِ شہبِ دوراں! بیا

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی خانقاہ کی طرف

چنانچہ ہم خانقاہِ صلاح الدین ایوبیؒ میں آئے تو مسجد کھلی تھی، گائڈ کے ساتھ ان کا کمرہ بھی دیکھا، اس کمرے سے مسجد میں جانے کا ایک راستہ ہے، صلاح الدین ایوبیؒ یہیں سے مسجد میں نماز کے لیے آتے جاتے تھے، مسجد کے نیچے دو چھوٹے چھوٹے کمرے بنے ہوئے ہیں، گائڈ نے بتایا کہ: یہ ان کی اعتکاف کی جگہ ہے، یہیں آپ اعتکاف کرتے تھے، اس مسجد میں بڑے بڑے اکابر نے اعتکاف کیا ہے۔ بادشاہ کی رہائش گاہ کے اوپر سے مسجدِ اقصی اور بیت المقدس کی بستی بڑی خوب صورت معلوم ہوتی ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کے مزار پر

وہاں قبرستان بھی ہے، جس میں نہ جانے کتنے اولیا اور کتنے شہدا کے مزارات ہوں گے، خاص طور پر دو قبروں کی زیارت ضرور کرنی چاہیے: ایک سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ اور دوسری سیدنا حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی۔

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کا تعارف

آپ جوانی ہی میں اسلام کی دولت سے مشرف ہوئے، انصار کے وفود تین سال تک مدینۂ منورہ سے مکہ معظّمہ آئے ان سب میں آپ شامل تھے، پہلے یا دوسرے وفد کی آمد پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ بابرکت پر بیعت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خاندان اور قافلوں کا نقیب بھی مقرر فرمایا، مسلمان ہوکر والدہ کو بھی اسلام کی دعوت دی اور وہ بھی اسلام قبول کرنے والوں میں شامل ہوئیں۔

غزوۂ بدر، بیعتِ رضوان اور خلافتِ صدیقی کی بعض لڑائیوں میں بھی شریک رہے، سن ۲ھ میں بنوقینقاع عبداللہ بن ابی کے اشارہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت پر آمدہ ہوئے تو بنوقینقاع نے جلاوطنی کی سزا پائی، حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے ان کا پرانا تعلق تھا؛ مگر سارے تعلقات قطع کردیے اور جلاوطن کرنے کا کام ان کے حوالے کیا گیا تو بڑی خوشی سے اسے انجام دیا۔ آپ فضلائے صحابہ میں سے تھے، حافظِ قرآن تھے۔

خلافتِ فاروقی میں ایک کمک کی فوج پر افسر بھی بنائے گئے، صدقات کی افسری، فلسطین کی قضا اور حمص کی امارت کی ذمہ داری بھی نبھائی۔

ایک مرتبہ فلسطین سے ناراض ہوکر مدینہ منورہ آگئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے واپس بھیجا کہ: آپ ہی جیسے لوگوں سے دنیا قائم ہے، جہاں آپ جیسے لوگ نہ ہوں گے خدا اس زمین کو خراب کردے گا۔ پھر تادمِ حیات فلسطین میں رہے۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کا تعارف

آپ حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ

کے بھتیجے تھے، تقریباً سارا خاندان مسلمان ہو چکا تھا، عہدِ نبوت کے بعد شام، حمص اور فلسطین میں قیام پذیر رہے۔

نہایت عابد اور پرہیز گار تھے، خوفِ خدا ہر وقت غالب رہتا تھا، بسا اوقات رات کو آرام فرمانے کے لیے لیٹتے پھر اٹھ جاتے اور ساری رات نماز پڑھتے، کبھی کبھی زبان سے نکلتا: خدایا! جہنم میرے اور میری نیند کے درمیان حائل ہوگئی ہے۔

بات فرماتے تو دل آویز اور شیریں ہوتی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: دو خصلتوں میں حضرت شداد رضی اللہ عنہ ہم سے بڑھ گئے: بولتے وقت وضاحت بیان میں، اور غصہ کے وقت عفو و درگذر میں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ: ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع تشریف لے جارہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت شداد کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چہرہ پر اداسی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ دریافت فرمائی، تو عرض کیا کہ: مجھ پر دنیا تنگ ہے، فرمایا: تم پر دنیا تنگ نہ ہوگی، شام اور بیت المقدس فتح ہوگا اور وہاں تمھاری اولاد امام ہوگی۔

یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی، وہ اپنی اولاد کے ساتھ بیت المقدس میں مقیم ہوگئے اور پورے علاقے کے علم وفضل میں مرجع بنے۔ آپ نے ۵۸ھ میں ۷۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔

دونوں صحابہ کی قبریں مسجدِ اقصیٰ کے صحن کی مشرقی دیوار سے متصل ہیں، پہلے ایک کونے پر حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی قبر ہے، اس سے ذرا سے فاصلے پر حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک ہے۔

حضرت شمویل علیہ السلام کا مزار

قدس میں حضرت شمویل علیہ السلام کا مزار بھی ہے اور انہی کے نام پر قصطل (Castal) میں منطقۂ ابوغوث کے علاقے میں ''قریۂ شمویل'' بھی ہے۔

بہرحال! اسی کے ساتھ ہماری آج کی زیارتوں کا سلسلہ ختم ہوتا ہے؛ کیوں کہ رات ہوچکی تھی، دن بھر کی زیارتوں سے کافی تھک چکے تھے اور آرام کا شدید تقاضا تھا، چنانچہ اپنی قیام گاہ کی طرف لوٹے اور آرام کیا۔

۱۵ر تاریخ اتوار کا دن: مدینۃ الخلیل کی طرف

آج کی اہم ترین زیارت میں بتایا گیا کہ: ''مدینۃ الخلیل'' جانا ہے۔

مدینۃ الخلیل اس وقت اسرئیل کے حصار میں ہے، اور وہ بابرکت مقام ہے جہاں حضراتِ انبیاء علیہم السلام میں سے چار حضرات اور ان میں سے دو حضرات کی اہلیہ محترمات آرام فرما ہیں۔ یہ حرمِ خلیل کہلاتا ہے۔

اسی جگہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کا ایک طویل زمانہ گذرا، اور یہیں پر آپ کی قبر مبارک بنی، اور نہ جانے کتنے حضراتِ انبیاء کرام علیہم السلام اور حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیائے عظام رحمہم اللہ کے قدم مبارک کے برکات یہاں ثبت ہیں۔

حالات خراب ہونے کے باجود وہاں جانے کا شوق

وہاں کے عرب حضرات نے بتایا کہ: ابھی وہاں جانے جیسا ماحول نہیں ہے؛

کیوں کہ غزہ، اسرائیل جنگ کے خطرات منڈلانا شروع ہو چکے تھے؛ لیکن میں نے کہا: نہیں! جس سرزمین کے اتنے عظیم فضائل ہو، اور اسلام کی بڑی یادیں وابستہ ہوں؛ اس کی زیارت کو کیسے چھوڑا جاسکتا ہے، ہمیں تو ہر حال میں شہر الخلیل جانا ہی ہے، ورنہ ہمارے سفر کی ایک اہم آرزو ادھوری رہ جائے گی۔

ہمارا گائڈ بھی بڑا ہمتی آدمی تھا، اس نے کہا: شیخ! آپ اگر ہمت فرمائیں تو میں آپ کو لے چلنے کے لیے تیار ہوں۔

میں نے ساتھیوں سے کہا کہ: حفاظت کے جتنے اوراد و وظائف آپ کو یاد ہوں سب پڑھ لو، ہمیں الخلیل شہر چلنا ہے، اور اس طرح اللہ سے مدد کی دعا کے ساتھ صبح سویرے روانہ ہوئے۔

کرفیو جیسے ماحول میں اطمینان سے مدینۃ الخلیل میں داخلہ

جب ہم آگے بڑھے تو واقعتاً کرفیو جیسا ماحول، جا بجا اسرائیلی فوجی چیکنگ کر رہے تھے، الخلیل کے دروازے پر پہنچے تو آرمی والوں نے روک کر پوچھا: تم کون ہو؟

ہم نے کہا: ٹورسٹ گروپ ہے۔

پوچھا: کہاں سے آئے ہیں؟

ہم نے کہا: انڈیا سے۔

کہنے لگے: ٹھیک ہے جاؤ۔ اجازت دے دی۔

سناٹے میں کرفیو جیسے ماحول میں ہم اطمینان سے اندر داخل ہوئے، وہاں پہنچے تو فلسطینی چھوٹے بچے دوڑ دوڑ کر آ گئے۔

مسجدِ ابراہیمی میں بابرکت ہال

ایک اونچے ٹیلے پر نہایت خوب صورت اور عظیم الشان جامع مسجدِ ابراہیمی ہے، اس میں ایک بہت بڑا ہال ہے جسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی نگرانی میں جناتوں سے تعمیر کرایا تھا، اسی عظیم ہال میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام کی قبورِ مبارکہ ہیں، اسی طرح حضرت اسحاق علیہ السلام کی بیوی رفقہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی بیوی حضرت سارہ وغیرہ کی قبریں ہیں، یہاں عجیب نورانیت محسوس ہوتی ہے۔

اسی ہال میں وہ بابرکت غار بھی ہے جہاں دوسرے انبیاء کے مزارات بتائے جاتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر شریف کی زیارت کے آداب

علما نے لکھا ہے کہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر کی زیارت کے آداب میں سے کچھ یہ ہیں: (۱) نیت کو خالص کرے۔

(۲) اللہ تعالیٰ سے توفیق اور مدد طلب کرے۔

(۳) جانے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے۔

(۴) کوئی بے ادبی کا کام نہ کرے؛ اس لیے کہ حضراتِ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

(۵) قبر کا قصد کرے اور پورے وقار اور سکون کے ساتھ حاضر ہو۔

(۶) ذکر اور استغفار زبان پر جاری ہو۔

⑦ مسجد میں ادب کے ساتھ داخل ہو۔

⑧ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے۔

⑨ پھر قبر مبارک پر حاضر ہو کر آپ پر سلام پیش کرے۔

⑩ کثرت سے دعا کرے کہ یہ قبولیتِ دعا کی جگہ ہے، اور آپ کا وسیلہ چاہے اور شفاعت کی درخواست کرے، جن لوگوں نے آپ کے توسل سے دعا کی، ان کی دعا قبول ہوئی۔

انہیں آداب کے ساتھ اور حضراتِ انبیاء علیہم السلام مثلاً: حضرت اسحق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام پر بھی سلام پیش کرے، پھر حضرت سارہ، اور حضرت رفقہ رضی اللہ عنہما پر۔

سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا انبیائے کرام کی جماعت میں ایک خاص مقام ہے، آپ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا سارے انبیائے کرام سے افضل ہیں۔

آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ امجد ہونے کی بنا پر ابو محمد اور ابو الانبیاء کے لقب سے بھی موسوم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت مشابہ تھے۔

شبِ معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتویں آسمان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات فرمائی۔ مہمان نوازی میں آپ علیہ السلام بے مثل تھے؛ اسی لیے آپ کی کنیت بھی ''ابو الضیفان'' ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تقریباً تین ہزار

نوے (۳۰۹۰) سال کا فاصلہ ہے۔

پچہتر (۷۵) سال کی عمر میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت ہوئی، حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ بیت اللہ کی تعمیر بنفسِ نفیس فرمائی۔

قرآنِ مجید کی پچیس (۲۵) سورتوں میں تریسٹھ (۶۳) جگہ آپ کا تذکرہ آیا ہے، کہتے ہیں کہ: آپ کی پیدائش ایک نجومی کی پیشین گوئی کی بنا پر ایک غار میں ہوئی اور اسی میں آپ پانچ (۵) سال تک رہے۔

زندگی کے لمحات بڑے امتحانات سے گذرے، کبھی تو باپ نے گھر سے نکال دیا تو کبھی نمرود کی طرف سے آگ میں ڈالنے کا حکم ہوا تو کبھی بیٹے کو ذبح کرنے کا حکمِ ربّانی ملا۔ الغرض! بہت سے امتحانات سے دوچار ہونا پڑا۔

نوٹ: تفصیل کے لیے خطباتِ محمود جلد: چار (۴) اور سات (۷) اور دیکھی ہوئی دنیا جلد دوم (۲) ملاحظہ فرمائیں۔

سیدنا حضرت اسحاق علیہ السلام

آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے اور چھوٹے صاحب زادے ہیں، جب والد کی عمر سو (۱۰۰) سال کی اور والدہ کی عمر نوے (۹۰) یا پچانوے (۹۵) سال کی تھی اس وقت بیت اللہ کی تعمیر کے سال پیدا ہوئے۔

والدِ ماجد کے بھتیجے کی لڑکی حضرت رفقہ سے چالیس (۴۰) سال کی عمر میں شادی ہوئی، انہیں سے حضرت یعقوب علیہ السلام پیدا ہوئے۔ بنی اسرائیل کے تقریباً ساڑھے تین ہزار انبیائے کرام علیہم السلام آپ ہی کی نسل سے پیدا ہوئے۔

وہ خوش نصیب عورت جو ایک نبی کی بیوی، ایک نبی کی بہو اور ایک نبی کی والدہ ہے

اس طرح حضرت اسحاق علیہ السلام کی اہلیہ محترمہ حضرت رفقہ علیہا السلام کو نبی کی اہلیہ، نبی کی بہو، نبی کی والدہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے مزار مبارک کے پچھلے حصے میں ہم مسلمانوں کا داخلہ ممنوع ہے، معلوم ہوا کہ چند سال پہلے نمازِ فجر کی جماعت کے دوران ایک یہودی نے یہاں آکر عین حالتِ نماز میں مصلیوں پر گولیوں کی بارش برسادی تھی، جس میں ستائیس (۲۷) افراد شہید ہوئے، حکومت نے فوراً احاطے کو قبضے میں لے کر مسجد کو بند کر دیا، تفتیشی مراحل کے بعد دوبارہ مسجد کو کھولا تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی مزار مبارک کے پچھلے والے حصے کو اپنے قبضے میں رکھ کر مسلمانوں کا داخلہ بند کر دیا۔

اس ممنوع احاطے میں سیدنا حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے صاحب زادے سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کی والدہ اور سیدنا حضرت یعقوب علیہ السلام کی اہلیہ محترمہ حضرت لیا رضی اللہ عنہا کے مزارات واقع ہیں۔

سیدنا حضرت یعقوب علیہ السلام

آپ حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے والدِ ماجد ہیں۔

عبرانی زبان میں آپ کا نام ''اسرائیل'' ہے، ''اسرا'' کے معنی ''عبد'' کے اور

''ایل'' کے معنیٰ ''اللہ'' کے ہوتے ہیں۔

آپ کی پیدائش کی بشارت اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کے ساتھ ہی دی تھی۔

آپ کی یہ خصوصی شان ہے کہ تمام انبیائے بنی اسرائیل آپ ہی کی نسل سے ہوئے، آپ کے بعد کسی نبی کی نسل سے اتنے انبیاء نہیں ہوئے۔

حضرت اسحاق علیہ السلام کی وفات کے بعد والدہ ماجدہ کے حکم سے اور مشورے سے عراق تشریف لے گئے اور اپنے ماموں کے پاس بیس سال سے زائد رہے، اور ان کی دو لڑکیوں: لیا اور راحیل کے ساتھ آپ کا نکاح ہوا۔ لگتا ہے کہ ان کی شریعت میں بیک وقت دو بہنوں کے ساتھ نکاح جائز ہوگا۔

آپ کی بارہ اولاد ہوئیں، جن سے پھیلتے پھیلتے بارہ قبیلے بن گئے اور وہی بنی اسرائیل کہلائے۔

ماموں کے یہاں مقیم تھے وہیں سے اللہ نے آپ کو کنعان کے باشندوں کے لیے نبی بنا کر مبعوث فرمایا۔

دادا کی طرح یہ بھی بڑے امتحانات سے گذرے، دو دو بیٹوں کی جدائی اور اس پر غم سے بینائی زائل ہوگئی۔

تقریباً ایک سو چوہتر (۱۷۴) سال کی عمر میں مصر میں وفات پائی، آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو وصیت فرمائی تھی کہ: مجھے میرے والد اور دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلو میں دفن کرنا، حضرت یوسف علیہ السلام نے حسبِ وصیت جنازہ کو شاہی اعزاز کے ساتھ ارضِ فلسطین میں دونوں بزرگوں کے پہلو میں سپردِ خاک کیا۔

سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام

سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام کے تذکرے پر قرآن میں ایک پوری سورت آپ ہی کے نام سے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی۔

کریم بن کریم بن کریم بن کریم، کی شانِ امتیازی کے مالک تھے۔

آپ علیہ السلام نے بچپن میں عجیب خواب دیکھا کہ: گیارہ ستارے اور سورج اور چاند مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ والدِ ماجد نے ارشاد فرمایا: اس خواب کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا۔ بھائیوں کو والد کی ان پر نظرِ عنایت اور کثرتِ محبت کی بنا پر حسد پیدا ہو گیا تھا، اور وہ حسد یہاں تک پہنچا کہ جان لینے کو تیار ہو گئے اور مشورے سے کنویں میں ڈال دیا، پھر مسافروں کے ہاتھ مصر پہنچائے گئے اور بازارِ مصر میں نیلام ہوئے اور تقدیرِ الٰہی سے بادشاہ کے مکان ہی پر رہنے اور پلنے کا موقع ملا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا ہمارے لیے عبرت

حضرت یوسف علیہ السلام نے وفات سے قبل جو دعا مانگی ہے وہ ہم سب کے لیے عبرت کی دعا ہے، اللہ کے ایک برگزیدہ بندے اور نبی نے کس چیز کی تمنا ظاہر کی کہ:

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۣ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾

ترجمہ: اے میرے رب! آپ نے مجھے حکومت کا بڑا حصہ عطا فرمایا اور مجھے خوابوں کی تعبیر کا علم بھی عطا فرمایا، اے آسمانوں اور زمین کو بنانے والے (اللہ تعالیٰ!)

آپ ہی دنیا اور آخرت میں میرا کام بنانے والے ہیں، آپ مجھ کو اسلام (یعنی آپ کی فرماں برداری) کے ساتھ (دنیا سے) اٹھانا اور (مرنے کے بعد اپنے) نیک بندوں کے ساتھ مجھے ملا دینا﴿۱۰۱﴾

حضرت یعقوب علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی آخرت کا شوق بڑھ گیا اور آپ نے دعا مانگی۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس نبوت (اعلیٰ ترین مقام ہے) بھی ہے اور دنیوی بادشاہت (جو دنیا میں ترقی کا اعلیٰ مقام ہے) بھی ہے، ان دونوں نعمتوں کے ہوتے ہوئے حسنِ خاتمہ اور آخرت میں صالحین کی معیت کی دعا مانگنا یہ حسنِ خاتمہ کی اہمیت کو بتلاتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس نعمت سے نوازے، اِس قرآنی دعا کو مانگنے کا اہتمام کرنا چاہیے (از تیسیر القرآن)۔

نوٹ: تفصیل کے لیے فوائدِ سورۂ یوسف اور حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ خطباتِ محمود جلد آٹھ (۸) میں ملاحظہ فرمائیں۔

وفات کے بعد پہلے مصر میں دفن کیے گئے، پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دور آیا اور بنی اسرائیل نے مصر سے ہجرت کی تب حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ کے تابوت کو مصر سے فلسطین ساتھ لے گئے، حسبِ وصیت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان کی قبر کو کھول کر نعش کو فلسطین پہنچایا اور اپنے والد اور دادا کے ساتھ مدینۃ الخلیل میں دفن کیے گئے۔

ہم نے اولاً حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی قبر مبارک کی زیارت کی، بعد میں ممنوع احاطے کے باہر ہی سے اس میں مدفون حضراتِ انبیاء علیہم السلام اور ان کے اہلِ خانہ کی زیارت کی اور پھر مسجد میں نمازِ ظہر پڑھی، قرآنِ کریم کی تلاوت کی، اور ایصالِ ثواب کر کے یہاں سے روانہ ہوئے۔

حضرت شمعون علیہ السلام کا مزار

الخلیل سے قدس جاتے ہوئے راستے میں حضرت شمعون علیہ السلام کا مزار بھی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی جگہ کی زیارت

واپسی میں ایک جگہ پہاڑ پر گئے، بتایا گیا کہ: یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تھی، آپ کی والدہ حضرت مریم مسجدِ اقصیٰ کے مشرقی جانب چلی گئی تھیں جس کا ذکر قرآن میں ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿۱۶﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۖ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾

ترجمہ: اور (اے نبی!) تم اس کتاب (قرآن کے خاص حصے) میں مریم کا بھی تذکرہ کرو، جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہوکر ایک ایسے مکان (جگہ) میں چلی گئی جو مشرق میں تھا (بیت المقدس کا شرقی حصہ مراد ہے) (از تیسیر القرآن)۔

نوٹ: حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا تفصیلی واقعہ خطباتِ محمود جلد دوم (۲) میں ملاحظہ فرمائیں۔

ہم نے اس مقام کی زیارت کی، لوگ اس کو ''بیت اللحم'' نام سے جانتے پہچانتے ہیں، یہاں بہت بڑا چرچ ہے، وہاں قریب میں ہی ایک مسجد جس کا نام بھی مسجدِ عمر ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گذرتے ہوئے یہاں نماز ادا فرمائی تھی، اس لیے اس جگہ یادگیری میں مسجدِ عمر بنادی گئی ہے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی قبر اور عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھائے جانے کی جگہ

قریب میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی قبر بھی ہے، اس کی زیارت کی، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جہاں سے آسمانوں پر اٹھایا گیا تھا اس جگہ کو دیکھا، وہاں ایک پتھر ہے جس پر پیروں کے نشانات بنے ہوئے ہیں، کہتے ہیں کہ: یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قدموں کے نشانات ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے نامِ نامی کے ساتھ قرآنِ مجید میں پچیس (۲۵) مرتبہ، لقب ''مسیح'' کے ساتھ گیارہ (۱۱) مرتبہ اور ''ابن مریم'' کی کنیت کے ساتھ تیئیس (۲۳) مرتبہ مذکور ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے آخری نبی اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہیں، آپ کی پیدائش معجزانہ انداز میں بغیر باپ کے ہوئی۔

جب یہودیوں نے آپ کی والدہ پر الزام لگایا تو آپ نے گود میں معجزانہ انداز میں کلام کرکے اپنی والدہ کی پاک دامنی کی گواہی دی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش کوہِ ساعرہ کے دامن میں ہے، یہ جگہ بیت اللحم کے نام سے مشہور ہے، بعضوں نے جائے پیدائش ''ناصرۃ'' کو قرار دیا ہے۔

پیدائش کے بعد سے لے کر نبوت تک عیسیٰ علیہ السلام کہاں رہے، یہ ایک مختلف

فیہ مسئلہ ہے، قرآن وحدیث میں اس مسئلے پر سکوت اختیار کیا گیا ہے۔ (البدایہ: ۲/ ۷۰)

نزولِ وحی اور دعوت وتبلیغ کا آغاز

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک قول کے مطابق تیس (۳۰) سال کی ہوئی تو ان پر نزولِ وحی کا آغاز ہوا، اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پورے زور وشور سے دعوت وتبلیغ کا آغاز کر دیا، آپ کی تبلیغ میں حکمت ودانائی کے ساتھ ساتھ احکامِ الٰہی پر شدت سے عمل کرنے اور کرانے کا جذبہ بھی پایا جاتا تھا، آپ نے اپنے مواعظ میں ان مذہبی لوگوں کو خاص طور پر ہدف بنایا جنھوں نے مذہب کے نام پر دکان داریاں قائم کر رکھی تھیں۔

خطبۂ کوہ

آپ نے اعلانِ نبوت کے چند دن بعد ایک پہاڑی پر وعظ کیا، جسے خطبۂ کوہ (sermon on the mount) کہا جاتا ہے، اس وعظ میں آپ کی تمام تعلیمات کا خلاصہ موجود ہے، پھر جیسے جیسے عوام ان سے متاثر ہوتے گئے، خواص؛ یعنی مذہبی لوگ، کاہن اور فریسی (pharisees) اتنے ہی ان کے مخالف ہوتے گئے؛ کیوں کہ انھیں اپنی مذہبی سیادت ختم ہوتی نظر آرہی تھی۔ (اردو دائرہ معارف الاسلامیہ: ۲/ ۱۴)

آسمان پر اٹھائے جانے کے وقت آپ علیہ السلام کی عمر

جب آپ تینتیس (۳۳) سال کے ہوئے تو ماہِ رمضان میں شبِ قدر میں بیت المقدس سے آسمان پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اٹھا لیا؛ گویا اٹھنے کے وقت آپ کی

نبوت کو تین سال گذرے تھے، آپ کے بعد حضرت مریم چھ سال زندہ رہیں۔

بنی اسرائیل کی شرارت، آپ علیہ السلام کی بددعا سے خنزیر بن جانا

روح المعانی میں ہے کہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: بنی اسرائیل کو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تبلیغ فرمائی تو وہ ایمان نہ لائے اور آپ سے مقابلہ تو نہ کر سکے؛ البتہ آپ کی شان میں گستاخی شروع کردی اور آپ کی والدہ محترمہ پر عیب لگانے شروع کر دیے اور آپ کو طرح طرح کی تکالیف دینی شروع کر دیں۔

ایک دن آپ شہر میں گشت لگا رہے تھے کہ شہر کے لوگوں نے آپ کو بہت پریشان کیا، تب آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ: اے مولائے کائنات! میں کہاں تک صبر کروں، اب بہتر یہی ہے کہ تو ان کو خنزیر بنا دے۔

آپ کی زبانِ مبارک سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ وہ سب خنزیر بن گئے، اس واقعے سے لوگوں پر ایک خوف طاری ہو گیا۔

حضرت زکریا علیہ السلام کا مزار

جس پتھر پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قدم کے نشانات بتلائے جاتے ہیں اور جس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ: یہیں سے رفع الی السما ہوا تھا وہاں قریب میں حضرت زکریا علیہ السلام کا مزار مبارک بھی ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے مزار کی زیارت

اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کی قبر مبارک کی زیارت کی، آپ کے مزار پر

یہودی لوگوں کی بڑی بھیڑ رہتی ہے، درس وتدریس کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے؛ لیکن جب ہم پہنچے تو یہودی بھی آکر مزار پر کھڑے ہو گئے اور کچھ پڑھنے لگے، شاید وہ بالقصد ایسا کر رہے تھے؛ تاکہ ہماری تلاوت میں خلل ہو۔

آپ کے مزارِ مبارک کے پاس جانے کے لیے مردوں اور عورتوں کے لیے الگ الگ راستے ہیں؛ گویا مرد وعورت کا اختلاط نہ ہو اس کا یہودی بھی اہتمام کرتے ہیں۔

سیدنا حضرت داؤد علیہ السلام کا مختصر تعارف

آپ بنی اسرائیل کے مشہور نبی ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تقریباً پانچ سو سال بعد آپ کی ولادت ہوئی، بیت اللحم سے قریب ''بیت جلا'' نامی بستی میں بچپن گذرا۔

آپ کی بہادری بھی مشہور تھی، باوجود کم سنی کے جالوت کو۔ جو کہ چھ ہاتھ اور ایک بالشت قد کا طاقتور تھا، پیتل کی زرہ اور موزے پہنے ہوئے تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کو قتل کر دیا۔

طالوت بادشاہ نے اسی پر اپنی آدھی بادشاہت دے دی اور ان سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا۔

اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت بھی عطا ہوئی۔ قرآن میں آپ کا تذکرہ نو (۹) سورتوں میں سولہ (۱۶) جگہ آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف اوّاب؛ یعنی رجوع کرنے والے تھے۔

آپ ایک بڑے علاقے کے بادشاہ بھی تھے، آپ کو زبور کتاب عطا ہوئی، آواز بھی مثالی تھی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی قبر مبارک اور مختصر تعارف

وہیں قریب میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی قبر مبارک بھی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے فرزند اور آپ کی نبوت اور بادشاہت دونوں کے وارث ہوئے۔

قرآنِ کریم کی سات (۷) سورتوں میں سولہ (۱۶) جگہوں پر آپ کا تذکرہ آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی سلطنت عطا فرمائی تھی کہ ان کے بعد ایسی سلطنت کسی کو نہیں عطا کی گئی۔

جنتی دسترخوان اترنے کی جگہ

ایک جگہ بلندی پر چڑھے تو وہاں لکھا ہوا تھا: ﴿رَبَّنَآ اَنۡزِلۡ عَلَيۡنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ﴾

حضرت داؤد علیہ السلام کی قبر کے بالکل بازو میں یہ جگہ ہے، اس جگہ سے متعلق واقعہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین نے ان سے عرض کیا تھا کہ:

اِذۡ قَالَ الۡحَوَارِيُّوۡنَ يٰعِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ هَلۡ يَسۡتَطِيۡعُ رَبُّكَ اَنۡ يُّنَزِّلَ عَلَيۡنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ (المائدة)

ترجمہ: (وہ واقعہ بھی دھیان میں رکھنے جیسا ہے) جب حواریوں نے کہا: اے عیسیٰ مریم کے بیٹے! کیا آپ کے رب ایسا کر سکتے ہیں کہ ہم پر آسمان سے (کھانے کا بھرا) خوان اتاریں؟

آپ علیہ السلام نے منع فرمایا: ﴿قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

ترجمہ: عیسیٰ نے کہا کہ: اگر تم حقیقت میں ایمان والے ہو تو تم اللہ سے ڈرو (یعنی روزی حاصل کرنے کے جو عام ذرائع ہیں وہ اختیار کرو)

حواریین نے کہا:

قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَىِٕنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ﴿۱۱۳﴾

ترجمہ: وہ (حواری لوگ) کہنے لگے: ہم چاہتے ہیں کہ اس (خوان) میں سے کھاویں اور ہمارے دلوں کو (پورا) اطمینان ہو اور ہم (پہلے سے بھی زیادہ یقین سے) جان لیویں کہ آپ نے ہم سے (اپنے رسول ہونے کے بارے میں جو بھی کہا تھا وہ) سچ کہا تھا اور اس (معجزہ) پر ہم گواہی دینے والوں میں شامل ہو جاویں ﴿۱۱۳﴾

جب ان کا اصرار دیکھا تو پھر اللہ تعالیٰ کے حضور درخواست کی جس کا ذکر قرآن میں ہے:

قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآىِٕدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴿۱۱۴﴾

ترجمہ: مریم کے بیٹے عیسیٰ نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے رب! آپ ہم پر آسمان سے (کھانے کا بھرا ہوا) خوان اتار دیجیے جو ہمارے لیے یعنی ہمارے پہلے اور بعد (کے زمانے میں آنے) والے سب لوگوں کے لیے عید کا دن رہے اور وہ (خوان) آپ کی (قدرت کی) نشانی ہو جاوے اور آپ ہم کو روزی دیجیے اور آپ تو روزی دینے والوں میں سب سے اچھے ہیں۔ (از تیسیر القرآن)

اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کی اور دسترخوان اترا۔اسی جگہ ایک عمارت بنی ہوئی ہے اس میں چاروں طرف دیوار پر یہ آیات لکھی گئی ہیں۔

چنانچہ ساتھیوں کے پاس توشے میں جو کچھ کھانا تھا میں نے کہا: چلو! یہاں بیٹھ کر کھاتے ہیں، ہمارے پاس ہندوستانی چوڑا، بسکٹ وغیرہ تھا وہی ہم نے کھالیا۔پھر جبلِ صیہون بھی دیکھا۔

۱۶ر تاریخ پیر کا دن: دعوت وتبلیغ سے جڑے ہوئے ایک ساتھی کی ملاقات

آگے ۱۶ تاریخ کو دعوت وتبلیغ سے جڑے ہوئے ایک ساتھی سے ملاقات ہوئی جو ہمارے حضرت شیخ الحدیث مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم سے عقیدت وتعلق رکھتے ہیں، وہ مدینہ منورہ میں ملے تھے،ہم ان کے مہمان بنے،انھوں نے کہا کہ: آج میں آپ لوگوں کو زیارت کرواؤں گا۔

یہ شیخ ریاض العجو تھے،وہاں ان کی ''فلافل العجو'' کے نام سے ایک شاندار ریسٹورنٹ ہے،وہاں لے جاکر ہم سے دعا بھی کروائی۔

اسرائیل کا پایۂ تخت: تل ابیب کی طرف

وہ ہمیں لے کر اسرائیل کی راجدھانی تل ابیب گئے۔

یہ ۱۴ر مئی ۱۹۴۸ء کو عمل میں آنے والی حکومت اسرائیل کا یہ ایک شہر ہے، یہ شہر سمندر کے کنارے پر واقع ہے،اس شہر کا کشادہ اور عالی شان ائیر پوٹ ہے۔

تل ابیب میں دعوت وتبلیغ کا مرکز

ہم سب سے پہلے تل ابیب میں دعوت وتبلیغ کے مرکز پر پہنچے۔

الحمدللہ! تل ابیب میں دعوت وتبلیغ کا مرکز قائم ہو چکا ہے، بالکل ہندوستانی انداز کا سیدھا سادہ مرکز ہے، بستر لگے ہوئے ہیں، مطبخ بھی ہے، اور یہاں سے تل ابیب کا ایئر پورٹ بالکل قریب ہے، تل ابیب میں اس طرح کا مرکز دیکھ کر بہت خوشی ہوئی، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حفاظت میں رکھے۔

جب وہاں گئے تو بتایا گیا کہ چند دن پہلے یہاں بہت بڑا اجتماع ہوا تھا جس میں دنیا بھر سے چھ ہزار لوگوں نے شرکت کی تھی اور تقریباً چھیاسی (۸۶) جماعتیں چلہ اور چار مہینے کی روانہ ہوئیں۔

ہم نے شیخ ریاض سے پوچھا کہ: آپ نے تل ابیب جیسی جگہ سے اتنی جماعتیں روانہ کی، کوئی روکنے والا نہیں؟

فرمایا: اللهُ هو المانعُ، روکنے والا تو اللہ ہے، جب اس نے نہیں روکا تو اب کون روکے گا؟ اس مرکز پر ہم نے ظہر وعصر پڑھی۔

''لد'' شہر

مرکز سے پہلے ہم ''لد'' شہر گئے، لد فلسطین کا پائے تخت تھا، الرملہ کی بنا کے بعد ویران ہو گیا، اس پرانے شہر کے اردگرد کا علاقہ بھی ''لد'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

حدیث میں آپ ﷺ نے قربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کی تفصیلات ارشاد فرمائی ہیں، اعلی درجہ کی صحیح سندوں کے ساتھ یہ حدیث آئی

ہے، اسے تین صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ایک ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے، اس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

فَيَطْلُبُهُ حَتّٰى يُدْرِكَهُ بِبَابِ لُدّ فَيَقْتُلُهُ.

ترجمہ: سو حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو تلاش کریں گے یہاں تک کہ اسے لد کے دروازے پر جا کر قتل کر دیں گے۔

بابِ لد پر لکھا ہوا جملہ: هُنا يَخْرُجُ مَلِكُ السَّلَامِ

بابِ لد پر اسرائیلی انتظامیہ نے لکھا ہوا ہے کہ: هُنا يَخْرُجُ مَلِكُ السَّلَامِ.

ترجمہ: سلامتی کا بادشاہ (دجال) یہاں ظاہر ہوگا۔

دجال کا تعارف

دجال قومِ یہود میں سے ہوگا، عوام میں اس کا لقب ''مسیح'' ہوگا، دائیں آنکھ میں پھلی ہوگی، گھونگر دار بال ہوں گے، اس کی پیشانی پر ''ک، ف، ر'' لکھا ہوا ہوگا، جس کو ایمان والے پڑھ لیں گے، سواری میں ایک بہت بڑا گدھا اس کے ساتھ ہوگا، اس کی آمد قیامت کی سب سے بڑی نشانیوں میں سے ہے۔

دجال صرف چالیس دن دنیا میں رہے گا

دجال کا صرف چالیس دن دنیا میں قیام رہے گا، جن میں سے پہلا دن ایک سال کے دنوں کے برابر بڑا ہوگا، دوسرا ایک مہینے کے دنوں کے برابر، تیسرا دن ایک ہفتے کے دنوں کے برابر، باقی سینتیس (۳۷) دن عام دنوں کے برابر ہوں گے۔

نبوت وخدائی کا دعویٰ

عراق وشام کے درمیان ظاہر ہوکر نبوت ورسالت کا دعوی کرے گا، پھر وہاں سے اصفہان چلا جائے گا، یہاں اس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے، یہیں سے خدائی کا دعویٰ کر کے چاروں طرف فساد برپا کرے گا اور زمین کے اکثر مقامات پر گشت کر کے اپنے آپ کو خدا کہلوائے گا۔

لوگوں کی آزمائش کے لیے خرقِ عادت چیزوں کا ظہور

لوگوں کی آزمائش کے لیے اللہ تعالیٰ اس سے خرقِ عادات باتیں ظاہر کرائے گا، اس کے ساتھ ایک آگ ہوگی جس کو دوزخ سے تعبیر کرے گا اور ایک باغ ہوگا جو جنت سے موسوم ہوگا، مخالفین کو آگ میں اور موافقین کو جنت میں ڈالے گا؛ مگر وہ آگ در حقیقت باغ کے مانند ہوگی اور باغ آگ کی خاصیت رکھتا ہوگا، نیز اس کے پاس کھانے پینے کے سامان کا بڑا ذخیرہ ہوگا، جس کو چاہے گا دے گا۔

جو فرقہ اس کی خدائی کو تسلیم کرلے گا تو اس کے لیے اس کے حکم سے بارش ہوگی، اناج پیدا ہوگا، درخت پھل دار، مویشی موٹے تازے اور دودھ والے ہوجائیں گے، اور جو فرقہ اس کی مخالفت کرے گا تو اس سے اشیائے مذکورہ بند کردے گا اور اسی قسم کی بہت سی ایذائیں مسلمانوں کو پہنچائے گا؛ مگر خدا کے فضل سے مسلمانوں کو تسبیح وتہلیل کھانے پینے کا کام دے گی۔

اس کے خروج سے دو سال پیشتر قحط پڑ چکا ہوگا، تیسرے سال دورانِ قحط ہی میں اس کا ظہور ہوگا، زمین کے مدفون خزانے اس کے حکم سے اس ساتھ ہوجائیں گے۔

بعض آدمیوں سے کہے گا کہ: میں تمھارے مردہ باپوں کو زندہ کردوں؛ تا کہ تم میری اس قدرت کو دیکھ کر میری خدائی کا یقین کرلو، اس کے بعد شیاطین کو حکم دے گا کہ زمین میں سے ان کے ماں باپوں کے ہم شکل ہو کر نکلو؛ چنانچہ وہ ایسا ہی کریں گے۔

مکہ اور مدینہ میں داخلہ سے روک دیا جائے گا

اسی طرح بہت سے ممالک پر اس کا گزر ہوگا؛ یہاں تک کہ جب وہ یمن کی سرحد پر پہنچے گا اور بد دین لوگ بکثرت اس کے ساتھ ہو جائیں گے تو وہاں سے لوٹ کر مکہ معظّمہ کے قریب مقیم ہو جائے گا؛ مگر فرشتوں کی حفاظت کی وجہ سے مکہ معظّمہ میں داخل نہ ہو سکے گا، پھر وہاں سے مدینہ منورہ کا قصد کرے گا، اس وقت مدینہ منورہ کے سات دروازے ہوں گے، ہر دروازے کی محافظت کے لیے خداوندِ کریم دو فرشتے متعین فرمادے گا، جن کے ڈر سے دجال کی فوج شہر میں داخل نہ ہو سکے گی، نیز مدینہ منورہ میں تین مرتبہ زلزلہ آئے گا جس کی وجہ سے بدعقیدہ منافق جیسے لوگ ڈر کی وجہ سے بھاگ کر دجال کے جال میں پھنس جائیں گے۔

نوٹ: مزید تفصیل کے لیے بندے کی کتاب ''ظہورِ مہدی کب، کہاں، کس طرح؟'' ملاحظہ فرمائیں۔

ایک بزرگ کا دجال سے مناظرہ

اس وقت مدینہ منورہ میں ایک بزرگ ہوں گے، جو دجال سے مناظرہ کرنے کے لیے نکلیں گے، دجال کی فوج کے قریب پہنچ کر پوچھیں گے کہ: دجال کہاں ہے؟ وہ ان کی گفتگو خلافِ ادب سمجھ کر ان کے قتل کا ارادہ کریں گے؛ مگر بعض لوگ قتل سے منع

کریں گے اور کہیں گے: کیا تم کو معلوم نہیں کہ ہمارے تمھارے خدا (دجال) نے منع کیا ہے کہ بغیر میری اجازت کے کسی کو قتل نہ کرنا۔

پھر وہ دجال کے سامنے جا کر بیان کریں گے کہ: ایک گستاخ شخص آیا ہے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔

دجال ان کو اپنے پاس بلائے گا، جب وہ بزرگ دجال کو دیکھیں گے تو فرمائیں گے: میں نے تجھے پہچان لیا ہے، تو وہی ملعون دجال ہے جس کی پیغمبرِ خدا حضرت محمد ﷺ نے خبر دی تھی اور تیری گمراہی کی حقیقت بیان فرمادی تھی۔

دجال غصے میں آکر کہے گا کہ: اس گستاخ کو آرے سے چیر دو۔

حکم ملتے ہی ان بزرگ کے دو ٹکڑے کر دیے جائیں گے، پھر دجال ان دو ٹکڑوں کے درمیان سے نکل کر لوگوں سے کہے گا کہ: اگر اب میں اس مردے کو زندہ کردوں تو تم میری خدائی پر یقین کرو گے؟

لوگ کہیں گے کہ: ہم تو پہلے ہی سے آپ کی خدائی پر یقین کیے ہوئے ہیں اور کسی قسم کا شک وشبہ دل میں نہیں رکھتے ہیں، ہاں! اگر ایسا ہو جائے تو ہم کو مزید اطمینان ہو جائے گا۔ پس وہ دونوں ٹکڑوں کو جمع کر کے زندہ ہونے کا حکم دے گا؛ چنانچہ وہ خداوندِ قدوس کی حکمت وارادے سے زندہ ہو کر کہیں گے: اب تو مجھ کو پورا یقین ہو گیا کہ تو وہی مردود دجال ہے جس کی خبر مخبرِ صادق پیغمبرِ خدا حضرت محمد ﷺ نے دی تھی۔

دجال جھنجھلا کر اپنے معتقدین کو حکم دے گا کہ: اس کو ابھی ذبح کر دو۔ پس وہ لوگ ان کی گردن پر چھری پھیریں گے؛ مگر اس سے ان کو ذرہ برابر بھی تکلیف نہ ہوگی، جس سے دجال کو شرمندگی ہوگی، اور شرمندگی کی حالت میں وہ ان کو اپنی اس آگ میں

ڈال دے گا جس کا بیان ابھی ہو چکا ہے، وہ آگ خدا کی قدرت سے ان کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی۔

اس کے بعد دجال کسی مردے کے زندہ کرنے پر قدرت نہ پائے گا اور یہاں سے ملکِ شام کی جانب روانہ ہو جائے گا۔

یہودیوں کے غرقد نامی درخت کے اگانے کی مہم کی وجہ

ایک ایسا وقت آنے والا ہے جب یہودیوں کے لیے زمین تنگ ہو گی اور وہ درختوں اور پتھروں سے پناہ مانگنے پر مجبور ہو جائیں گے؛ لیکن ان درختوں اور پتھروں کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے گویائی عطا ہو گی اور وہ یہودیوں کا پیچھا کرنے والے مسلمانوں سے کہیں گے کہ: ان کی اوٹ میں یہودیوں نے پناہ لی ہے؛ جب کہ غرقد نام کی واحد خاردار جھاڑی ہی ایک ایسا درخت ہو گا جو اس گویائی کی قوت سے محروم ہو گا اور یہودی ان کی اوٹ میں پناہ لینے کی کوشش کریں گے۔

یہودیوں کو اس حدیث پر اتنا اعتبار ہے کہ انھوں نے پورے اسرائیل میں بڑے پیمانے پر غرقد نام کے یہ درخت اگائے ہیں اور اسرائیل کی یہ کوشش ہے کہ وہ دنیا میں اپنے حلیف ممالک میں ان درختوں کی وسیع پیمانے پر شجر کاری کرے۔

دجال کے قتل ہونے کی جگہ کی زیارت

یہ ساری چیزیں پڑھ سن رکھی تھی؛ اس لیے اسے دیکھنے کی بڑی تڑپ تھی، میں نے شیخ ریاض سے کہا: میں تو دجال کے قتل ہونے کی جگہ دیکھنا چاہتا ہوں۔

چنانچہ وہ ہمیں بابِ لد پر لے گئے، وہاں ایک عجیب ڈراؤنا درخت ہے، کہتے

ہیں کہ: دجال اسی درخت کے پیچھے چھپے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کو قتل کریں گے۔

وہ کنواں جس میں قتل کے بعد دجال کو ڈالا جائے گا

باب ''لد'' ہی کے مقام پر ایک کنواں ہے، کہتے ہیں کہ جس میں دجال کو قتل کرنے کے بعد ڈالا جائے گا، یہودی شہری انتظامیہ نے وہاں سے ایک سڑک گزارنے کے لیے اس کنویں کو ختم کرنا چاہا؛ مگر بلڈوزروں اور طرح طرح کی مشینوں سے بھی اس کنویں کو راستے سے ہٹایا نہ جا سکا، مجبوراً سڑک وہاں سے ہٹ کر گزارنی پڑی، لگتا ایسا ہے کہ یہ قدرتی نظام ہے۔

وہاں اب یہ لکھا ہوا ہے: هذا مكانٌ تاريخيٌّ. یعنی یہ ایک تاریخی مقام ہے۔

عمواس شہر کی زیارت

اغوار کا علاقہ دو حصوں میں بٹا ہوا ہے، کچھ حصہ اردن میں ہے، جب کہ زیادہ تر حصہ فلسطین میں، فلسطین والے اغوار کے علاقے میں کئی جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مزارات ہیں، جو ''طاعونِ عمواس'' میں شہید ہوئے ہیں، عمواس یہاں ایک بستی کا نام ہے جو بیت المقدس کے قریب ہے، حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یہ مشہور طاعون اسی بستی سے شروع ہوا تھا، اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کی بہت بڑی تعداد اس میں شہید ہو گئی تھیں۔

چنانچہ ہم اصل عمواس شہر- جہاں حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی بڑی جماعت شہید ہوئی تھی اس- کو دیکھنے کے لیے پہاڑ پر چڑھے، یہ پورا جنگل کا علاقہ ہے جو اسرائیل کے قبضے میں ہے، وہاں پہاڑی پر ایک چھوٹی سی عمارت بنی ہے جس پر

انگریزی اور عبرانی زبان میں کچھ لکھا ہوا تھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ: نبیٔ کریم ﷺ کے صحابہ یہاں آئے تھے اور تقریباً پچیس (۲۵) ہزار صحابہ وتابعین اسی جگہ انتقال فرما گئے تھے۔

طاعونِ عمواس میں شہید ہونے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مزارات پر

شیخ ریاض نے کہا: ذرا جھاڑیوں میں چلو، پھر میں تمھیں حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مزارات دکھاتا ہوں۔

چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے چالیس بیٹے جو یہاں طاعون میں انتقال کر گئے تھے ان کے مزارات ہیں۔ اور ان کے علاوہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی بہت بڑی جماعت یہاں مدفون ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے مزار پر دعا کا عجیب منظر

سخت دھوپ میں کھڑے کھڑے ہم نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو نہ دھوپ محسوس ہوئی نہ پیاس، عجیب سکون اور رحمت کی بارش محسوس ہوتی ہے، تمام ساتھیوں کو بہت رونا آ رہا تھا کہ اے اللہ! یہ صحابۂ کرام تیرے دین کے لیے یہاں آ کر سو گئے ہیں، قیامت تک ابدی آرام میں میٹھی نیند میں سو گئے۔

''لد، عمواس'' وغیرہ کی زیارت کرنے کے بعد ''شیخ ریاض'' کے یہاں دوپہر کا کھانا کھایا۔

عربوں کے یہاں تو دو تین بیویوں کا عام رواج ہے، تو انھوں نے اس دن اپنی دوسری بیوی کے یہاں ہماری شان دار دعوت کروائی، اس کے بعد کہنے لگے کہ: میں آپ کو واپسی سے پہلے ایک اور جگہ لے جانا چاہتا ہوں۔

حضرت صالح علیہ السلام کے مزار مبارک کی زیارت

پھر اس شہر کے باہر ایک جگہ ہے وہاں ہم کو لے گئے، وہاں پر ایک اونچا مینارہ ہے اور ایک میدان ہے، سمجھو کہ ٹاور کی طرح ہے، وہاں جا کر پتا چلا کہ اللہ کے نبی حضرت صالح علیہ السلام کا مزار بتایا جاتا ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کی قوم پر جو عذاب آیا وہ علاقہ تو اس وقت سعودی کی سرحد میں آتا ہے؛ لیکن عذاب کے بعد ایک قول کے مطابق حضرت صالح علیہ السلام ہجرت کر کے یہاں پر تشریف لائے تھے اور زندگی کے آخری ایام یہاں پر گزارے تھے اور یہیں پر ان کی وفات ہوئی تھی۔

امام الحدیث ''امام نسائیؒ'' کے مزار کی زیارت

جب حضرت صالح علیہ السلام کی قبر سے چند قدم چلتے ہیں تو مشہور امام الحدیث ''امام نسائی'' کا مزار آتا ہے، آپ بھی وہیں پر آرام فرما رہے ہیں، ہم ان مقدس ہستیوں کے مزارات کی زیارت کرنے کے بعد ہماری عارضی قیام گاہ ہوٹل آ گئے۔

شیخ ریاض ابھی (۲۰۱۷ء) بھارت دو ماہ جماعت میں تشریف لائے تھے، انھوں نے بتایا کہ: آپ کی جماعت میرے گھر آئی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے میرے یہاں ایک بیٹا عطا فرمایا تو میں نے دل میں سوچا: یہ آپ کی جماعت کی آمد کی برکت ہے۔

۱۷ ؍تاریخ اس سفر کا آخری دن

۱۷ ؍تاریخ کو ہمارے فلسطین کے سفر کا آخری دن تھا، ہم نے اس دن کے

سفر کے بارے میں پوچھا تو ہم کو بتایا گیا کہ: یروشلم سے بہت دور جہاں اسرئیل بھی پورا ہوجاتا ہے بالکل آخری کنارے پر جہاں سے شام کی سرحدیں شروع ہوجاتی ہیں وہاں جانا ہے۔حسبِ معمول یہاں بھی ہم نے ہوٹل کو صبح سویرے الوداع کہہ دیا۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا گاؤں ''ناصرہ''

درمیان میں ''قریۂ ناصرہ'' نامی ایک جگہ آئی،اس کی آبادی ایک لاکھ کے لگ بھگ ہے، ایک قول کے مطابق حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا تعلق ناصرہ ہی سے تھا، ناصرہ کی نسبت ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار نصاریٰ کہلاتے ہیں، بیت المقدس سے ناصرہ کا فاصلہ تقریباً سو(۱۰۰) کلومیٹر شمال کی طرف ہے۔

پورے گاؤں میں بس چرچ ہی چرچ ہیں،ہم ''قریۂ ناصرہ'' کے قریب سے (یعنی بائے پاس سے) گزرے، میں نے کہا کہ: اندر تو جانا نہیں ہیں؛ کیوں کہ اور بھی بہت سے پروگرام ہیں۔

یافہ اور حضرت یونس علیہ السلام

راستے میں ایک جگہ یافہ ہے، یہ فلسطین کا ایک ساحلی شہر ہے، یہ وہ جگہ ہے جہاں سے حضرت یونس علیہ السلام ترتیش (تیونس) جانے کے لیے کشتی میں سوار ہوئے،اور سمندر میں ڈالے جانے کا واقعہ پیش آیا، پھر آپ علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں چالیس (۴۰) دن استغفار کرتے رہے جس کی برکت سے آپ کو مچھلی کے پیٹ سے نجات ملی۔

ساحلِ سمندر پر ہماری حاضری ہوئی، نیچے ایک مسجد بھی ہے، کہتے ہیں کہ: وہاں سے حضرت یونس علیہ السلام کشتی میں روانہ ہوئے تھے۔

مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو کون سے دریا کے کنارے اگلا اس بارے میں دو قول ملتے ہیں: ① دجلہ کے کنارے ② دریائے یافہ کے کنارے۔

جن ایام میں حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں رہے تو مچھلی انھیں لے کر مختلف سمندروں میں گھومی، پھر دریا کے کنارے انھیں اُگل دیا۔

روایت میں آتا ہے کہ: جس مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو پیٹ میں رکھا تھا اسے نجم کہتے ہیں۔

یافہ کا وہ غار جس کے بارے میں مشہور ہے کہ یافہ کے اس سمندر کے کنارے جب مچھلی نے ۴۰ دن کے بعد حضرت یونس علیہ السلام کو اگل دیا تو اس غار میں حضرت یونس علیہ السلام نے کمزوری کی وجہ سے قیام فرمایا تھا، اس غار کو ''گوا'' کہتے ہیں۔

حضرت یونس علیہ السلام کا مزار

حضرت یونس علیہ السلام کی قبر کے بارے میں بھی مختلف روایات ہیں:

① فلسطین کے شہر الخلیل سے چار میل کے فاصلہ پر قریہ ''حلحول'' میں آپ کا مزارِ مقدس بتایا جاتا ہے۔ ② دوسری روایت یہ ہے کہ آپ کی قبر عراق میں موصل (سابقہ نینوا) کے مقام پر دریائے دجلہ کے کنارے ہے۔

محققین اسی علاقے کو حضرت یونس علیہ السلام کا علاقہ قرار دیتے ہیں اور مچھلی کے پیٹ میں چلے جانے والا واقعہ بھی وہیں پیش آیا تھا، جب کہ حَبرون کے علاقے میں نہ تو کوئی دریا ہے اور نہ کوئی سمندر، بحیرۂ مردار بھی وہاں سے کوئی تیس میل دور ہے؛ لیکن اس سمندر میں مچھلیاں کیا کوئی بھی زندہ چیز موجود نہیں۔

ان دونوں جگہوں میں سے حضرت یونس علیہ السلام کہاں مدفون ہیں؟ اس کی حقیقت صرف اللہ ہی کے علم میں ہے۔

حضرت الیاس علیہ السلام کے مزار مبارک کی زیارت

راستے میں حضرت الیاس علیہ السلام کا مزار مبارک آیا۔

حضرت الیاس علیہ السلام کا مزار کہاں ہے اس بارے میں تین قول ملتے ہیں:

① پہلا قول تو یہ ہے کہ آپ کہیں بھی مدفون نہیں؛ بلکہ آپ کو آسمان پر اٹھالیا گیا ہے۔ یہ قول ضعیف ہے۔ ② آپ بعلبک میں مدفون ہیں۔

③ تیسرا قول بیت المقدس کے قریب الخلیل جانے والے راستے میں سڑک کے کنارے آپ مدفون ہیں۔

دوسرے قول کی تائید میں مورخین کے اقوال ملتے ہیں، چنانچہ بلادِ شام و فلسطین کے مصنف لکھتے ہیں کہ: بعلبک حمص و دمشق کے درمیان ایک چوڑا میدان ہے جس میں بہت سے دیہات آباد ہیں اور جابجا پانی کے چشمے موجود ہیں، اس جگہ میں حضرت الیاس علیہ السلام کی قبر ہے۔

حضرت الیاس علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔

اسلام کے بہت بڑے جرنیل سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی یادگار میدانِ جنگ

قدس اور تل ابیب سے جب طبریہ جاتے ہیں تو قریۂ ناصرہ کے بعد وہ یادگار

تاریخی میدان سے گزرنا ہوتا ہے جہاں سلطان صلاح الدین ایوبی مرحوم کی عیسائیوں سے بڑی جنگ ہوئی تھی اور اسی جنگ کے نتیجے میں آپ نے قدس کو فتح کیا تھا، راستے کی بائیں جانب چھوٹے ٹیلے اور کھلے میدان پر مشتمل یہ پورا علاقہ ہے، جو ''حطین'' کے نام سے موسوم ہے،

جب گاڑی میں سے اس کی زیارت ہوتی ہے تو انسان ماضی کی یادوں میں کھوئے بغیر رہ نہیں سکتا۔ اس وقت پھر قدسِ مقدس پر کسی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور کسی صلاح الدین ایوبیؒ کا انتظار ہے۔

بحیرۂ طبریہ کی طرف

اس کے بعد ہم یہاں سے روانہ ہوئے اور کافی دیر کے بعد ہم آج کی اصل زیارت ''بحیرۂ طبریہ'' پہنچے، ''بحیرۂ طبریہ'' کیا چیز ہے؟

طبریہ شہر

فلسطین کا یہ شہر بحیرۂ طبریہ کے مغربی کنارے واقع ہے، اس کی آبادی پچیس تیس ہزار ہے، اسے ۱۳ھ میں حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تھا، بیت المقدس سے طبریہ تیز رفتار گاڑی میں تقریباً ڈھائی سے تین گھنٹے لگ جاتے ہیں۔

بحیرہ طبریہ: جہاں عیسیٰ علیہ السلام نے بہت سے معجزات دکھائے

بحیرۂ طبریہ کی لمبائی طول تیرہ میل (۲۱ر کلومیٹر) اور چوڑائی آٹھ میل (۱۳ر کلو میٹر) کے قریب ہے، یہ ایک وسیع تالاب سے مشابہ ہے جس کے چاروں طرف پہاڑ

کھڑے ہیں، بہت سی ندیاں اس میں گرتی ہیں۔

یہی وہ جگہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کے ساتھ بہت سا وقت درس وتدریس میں گذارا اور اس دریا پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پانی پر چلنے کا معجزہ بھی روایات میں نظر آتا ہے۔

یاجوج ماجوج بحیرۂ طبریہ کا پورا پانی پی جائیں گے

احادیثِ مبارکہ میں دو جگہ اس بحیرۂ طبریہ کا ذکر ملتا ہے:

① یاجوج ماجوج۔ جو کھانے پینے والی ایک بہت بڑی جماعت ہے۔ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی ہے کہ: قربِ قیامت میں جب یاجوج ماجوج نکلیں گے اور بحیرۂ طبریہ پر پہنچیں گے تو ان کے لشکر کا اگلا حصہ اس کا سارا پانی پی جائے گا، جب آخری حصہ وہاں پہنچے گا تو انھیں وہاں پانی نہیں ملے گا۔

بحیرۂ طبریہ کا خشک ہوجانا دجال کے نکلنے کی ایک علامت

② مسلم شریف میں کہ جب حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی دجال سے ملاقات ہوئی تھی۔ جس کا پورا واقعہ حدیث میں موجود ہے۔ تو اس وقت دجال نے خود پوچھا تھا کہ: ’طبریہ‘‘ میں پانی ہے یا خشک ہوگیا؟

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ: ہاں! ابھی موجود ہے۔

دجال نے کہا کہ: ایک وقت آئے گا کہ اس کا پانی سوکھ جائے گا اور جب اس کا پانی خشک ہوجائے گا تو میرے ظہور کا وقت قریب آجائے گا۔

اس وقت بحیرۂ طبریہ کی حالت: پانی سوکھ رہا ہے

اِس وقت اس کا پانی سوکھ رہا ہے اور بہت سوکھ گیا ہے اور اب حکومت دوسری طرف سے پانی لا لاکر پائپوں کے ذریعہ اس جھیل میں ڈال رہی ہے؛ تاکہ وہ سوکھ نہ جائے؛ لیکن تب بھی وہ قدرتی طور پر سوکھتا ہی چلا جارہا ہے۔

بحیرۂ طبریہ سے مزید بائیں طرف ہٹ کر فلسطین کی پہاڑیاں ہیں، ان پر بھی ہماری شامتِ اعمال سے اسرائیل کا قبضہ ہے۔

بہر حال! ہم نے اس کے کنارے پر ظہر اور عصر کی نماز پڑھیں اور میں نے ساتھیوں کو پوری حدیث بھی سنائی، اور بحیرۂ طبریہ کی شاندار مچھلیاں وہاں ریسٹورنٹ میں کھائی اور آرام کیا۔

بیسان کا نخلستان

اس کے بعد ہم لوگ وہاں سے نکلے؛ کیوں کہ آج رات تک میں ہم کو جورڈن (Jordan) پہنچنا تھا، میں نے ان کو کہا کہ: مجھ کو تو ''بیسان کا نخلستان'' دیکھنا ہے اور ''عینِ زغر'' بھی دیکھنا ہے؛ کیوں کہ ان دونوں کا ذکر حدیث میں آیا ہیں۔

طبریہ کے علاقے سے واپسی پر جنوب کی طرف جاتے ہوئے راستے میں دائیں جانب اسرائیل کا مقبوضہ علاقہ آتا ہے، وہاں بہت سے باغات بھی ہیں، وہیں ایک نخلستان (کھجوروں کے باغ) ہے، جس کا نام ''بیسان'' ہے، یہ بھی اسرائیل کے قبضے میں ہے۔

اس باغ کے بارے میں مشہور صحابی حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ایک حدیث اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کی توثیق سے معلوم ہوتا ہے کہ قربِ قیامت میں اس کا پھل آنا بند ہوجائے گا، اس باغ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ: یہ تقریباً ختم ہو چکا تھا، یہودیوں نے اسے دوبارہ تیار کیا ہے۔

میں نے گائڈ سے اصرار کیا تو اس نے کہا کہ: میں تم کو جلدی جلدی لے تو جاتا ہوں؛ لیکن اگر بورڈر (Border) بند ہوگئی تو تم جانو۔

میں نے کہا کہ: ان شاء اللہ! کچھ نہیں ہوگا۔

بیسان کے متعلق حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے دجال کا سوال

ہم چلے اور ''بیسان'' پہنچے اور یہ پورا ''بیسان'' کھجوروں کی باڑیوں سے بھرا ہوا ہے، اس کے بارے میں مسلم شریف میں ہے کہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کو خود دجال نے سوال کیا تھا کہ: بیسان کے کھجور کے درخت پر کھجور لگ رہے ہیں یا نہیں؟

آپ نے فرمایا تھا کہ: ہاں! کھجور آرہے ہیں۔

اس وقت دجال نے کہا تھا کہ: ایک وقت آئے گا کہ اس پر پھل اور کھجور آنا بند ہوجائے گا اور جب اس پر کھجور آنا بند ہوجائے گا تو میرے ظہور کا وقت قریب آجائے گا۔

اس وقت بیسان کا حال: کہیں پر کھجور نظر نہیں آئے

سنا تھا کہ اندر جانے کی تو اجازت نہیں دیتے؛ اس لیے ہم ''بیسان'' کے پاس سے گذرے تو صحیح؛ لیکن اندر جو ''نخلستان'' ہے اس میں جانے کی اجازت نہ ہونے کے

بنا پر ہم دور ہی سے بس میں بیٹھے بیٹھے کھجور کے درخت دیکھتے رہے؛ لیکن کہیں پر بھی کھجور نظر آئے نہیں، تو اب ایسا لگتا ہے کہ دجال کے ظاہر ہونے کا وقت قریب ہے۔

وہاں ایک دکان تھی وہاں رک کر ساتھی لوگ فارغ بھی ہوئے اور کچھ چیزیں خریدی اور اتنی دیر میں دکان کے مالک سے بیسان کے متعلق باتیں پوچھتے رہے۔

عینِ زغر

''زغر'' یہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیٹی کا نام ہے اور اسی کے نام سے پانی کا چشمہ جاری ہوا ہے اور اس چشمے کے بارے میں بھی دجال نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا کہ: زغر کے چشمے میں پانی ہے یا نہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ: ہاں! ہے۔

دجال نے کہا تھا کہ: لوگ اس سے کھیتی کرتے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں۔

دجال نے کہا کہ: ایک وقت آئے گا کہ اس چشمے کا پانی سوکھ جائے گا اور اس وقت میرے نکلنے کا وقت قریب آجائے گا۔

یہیں پر آکر وہ اردن ندی ''بحیرۂ طبریہ'' سے ملتی ہے۔

طالوت اور جالوت کے جنگ کا میدان اور امام طبرانیؒ کا وطن

یہیں پر طالوت اور جالوت کے جنگ کا میدان بھی موجود ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے: فَهَزَمُوهُم بِإِذْنِ اللّٰهِ ۙ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوتَ. (البقرۃ)

ترجمہ: پھر انھوں نے (یعنی طالوت اور ان کے ساتھیوں نے) ان (جالوت اور اس کی فوج) کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہرا دیا اور داؤد (علیہ السلام) نے جالوت کو قتل کر دیا۔

آپ کو ایک عجیب بات بتاؤ: جہاں پر طبریہ کا سمندر ہے وہیں قریب ہی میں امام طبرانی بھی پیدا ہوئے، جن کی مشہور کتاب ''المعجم'' ہے۔

جنگِ یرموک کا میدان

یہیں آ کر دریائے اردن بحیرۂ طبریہ میں ملتا ہے، اور اسی علاقے میں دریائے اردن کے کنارے میدانِ یرموک ہے، یہ وہ میدان ہے جہاں جنگِ یرموک کا عظیم الشان معرکہ ہوا ہے۔

سن تیرہ ہجری ربیع الاول کے مہینے میں صحابہ کی جماعت یرموک پہنچی تھی ، دشمنوں کی پوزیشن تعداد کے اعتبار سے بھی بہت بہتر تھی اور جائے وقوع کے اعتبار سے بھی انھوں نے بہت اچھی جگہ پر قبضہ کیا تھا، پشت کی طرف جولان کی پہاڑیاں تھیں اور ایک طرف دریائے اردن تھا، بہر حال! اللہ تعالیٰ نے چالیس ہزار اہلِ ایمان کو کامیاب فرمایا اور دو لاکھ چالیس ہزار رومیوں کو شکستِ فاش ہوئی۔

اس تاریخی میدان کا کچھ حصہ دیکھتے ہوئے گزرے، جولان کی پہاڑیوں پر شام کی سرحدی فوج کی چوکیاں بنی ہوئی ہیں اور شام کے جھنڈے لہراتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔

بہر حال! ان تمام جگہوں کی زیارت کرنے کے بعد ہم شام کو بورڈر پر پہنچ گئے اور ہماری جورڈن واپسی ہوگئی، یہ پانچ دن کا فلسطین اور جورڈن کا سفر میں نے آپ کے سامنے مختصر عرض کر دیا، اللہ تعالیٰ اس مبارک سرزمین کے سفر کو قبول فرمائے اور امت کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنائے، آمین۔

مجموعی تأثرات

اس سفر میں جہاں جانے کا اتفاق ہوا تو محسوس ہوا کہ عامۃً مسلمان مالی اعتبار سے افلاس کا شکار ہیں، کم لوگ مال دار نظر آئے، ایک طبقہ درمیانی حالت رکھنے والا بھی ملا۔ دینی ماحول بھی قابلِ فکر ہے۔

قدس کے احاطے میں مسجدِ اقصیٰ کے قریب مقدس مقامات پر چند نوجوان کھیل میں بھی مشغول نظر آئے جس سے ہمارے ساتھیوں کو بڑا تعجب ہوا چوں کہ ہمارے یہاں مقدس مقامات کے بارے میں کچھ اور ہی تصور ہے۔

یہ بھی محسوس ہوا کہ کاش ہمارے طرز کے چند دارالعلوم اور محلہ محلہ مکاتب کا نظام شروع ہو جائے اور دعوت کی محنت ہو تو ماحول میں بڑی تبدیلی ہو سکتی ہے۔

حالات سے خوف و ہراس اور ناامیدی ان فسطینی بھائیوں میں کم ہی محسوس ہوئی، کوئی اللہ کا بندہ وہاں پورے توجہ اور داعیانہ صفات سے متصف ہو کر دعوت الی اللہ کی خدمت انجام دے اور تبلیغ کے ساتھ مکاتب و مدارس کی بنا یا ڈالے تو بڑی حد تک فضا بدل سکتی ہے۔

اللہ کرے چند ایسے صاحبِ دل، فکر مند اور دلی درد رکھنے والے چند افراد پیدا ہو جائیں اور اپنا مقصدِ حیات ہی ان کی اصلاح و ہدایت کو بنا لیں تو اس بابرکت سرزمین کے انوارات سے بہت جلد اچھے نتائج کی امید کی جا سکتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کی کوئی صورت پیدا فرمائے، آمین۔

وأخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین